حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

اردو ترجمہ

تاریخ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

مصنّف

الامام الحافظ ابی الفرج عبد الرحمٰن ابن علی الجوزی رحمہ اللہ

مترجم

مولانا محمد انس چترالی صاحب مدظلہم

بیت العلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور- فون: ۷۳۵۲۲۸۳

حضرت عمرؓ بن خطّاب

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

اردو ترجمہ

تاریخ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

مصنف

الامام الحافظ ابی الفرج عبدالرحمن ابن علی الجوزی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا محمد انس چترالی صاحب مدظلہم

بیت العلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انار کلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب

حضرت عمرؓ بن خطّاب

مؤلف

الامام الحافظ ابی الفرج عبدالرحمٰن ابن علی الجوزیؒ

باہتمام

مولانا محمد ناظم اشرف

طباعت بارِ اول

فروری ۲۰۰۹

ناشر

بیت العلوم

ہیڈ آفس ۲۰۔ نابھہ روڈ چوک پرانی انار کلی۔ لاہور فون 7352483
برانچ دکان نمبر ۱۳ الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ ۴۰ اردو بازار لاہور فون 7235996
www baituluIoom com

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿مختصر حالاتِ مؤلف﴾

نام ونسب:

ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی ہے ۵۱۰ھ ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے، جب پڑھنے کی عمر کو پہنچے تو ان کی پھوپھی نے ان کو ابوالفضل بن ناصرؒ کی خدمت میں حصول تعلیم کے لئے بھیج دیا۔ ان سے علم حدیث اور دیگر علوم وفنون بھی حاصل کئے۔

آپ کے مشہور اساتذہ:

ابوالفضل بن ناصر، ابوالقسام بن الحصین، الحسن بن محمد البارع۔

آپ کے مناقب:

حضرت ابن الجوزیؒ اپنے معاصر علماء میں واعظ، خوش خلق اور مناقبِ حسنہ میں بہت مشہور ہوئے آپ کے درس کو سننے کے لئے لوگ دیوانہ وار آتے، صبح سے شام تک بیٹھے رہتے۔

آپ کی تالیفات:

آپ کے مشہور تالیفات (۱) ''کتاب المعین'' ۸۱ جلدیں (۲) زادالمسیر فی علم التفسیر ۸ جلد میں۔ (۳) ناسخ القرآن ومنسوخہ (۴) فنون الافنان فی علم القرآن (۵) جامع المسانید لحصر الاسانید ۷ جلدیں (۶) الکشف عن معانی **الصحیحین** (۷) الضعفاء والمتروکین (۸) الموضوعات (۹) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم ۱۰ جلدیں۔ (۱۰) منہاج الوصول الی علم الاصول۔ (۱۱) منہاج اہل الاصابۃ فی محبۃ القرآن و الصحابۃ۔ اسی طرح زہد ورقائق، مناقب، فقہ فضائل وطب میں بھی آپ کی گرانقدر تصانیف موجود ہیں۔

وفات:

۱۲ رمضان المبارک جمعہ کی رات ۷۵۹ھ کو دارالفناء سے دارالبقاء کی طرف رحلت فرما گئے۔ اور انتقال کے وقت وصیت کی کہ یہ شعر میری قبر پر لکھ دیا جائے۔

یا کثیر العفو عن من کثر الذنب لدیہ
جاء ك المذنب یرجوا الصفح عن جرم لدیه
انا ضیف و جزاء الضیف احسان الیہ

(ترجمہ) ''اے بہت بڑے بڑے گناہوں کو بکثرت معاف کرنے والے! گناہ گار اپنے گناہوں کی معافی کی امید لیکر حاضر ہے، میں تیرا مہمان ہوں، اور مہمان کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا جاتا ہے''

﴿مقدمہ﴾

تمام تعریفیں اس عظیم ذات کے لئے ہیں جس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے انسان کو پیدا فرمایا۔ اور اپنی حکمت سے اس کو قدرتِ گویائی دی اور حضرت محمد ﷺ کو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا۔ اور آغازِ بعثت میں کفار کی ایذاء رسانی سے آپ کو آزمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دولت دے کر اسلام کو عزت بخشی۔ اور درود کاملہ نازل ہو حضرت محمد ﷺ پر اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین پر۔

امابعد: اولیاء اللہ کا تذکرہ بیمار دلوں کے لئے تریاق مکدر عقلوں کے لئے باعثِ جلاء ہے۔ خصوصا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ تو تجدیدِ ایمان کا سبب ہے۔ اب میں جس شخصیت کا تذکرہ کرنے چلا ہوں وہ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔ انہوں نے علم وعمل کو ایسا جمع کیا کہ تمام علماء حیرت زدہ ہیں۔ سیاست و حکمرانی میں عدل وانصاف اور محنت میں ایسی مثال قائم کی کہ آج تک ملوک وسلاطین اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکے۔ اس کے علاوہ زہد وصبر، میں اعلیٰ نمونہ چھوڑا ہے۔ اس لئے میں نے آپؓ کے فضائل ومناقب، اخبار وافعال اور سیرت کو اس کتاب میں جمع کیا تا کہ اس کو پڑھنے، سننے اور اس کی پیروی کرنے والوں کو نفع پہنچے۔ میں نے اس کتاب کو اسّی ابواب پر تقسیم کیا۔ اللہ تعالیٰ ہی درستگی کی توفیق بخشنے والا ہے اور وہی میرے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۔آپ کی ولادت کے متعلق:

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میری پیدائش آخری فجار عظیم سے چار سال پہلے ہوئی ہے (عرب میں چار مرتبہ بڑی شدید لڑائی ہوئی تھی۔ آخری لڑائی قریش اور کنانہ اور ہوازن کے مابین ہوئی تھی۔ان لڑائیوں کو فجار اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ لڑائیاں اشھر حرم میں لڑی گئیں تھیں)۔ چھبیس سال کی عمر میں دولت اسلام سے مشرف ہوئے آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دولتِ اسلام سے سرفراز ہونے کے وقت میں چھ سال کا بچہ تھا۔ (ابن سعد:۳ص۲۶۹)

حضرت عبداللہ بن وہبؒ: حضرت عمرو بن العاص کے حوالے سے فرماتے ہیں: میں نے خطاب کے گھر روشنی دیکھ کر پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ خطاب کے گھر لڑکا ہوا ہے۔وہ عمر بن خطاب تھے۔

۲۔ نام ونسب:

محمد بن سعد کا قول ہے: آپ کا نسب یہ ہے:عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن ازاح بن عدی بن کعب۔

کنیت ابوحفص ہے آپ کی والدہ کا نسب حنتمہ بنت ہاشم بن المغیرۃ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہے ابونعیم اصفہانی نے ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ کی والدہ کا نسب اس طرح ہے۔حنتمہ بنت ھشام بن المغیرۃ ہے۔ابوجہل آپ کا ماموں ہے لیکن میں نے اس میں غور کیا تو معلوم ہوا یہ غلط ہے۔دار قطنی نے ان کا درست نسب یہ لکھا ہے۔حنتمہ

بنت ھاشم ذی الرمحین بن المغیر ہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ ہے، اور انہوں نے یہ کہا ہے جنہوں نے بنت ہشام لکھا ہے وہ ان کا وہم اور غلطی ہے۔ اس لئے کہ ہشام بن المغیر ۃ ابو جہل کا والد ہے۔ اور یہ حارث بن ھشام اور ابو جہل بن ھشام کے چچا ہاشم کی بیٹی ہے۔ البتہ دار قطنی کا یہ کہنا ''ہاشم کو ذی الرمحین بھی کہا جاتا تھا'' محل نظر ہے۔ اس لئے کہ ابن بکار ماہر انساب ہے وہ کہتا ہے المغیر ہ بن عبداللہ کے بیٹوں کے نام یہ ہیں: ھاشم، ھشام، ابو حذیفہ مہشم۔ ربعہ ذو الرمحین، ابو امیہ ذار الرکب لہٰذا اس سے معلوم ہوا ھاشم اور ھشام آپس میں بھائی ہیں۔ اور ھاشم حضرت عمر کے نانا ہیں اور ھشام الحارث اور ابو جہل کے والد ہیں۔

عبد الغنی الحافظ نے نسب اس طرح بیان کیا ہے حنتمہ بنت سعد بن المغیر ۃ یہ غلط ہے درست نسب وہی ہے جو ہم نے اوپر ذکر کیا۔

آپ کی کنیت ابو حفص ہے۔ حفص عربی زبان میں شیر کو کہا جاتا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں: یہ کنیت میرے لئے سب سے پہلے حضور ﷺ نے استعمال کی مجھ سے فرمایا: ''یا اباحفص اتقتل عم نبیك ؟'' میں نے عرض کیا آپ حکم دیجئے میں اس کو قتل کر دوں۔ چنانچہ یہ کنیت میرے لئے آپؐ نے سب سے پہلے رکھی۔

آپ کی صفت وہیئت:

آپ کی صفت آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں بیان کرتے ہیں: آپ کا رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ قد لمبا تھا۔ حضرت سلمۃ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ حضرت عمر ایسر یعنی دونوں ہاتھوں سے کام کرنے والے تھے۔ حضرت عبید بن عمر کہتے ہیں: حضرت عمر طویل وجسیم تھے۔ سر کے بال کم تھے، رنگ زیادہ سفید تھا۔ آنکھیں بہت زیادہ سرخ تھیں، داڑھی خفیف تھی۔ بالوں کے کنارے سرخ تھے آپ کم ہنسا کرتے تھے، کسی سے مزاح نہ کرتے، بڑی شان سے چلا کرتے تھے۔ آپ بائیں ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی استعمال کرتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: آپ مہندی کے ساتھ کتم بوٹے کا

رنگ استعمال فرماتے۔ سلمہ بن مخف کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھرے گوشت والا پایا۔

چلتے وقت گردن نیچے جھکا کر چلتے اور راستے کے کنارے کنارے چلتے، آواز آپ کی بھاری تھی۔ زید بن اسلم اپنے والد کے حوالے سے کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ہاتھ سے گھوڑے کے ایک کان کو، دوسرے ہاتھ سے دوسرے کان کو پکڑ کر کود کر گھوڑے پر سوار ہوتے۔

تورات میں آپ کا تذکرہ:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موذن الاقرع کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گذر ایک بڑے پادری کے پاس سے ہوا۔ اس سے پوچھا: تمہاری کتابوں میں ہمارے متعلق کچھ معلومات ہیں؟ پادری نے کہا: آپ لوگوں کی صفات اور اعمال کے متعلق ہماری کتابوں میں لکھا ہے مگر تمہارے اسماء کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت عمر نے پوچھا: مثلاً کیا صفات مذکور ہیں؟ کہنے لگا۔ مثلاً ایک صفت یہ لکھی ہے "قرن من حدید" تو حضرت عمر نے کہا: قرن من حدید کا کیا مطلب؟ پادری نے کہا، "آمر شدید" مراد ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ اکبر، و الحمد للہ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ نجران میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھوڑے پر سوار ہوتے وقت ایڑ لگائی تو آپؓ کی ران کا کچھ حصہ مکشوف ہوا تو اہل نجران آپ کی ران میں ایک کالا نشان دیکھ کر کہنے لگے، ہماری کتابوں میں یہی علامت تو لکھی ہے کہ یہ ہم کو ہماری زمین سے بے دخل کر دیگا۔

ایک مرتبہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! آپ خواب میں کچھ دیکھتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو جھڑک دیا تو انہوں نے کہا: ہم اپنی کتابوں میں لکھا پاتے ہیں کہ ان میں سے ایک شخص امت کے معاملات کو خواب میں دیکھے گا۔

زمانہ جاہلیت میں آپ کا مرتبہ:

معروف بن خربوذ کہتے ہیں: قریش کی سفارت کا عہدہ آپ کے پاس تھا۔ قریش کا کسی قبیلے کے ساتھ لڑائی یا اور کوئی اختلاف ہوتا تو سفیر کے طور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجتے۔

حضرت عمرؓ کے اسلام کے لئے حضورؐ کی دعا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: آپؐ نے یہ دعا فرمائی تھی: ''اللھم اعز الاسلام باحب الرجلین الیك، بعمر بن الخطاب او بابی جھل بن ھشام'' اے اللہ! عمر بن خطاب اور ابو جہل بن ھشام میں سے جو آپ کو پسند ہو اس کے ذریعے اسلام کو تقویت عطا فرما'' حضرت عمر بن خطاب اللہ کو پسند تھے۔ انہیں شرف اسلام نصیب ہوا۔

آپ کے مسلمان ہونے کا واقعہ:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ سے الجھنے اور ان کو چھیڑنے کی غرض سے باہر نکلا۔ تو دیکھا وہ مسجد کے اندر چلے گئے، میں پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔ تو آپ نے سورۃ الحاقہ کی تلاوت شروع کر دی۔ میں قرآن کی ترتیب و الفاظ سن کر حیران رہ گیا۔ اور مجھے پسند آیا۔ تو میں نے کہا: اللہ کی قسم: واقعۃً یہ شاعر ہے۔ جیسا کے قریش کے لوگ بھی کہتے ہیں پھر جب انہوں نے یہ آیات ''انہ لقول رسول کریم ٥ و ما ھو بقول شاعر قلیلا ماتؤ منون٥ پڑھیں تو میں نے کہا یہ کاہن ہیں۔ تو آپؐ نے یہ آیات پڑھی۔ ولا بقول کاھن قلیلا ماتذکرون٥ تنزیل من رب العالمین ٥ ولو تقول علینا بعض الاقاویل٥ لاخذ نامنہ بالیمین ٥ ثم لقطعنا منہ الوتین٥ فما منکم من احد عنہ حاجزین٥ (الحاقہ: ۴۰۔۴۷) اس وقت اسلام میرے دل میں اتر گیا تھا۔

باقاعدہ اعلان اسلام کا واقعہ:

اس کے متعلق چار اقوال ہیں:

پہلا قول: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

عرض کیا: آپ کو فاروق کس وجہ سے کہا جاتا ہے؟ تو فرمایا: حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے تین دن قبل مسلمان ہو گئے تھے۔ میرے دل میں بھی اسلام نے اپنے لئے جگہ بنالی تھی میں نے کہا: ''اللہ لا الہ الا ھو لہ الاسماء الحسنیٰ '' اسی وقت آپ ﷺ کی محبت میرے دل میں جاگزین ہو گئی تھی۔ روئے زمین میں آپ ﷺ مجھے محبوب لگ رہے تھے۔ میں نے اپنی بہن سے پوچھا: رسول اللہ کہاں ہیں؟ اس نے کہا: وہ الارقم بن ابی الارقم کے گھر میں ہیں۔ تو میں دارالارقم میں آیا۔ دیکھا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اور رسول اللہ ﷺ گھر کے اندر تشریف فرما ہیں۔ میں نے دروازے پر دستک دی تو لوگ اکٹھے ہو گئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا: کیا ہوا تمہیں؟ کہنے لگے: عمر بن الخطاب آ گئے ہیں۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے۔ اور میرا گریبان پکڑا اس زور سے کھینچا کہ میں اپنے کو سنبھال نہ سکا گھٹنوں کے بل گرنے کو ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: عمر! تم باز نہیں آتے؟ تو میں نے فوراً کہا: اشھد أن لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ۔ مجھے کلمہ پڑھتے ہوئے دیکھ گھر میں موجود تمام لوگوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ مسجد تک ان کی آواز سنائی دی پھر میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضے میری جان ہے تم ہی حق پر ہو، اگر مر جاؤ یا زندہ رہو تو میں نے عرض کیا۔ اگر ایسا ہے تو یہ چھپ چھپا کر عبادت کیوں؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا۔ ہم ضرور باہر نکل کر عبادت کریں گے۔ چنانچہ ہم دو صفوں میں باہر نکلے۔ ایک میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسری صف کے ساتھ میں تھا۔ ہم راستے میں غبار اڑاتے ہوئے مسجد حرام میں داخل ہو گئے۔ قریش مجھے اور حمزہ کو دیکھ کر سخت غمگین ہو گئے۔ اس طرح افسردہ اس سے پہلے وہ کبھی نہیں ہوئے تھے۔ اس روز آپ ﷺ نے مجھے ''الفاروق'' کے لقب سے ملقب فرمایا۔

دوسرا قول زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد اسلم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے فرمایا: اگر میں اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کروں تو تم پسند کرو گے؟ ہم نے ہاں میں جواب دیا۔ آپؓ نے فرمایا: آپ ﷺ کی محبت میرے دل میں داخل ہو گئی تھی۔

میں آپؐ کے پاس صفا کے قریب ایک گھر میں حاضر ہوا آپؐ نے میرا گریبان پکڑ کر فرمایا: اسلمیا ابن الخطاب، اللھم اھدہ ''ابن الخطاب! اسلام لے آؤ، اے اللہ! ان کو ہدایت نصیب فرما''

تو میں نے کہا: أشهد أن لا اله الا الله و أنك رسول الله۔ تو وہاں موجود مسلمانوں نے اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ مکہ کی گلی کوچوں میں یہ آواز سنائی دی، اس وقت تک لوگ خفیہ طور پر عبادت کرتے تھے۔ کیونکہ اگر کسی کو مسلمان ہوتے دیکھتے تو کافر لوگ اس پر ٹوٹ پڑتے میں نے اسلام قبول کرنے کے بعد جب اپنے ماموں کے پاس آ کر مسلمان ہونے کی خبر دی تو انہوں نے گھر کے اندر گھس کر دروازہ بند کر دیا۔ پھر میں نے قریش کے بڑے بڑے سرداروں کے پاس جا جا کر مشرف باسلام ہونے کی خبر سنائی تو مجھے کسی نے کچھ نہیں کہا تو میں نے کہا: یہ کیا بات ہوئی دوسرے لوگ مسلمان ہوتے ہیں تو ان کو مارا جاتا ہے، مجھے کسی نے نہیں مارا، ایک شخص نے مجھ سے کہا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تیرے مسلمان ہونے کی خبر پھیل جائے؟ تو میں نے کہا: ہاں میں یہی چاہتا ہوں تو اس نے کہا: جب لوگ کعبہ کے شمالی کونے میں جمع ہو جائیں تو تم فلاں شخص کے پاس جا کر کہہ دو۔ میں نے اپنا دین تبدیل کر دیا ہے۔ وہ شخص راز کو چھپا نہیں سکتا۔ چنانچہ میں نے اس شخص کے پاس آ کر کہا تمہیں پتا ہے میں نے اپنا دین تبدیل کر لیا ہے؟ یہ کہنا تھا کہ اس نے بآواز بلند کہا: لوگو! ابن الخطاب صابئ (بددین) ہو گیا ہے۔ یہ کہنا تھا کہ لوگ مجھے مارنے لگے، میں نے بھی ان کو مارا۔ اتنے میں میرے ماموں نے کہا: لوگو! میں نے ان کو پناہ دی کوئی ان کو ہاتھ نہ لگائے۔ اس اعلان کے بعد لوگ ہٹ گئے۔ میں چاہ رہا تھا کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ کتنے لوگ مسلمان ہو گئے ہیں میں ان سب کو دیکھنا چاہ رہا تھا۔ تو میں نے کہا۔ لوگوں کو مارا جاتا ہے اور مجھے نہیں مارا جاتا۔ تو جب تمام لوگ کعبہ کے پاس جمع ہو گئے تو میں نے اپنے ماموں کے پاس آ کر کہا: تمہاری پناہ کو میں قبول نہیں کرتا۔ کہا ایسا نہ کرو، تو میں نے انکار کیا تو کہنے لگے: تمہاری مرضی۔ تو پھر لوگوں نے مجھے مارا اور میں نے ان کو۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دیا۔ (حلیہ ص ۴۱، مجمع الزوائد، المناقب ۹/ ص ۶۴)

پہلے ہم بیان کر چکے ہیں ابن اسحاق کے مطابق آپ کا ماموں ابوجہل ہے اس کے غلط ہونے کا بھی ذکر اوپر آ گیا ہے آپ کا ماموں العاص بن ہاشم ہے۔ جو غزوہ بدر میں بحالت کفر مقتول ہوا۔ ابن سعد وغیرہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کو قتل کرنے والے بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

ابن شہابؒ نے کہا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے درمیان مجلس میں تشریف فرما تھے اتنے میں سعید بن العاص وہاں سے گذرے اور سلام کیا۔ حضرت عمر نے فرمایا: میرے بھتیجے! بدر کے دن تیرے باپ کو میں نے قتل نہیں کیا۔ بلکہ اپنے ماموں العاص بن ہشام کو قتل کیا تھا۔ مجھے ایک مشرک کو قتل کرنے پر عذر خواہی کی ضرورت نہیں ہے تو سعید بن العاص نے کہا: اگر آپ نے ان کو قتل بھی کیا ہے۔ تو آپ حق پر وہ باطل پر۔ یہاں ان کو عاص بن ھشام کے ساتھ ذکر کیا گیا جبکہ وہ عاص ابن الہاشم ہے۔ یہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعتذار اس لئے تھا کہ بدر کے دن العاص بن سعید بن العاص بھی قتل ہوئے تھے اور العاص بن ھاشم بن المغیرہ جو عمر کے ماموں تھے بھی مقتول ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتانا چاہتے تھے کہ انہوں نے اپنے ماموں العاص کو قتل کیا ہے نہ کہ سعید کے والد عاص کو۔ پھر بھی سعید آپ کا دفاع کر رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر میں سہمے بیٹھے تھے اتنے میں العاص بن وائل السہمی، والد عمرو بن العاص تشریف لائے۔ خوبصورت لباس زیب تن کیا ہوا تھا وہ زمانہ جاہلیت میں ہمارے حلیف ہوا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ تمہیں کیا ہوا ہے؟ کہنے لگے اسلام لانے کی وجہ سے تیری قوم مجھے قتل کرنے لگی ہے وہ کہنے لگا۔ ایسا نہیں ہوسکتا۔ آپ کو امان دی گئی۔ یہ کہہ کر العاص باہر نکلے دیکھا لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہے۔ پوچھا: تم لوگ کہاں جا رہے ہو۔ کہنے لگے: خطاب کا بیٹا بد دین ہوگیا ہے اس کی خبر لینے کے لئے العاص نے کہا: تم وہاں نہیں جا سکتے ان کے کہنے پر یہ سارے لوگ واپس لوٹ گئے۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: آپ کے

اسلام لانے کے وقت لوگوں کو آپ تک رسائی سے کس نے روکا؟ تو فرمایا: بیٹے! وہ العاص بن وائل تھے۔

میں چھت کے اوپر سے دیکھ رہا تھا کہ لوگ ایک شخص کے پاس جمع ہیں اور کہہ رہے ہیں۔صبا عمر، صبا عمر، (عمر بددین ہوگیا ہے عمر بددین ہوگیا) اتنے میں العاص بن وائل ریشمی لباس میں ملبوس ہوکر وہاں حاضر ہوئے۔اور کہنے لگے: عمر اگر صابی ہوگیا ہے تو میں نے ان کو پناہ دی ہے۔لوگ منتشر ہوئے۔ان کی اس طرح عزت سے مجھے تعجب ہوا۔

تیسرا قول: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے اندر اسلام کی پہلی روشنی آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک رات کسی وجہ سے میں گھر سے نکل کر کعبہ کے استار کے نیچے داخل ہوا۔رسول اللہ ﷺ آئے، آپ ﷺ اون کی موٹی چادر زیب تن کئے ہوئے تھے اور حطیم کی طرف نماز پڑھنے لگے۔نماز سے فارغ ہوکر تشریف لے گئے، میں نے ایسی شیریں آواز سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ میں بھی آپؐ کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ میری آہٹ سن کر فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے کہا: ''عمر'' فرمایا: عمر! تم دن رات میرا پیچھا نہیں چھوڑتے ہو۔عمر کہتے ہیں مجھے خوف لاحق ہوا کہ کہیں آپؐ مجھے بددعا نہ دیں تو میں نے فوراً کلمہ پڑھا ''أشھد أن لا الہ الا اللہ و أنك رسول اللہ'' آپؐ نے فرمایا: اس کو خفیہ رکھو تو میں نے عرض کیا، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو پیغمبر برحق بنا کر مبعوث فرمایا اب تک میں شرک کو ظاہر کرتا تھا اب اسلام کا بھی اعلان کروں گا۔(حلیہ ا ص ۴۰، تاریخ الخلفاء ۱۱۰، تقریب التہذیب)

چوتھا قول: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں: ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے جارہے تھے راستے میں قبیلہ بنوزہرہ کے ایک شخص سے ملاقات ہوئی، اس نے پوچھا: عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا محمد (صلعم) کو قتل کرنے چلا ہوں، اس نے کہا: تم محمد (ﷺ) کو قتل کر کے بنوہاشم اور بنوزہرہ سے کس طرح بچ جاؤ گے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: لگتا ہے تم بھی بددین ہوگئے ہو۔اور اپنا آبائی دین چھوڑ چکے ہو۔اس نے کہا کہ کیا تمہیں تعجب کی ایک بات نہ بتادوں؟ آپ کی بہن اور بہنوئی بھی آپ کا دین ترک کر کے اسلام قبول کر چکے ہیں۔عمر یہ سن کر بڑے غصے کی حالت میں بہن کے

گھر کی طرف چل پڑے، وہاں پہنچ گئے۔ اس وقت حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں قرآن کریم پڑھا رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سن کر وہ پردے کے پیچھے روپوش ہو گئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر داخل ہوئے، کہنے لگے یہ آہستہ آہستہ آواز کیا تھی؟ انہوں نے کہا: آپس میں باتیں کر رہے تھے، کہنے لگے: مجھے لگتا ہے تم صابی بن گئے ہو۔ ہمارا دین چھوڑ چکے ہو۔ بہنوئی نے کہا: مجھے بتایئے اگر تیرے دین کے علاوہ کوئی دین سچا ہو تو؟ یہ کہنا تھا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان پر ٹوٹ پڑے۔ ان کو پے در پے مارنے لگے، بہن نے آ کر بھائی کو ہٹایا تو بہن کو ایک زوردار تھپڑ رسید کیا جس کی وجہ سے چہرہ خون آلود ہو گیا۔ وہ غصے کی حالت میں بولنے لگیں، اگر دوسرا دین سچا ہے تو میں نے اسے اختیار کر لیا ہے ''أشهد أن لا اله الا الله و أشهد أن محمدا رسول الله'' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مایوس ہو کر کہنے لگے، وہ کتاب مجھے دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے، تاکہ میں بھی اس کو پڑھ لوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھنے کی قدرت رکھتے تھے۔ ان کی ہمشیرہ نے کہا: تم ناپاک ہو، اس کو پاک آدمی ہی ہاتھ لگا سکتا ہے۔

''لایمسه الا المطهرون'' (الواقعہ:۷۹)

اٹھو، غسل یا وضو کرو، اٹھ کر وضو کیا، کتاب کو ہاتھ میں لیکر پڑھنے لگا، اور سورۃ طٰہٰ پڑھتے رہے (انني انا الله لا اله الا انا فاعبدني و أقم الصلوة لذكرى) تک پڑھنے کے بعد فرمایا: محمد ﷺ کے بارے میں بھی بتاؤ وہ کہاں ہیں۔ خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سنا تو باہر تشریف لائے اور فرمایا: عمر! تجھے خوش خبری ہو، میری امید ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جمعرات کے روز کی دعا تیرے حق میں قبول ہوئی، آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا:

''اللهم اعز الاسلام بعمر ابن الخطاب اوبابي جهل بن هشام''

''اے اللہ! عمر بن الخطاب یا ابوجہل بن ھشام کے ذریعے اسلام کو تقویت دے''

آپؐ صفاء کے دامن میں واقع گھر میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے چلے اس مقام پر پہنچے جہاں آنحضرت تشریف فرما تھے، گھر کے باہر دروازے کے پاس

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چھ دیگر اصحاب موجود تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر لوگ گھبرا گئے، تو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں یہ عمر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اگر اس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ فرمادے تو وہ مشرف بہ اسلام ہو کر آپؐ کی پیروی کریگا۔ اگر اس کے ساتھ ایسا معاملہ نہ فرمایا تو اس کو قتل کرنا ہمارے لئے کوئی مشکل نہیں ہوگا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تشریف رکھتے تھے، اور وحی نازل ہو رہی تھی۔ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی باہر تشریف لائے۔ سیدھے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچ کر ان کا گریبان اور تلوار کا نیام اکٹھے پکڑ کر فرمایا: عمر! تم اس وقت تک باز آنے والے نہیں جس وقت تک ولید بن المغیرہ کی طرح رسوا نہ ہو۔ پھر فرمایا: **اللھم ھذا عمر بن الخطاب اعز الاسلام بعمر بن الخطاب** ''تو حضرت عمر نے فوراً کہا: ''**اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ**'' اسلام قبول کرتے ہی فرمایا۔ یارسول اللہ باہر نکل کر عبادت کیجئے۔

(طبقات ابن سعد: ص ۲۶۷، الفتح ۴۶/۸)

اسلام لانے کا سال اور مسلمانوں کی تعداد:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چھبیس سال کی عمر میں ذی الحجہ کے مہینے میں نبوت کے چھٹے سال میں دولت اسلام سے سرفراز ہوا۔ امام زہریؒ کہتے ہیں: چالیس یا چھیالیس افراد کے مسلمان ہونے کے بعد آپؓ مسلمان ہوئے ایک روایت کے مطابق آپؓ پینتالیس افراد کے بعد مسلمان ہوئے۔

بعض علماء نے کہا ہے: آپ سے پہلے انتالیس افراد مسلمان ہو چکے تھے چالیس کا عدد آپؓ کے اسلام لانے سے مکمل ہوا، ان سے پہلے مسلمان ہونے والے افراد کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ ابوبکر، عثمان، علی، زبیر، طلحہ، سعد، عبدالرحمٰن، سعید، ابوعبیدہ، حمزہ بن عبدالمطلب، عبید بن الحارث، جعفر بن ابی طالب، مصعب بن عمیر، عبداللہ بن مسعود، عیاش بن ابی ربیعہ، ابوذر، ابوسلمہ بن عبدالاسد، عثمان بن مظعون، زید بن حارثہ، بلال بن رباح، خباب بن الارت، اعتداد، صہیب، عمار، عامر بن فہیرہ، عمر بن عنبہ، نعیم بن عبداللہ، انحام، حاطب بن الحارث، خالد بن سعید بن العاص، خالد بن الکبیر، عبدالرحمٰن

بن جحش، ابواحمد بن جحش، عامر بن بکر، عتبہ بن غزوان، الارقم بن ابی الارقم، انیس (برادرِ)ابی ذر، واقد بن عبداللہ، عامر بن ربیعہ اور السائب بن مظعون ﷺ اور چالیسویں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔

آپؓ کے اسلام پر اہل سماء کی خوشی:

الزہری کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو حضرت جبریل علیہ السلام مبارکباد دینے کے لئے نازل ہوئے، فرمایا: یا محمد ﷺ! مسلمانوں کو حضرت عمر کے مسلمان ہونے کی مبارک باد دیجئے۔ (ابن سعد: ۳/۲۷۰)

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشرف بہ اسلام ہونے سے آسمانوں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

آپؓ کے مسلمان ہونے سے اسلام کا ظہور:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب کلمہ پڑھ لیا تو گھر میں موجود تمام افراد نے اتنی بلند آواز میں نعرہ تکبیر لگایا کہ مسجدِ حرام تک آواز پہنچ گئی، اسلام لاتے ہی فرمایا: یارسول اللہ! ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں! ہم ہی حق پر ہیں تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر یہ چھپ چھپا کر عبادت کیوں؟ تو آپؐ نے اعلانیہ عبادت کرنے کا اعلان فرمایا۔ (ابن عساکر، تاریخ الخلفاء ۱۱۳)

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو اسلام کی طرف اعلانیہ دعوت دینے کا کام شروع ہوگیا، اور ہم کعبہ کے پاس حلقہ بنا کر بیٹھنے لگے، اعلانیہ طواف شروع ہوگیا۔ (طبقات ابن سعد: ۳ ص ۲۶۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد ہم مسلسل غالب ہوتے چلے آرہے ہیں۔ (بخاری ۳، فتح الباری، ۸ ص ۱۷۶)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: قیامت کے دن اسلام حاضر ہوگا، لوگوں سے ملے گا حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر ان کا ہاتھ پکڑ کر وسط عرش کی طرف چڑھے گا، اور

دربار الٰہی میں عرض کریگا، یارب! میں روپوش تھا میری بے وقعتی کی جارہی تھی، اس نے مجھے آشکارہ کیا، اس کو پورا پورا بدلہ دیجئے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے آئیں گے۔ ان کے ہاتھ پکڑ کر جنت تک پہنچائیں گے جبکہ دوسرے تمام لوگ ابھی احتساب کے مراحل سے گذر رہے ہوں گے۔

لقب ''الفاروق'' سے ملقب ہونے کی وجہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ کو کس وجہ سے الفاروق کہا جاتا ہے؟ تو فرمایا میرے اسلام لانے پر آپؐ نے ہمیں مسجد کی طرف جانے کا حکم دیا۔ اور ہم دو قطاروں میں مسجد کی طرف اس طرح چل پڑے کہ چکی کے گرد اڑانے کی طرح گرد اڑاتے ہوئے مسجد میں داخل ہوگئے، اس روز آپؐ نے مجھے الفاروق کے عظیم لقب سے ملقب فرمایا۔

ایوب بن موسیٰ کہتے ہیں: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر کی زبان اور دل پر جاری فرما دیا۔ وہ فاروق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے حق و باطل کے درمیان امتیاز کیا۔ (طبقات ابن سعد: ۳ص ۲۷۰)

ابوعمرو بن ذکوان کہتے ہیں: میں نے ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا: عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو الفاروق کا لقب کس نے دیا: فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے۔

النزال بن سبرۃ الہلالی کہتے ہیں: ایک مرتبہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ فرما دیجئے۔ تو فرمایا: وہ ایسے شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فاروق کے نام سے موسوم فرمایا۔ ان کے ذریعے حق و باطل کے درمیان فرق کیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ''اللھم أعز الاسلام بعمر۔ ترجمہ: اے اللہ عمر کے ذریعے اسلام کو قوت دے۔

(الموافقہ، الریاض الناضرۃ، موارد الظمآن رقم ۲۱۷۰)

ہجرت کا واقعہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ منورہ کی

طرف ہجرت کرنے کا حکم صادر فرمایا: تو لوگ جماعتوں کی شکل میں مدینے کی طرف چل پڑے، عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اور عیاش ابن ربیعہ مکہ سے روانہ ہوئے۔

(ابن سعد: ۳ ص ۲۷۱)

ابو اسحاق نے کہا! میں نے براء بن عازب سے سنا وہ کہتے ہیں کہ صحابہ میں سب سے پہلے مدینہ پہنچنے والے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بعد بلال، سعد، عمار بن یاسر پھر ان کے بعد حضرت عمر بن الخطاب ہیں جو بیس صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ داخل ہوئے۔ (فتح الباری: ۸ ص ۲۶۱)

کسی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ نے پہلے ہجرت کی یا عمر نے؟ تو غصہ ہوئے فرمایا۔ میں نے نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے ہجرت کی۔ وہ دنیا اور آخرت میں مجھ سے بہتر ہیں۔

مدینہ میں آپ کی فرودگاہ:

عبداللہ بن عبداللہ نے کہا مدینہ میں ان کی منزل وہ ہے جہاں آپؐ نے خود ان کے لئے مقرر فرمایا۔

مواخات میں حضرت عمرؓ کے ساتھ کون تھا:

محمد بن ابراهیم کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مواخات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کر دیا۔ (طبقات ابن سعد: ۳ ص ۲۷۲)

اور سعد بن ابراہیم کے بقول حضور ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ اور عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔

عبدالواحد بن عوف کے قول کے مطابق عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ عتبان بن مالک کو کر دیا۔

(الاصابہ: رقم: ۶۱۱۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے رب کے ساتھ تین چیزوں میں موافقت کی۔ (۱) میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم میں نماز پڑھیں تو اچھا ہوگا۔'' تو آیت:

"واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی" (البقرہ:۱۲۵)

نازل ہوئی۔(۲) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے گھر میں مختلف لوگ آتے رہتے ہیں اگر آپ ازواج مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم دیتے تو اچھا ہوتا؟ تو پردے کی آیت نازل ہوئی، (۳) حضرات ازواج مطہرات غیرت کے معاملہ میں یک جا ہوئیں تو میں نے ان سے کہا: ممکن ہے اللہ تعالیٰ تمہیں طلاق دلوا کر رسول اللہ ﷺ کو تم سے بہتر ازواج عطا فرمائے گا۔تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

"عسٰی ربّه ان طلّقکنّ ان یبدله ازواجاً خیراً منکن"

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ سے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ اپنی ازواج مطہرات کا پردہ کرا دیجئے کچھ دیر بعد پردے کا حکم نازل ہوگیا۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں میں میری رائے کی موافقت فرمائی، حجاب، بدر کے قیدیوں اور مقام ابراہیم کے متعلق۔ (مسلم: فضائل عمر:۷/۱۱۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: تین چیزوں میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسروں کے مقابلہ میں فضیلت حاصل ہے۔(۱) بدر کے قیدیوں کے متعلق عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے قتل کرنے کی تھی۔تو اللہ تعالیٰ نے: "لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ" (الانفال: ٦٨) نازل فرمائی۔

(۲) حضرت عمر کی رائے تھی کہ حضرات ازواج مطہرات پردہ کریں، تو آیت نازل ہوئی (اذا سألتموهنّ متاعاً فسئلوهنّ من وراء حجاب) (الاحزاب:۵۳)

(۳) رسول اللہ ﷺ کی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلمان ہونے کی خصوصی دعا:

"اللهم ايد الاسلام بعمر"

حضرت عمرؓ کے متعلق آپ ﷺ کے ارشادات:

عمر کا ملهم من الله ہونا: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرمایا آنحضرت ﷺ نے: سابقہ امتوں میں کچھ لوگ ملهم من الله (اللہ تعالیٰ کی طرف سے

الہام کیا جانا) ہوا کرتے تھے، اگر میری امت میں بھی کوئی ہے تو وہ عمر ہوسکتا ہے۔

(مسلم: فضائل عمر: ۷/۱۱۵، الترمذی، المناقب ۳۶۹۴، بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا تھا، اس امت میں اگر ایسا شخص ہوسکتا ہے تو وہ عمر ہے۔ (بخاری، ۳۳۹/۲)

شیطان کا حضرت عمرؓ کو دیکھ کر بھاگنا:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس قریش کی کچھ عورتیں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ آوازیں ان کی بلند ہو رہی تھی اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دروازے پر دستک دی، تو عورتیں پردہ کرنے لگیں، حضور ﷺ نے ان کو اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی وہ اندر داخل ہوئے، اور آپ ﷺ ہنسنے لگے، عمر نے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ ساری عمر آپ کو خوش فرمادے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ عورتیں میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں، انہوں نے جب آپ کی آواز سنی تو جلدی سے حجاب کرنے لگیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کو تو آپ سے زیادہ ڈرنا چاہیے۔ پھر عورتوں کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگے، اے اپنے نفس کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ ﷺ سے نہیں ڈرتیں؟

تو انہوں نے کہا: ہاں تم زیادہ سخت مزاج ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے تم جس راستے پر چلتے ہو، شیطان اس راستے کو چھوڑ کر دوسری راہ چلنے لگتا ہے۔ (بخاری: مناقب عمر، مسلم فضائل عمر، ۷، ص ۱۱۵، احمد ا، ص ۱۷۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک مرتبہ آپ ؐ تشریف فرما تھے، باہر سے کچھ آوازیں اور بچوں کا شور سنائی دیا، آپ ؐ نے دروازے پر جاکر دیکھا تو حبشہ کے کچھ لوگ ناچ رہے ہیں اور بچے ان کے پاس جمع ہیں۔ حضور ﷺ نے مجھے آواز دی، عائشہ! آؤ، تم بھی دیکھو، میں آئی، اور آپ ؐ کے پیچھے کھڑی ہوگئی اور اپنی ٹھوڑی آپ کے شانے پر رکھ کر آپ کے شانے اور سر کے درمیان سے دیکھنے لگی، میں دیکھتی رہی اور آپ ؐ پوچھتے رہے

ابھی سیر ہو گئے؟ میں کہتی رہی نہیں، ابھی نہیں، تا کہ میں آنحضرت ﷺ کے دل میں اپنی حیثیت کو معلوم کر سکوں۔ اتنے میں عمر آ گئے، انہیں دیکھ کر لوگ ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں انسی اور جنی شیاطین کو عمر سے بھاگتے ہوئے دیکھتا ہوں۔

(الترمذی، المناقب: ۳۶۹۲)

جنت کی بشارت:

سعد بن زید بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''ابوبکر جنتی ہے، عمر جنتی ہے، عثمان جنتی ہے، علی جنتی ہے۔ سعد بن مالک جنتی ہے۔ عبدالرحمٰن جنتی ہے۔ طلحہ جنتی ہے۔ زبیر جنتی ہے۔ راوی کہتے اگر چاہو تو نویں جنتی کا بھی نام لوں؟ لوگوں نے مضطرب ہو کر اس کا نام بتانے پر اصرار کرنے لگے، تو انہوں نے کہا۔ اگر تم اصرار نہ کرتے تو میں اس کا نام نہ بتاتا، مگر تم لوگوں نے شدت کے ساتھ اصرار کیا ہے۔ تو سن لو، وہ میں ہوں، اور دسویں کو رسول اللہ ﷺ پورا فرمائیں گے۔ پھر کہنے لگے، ان حضرات کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں ایک حاضری جس میں ان کے چہرے غبار آلود ہو گئے تھے۔ تمہاری ساری عمر کی تمام عبادتوں سے کئی گنا بہتر ہے۔ اگر چہ تمہیں حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ملے۔ (مسند احمد: ۱/ص ۱۸۷، ابو داؤد، ۲/ص ۵۱۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے حضرات صحابہ سے فرمایا: آج تم میں سے کوئی کسی جنازے میں شریک ہوا ہے؟ تو عمر نے کہا: یا رسول اللہ! میں، آپ ﷺ نے پوچھا آج کسی نے کسی مریض کی عیادت کی ہے؟ تو عمر نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے۔ آپ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا: آج کس کا روزہ ہے۔ تو عمر نے کہا: میرا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''وجبت، وجبت'' واجب ہو گئی، واجب ہو گئی۔ یعنی جنت واجب ہو گئی۔

(الریاض: ۱/۳۱۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اپنی ضرورت کے لئے مدینہ کے ایک باغ میں تشریف لے گئے، میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا، جب آپ باغ کے اندر داخل ہوئے تو میں نے کہا: آج میں آپ ﷺ کی دربانی کروں گا،

حالانکہ حضور ﷺ نے مجھے اس کا حکم نہیں فرمایا تھا، چنانچہ آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے، اور اپنی ضرورت سے فارغ ہو گئے۔ اور آ کر کنویں کے منڈیر پر تشریف فرما ہوئے۔ پنڈلیاں کھول کر پاؤں کنویں کے اندر لٹکا دیئے، اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے باغ کے دروازے پر آ کر دستک دی اور اندر آنے کی اجازت طلب کی، تو میں نے کہا: تم یہی کھڑے رہو، میں حضور ﷺ سے پوچھ کر آتا ہوں میں نے خدمت نبوی میں آ کر عرض کیا: ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر آنا چاہتے ہیں فرمایا: آنے دو اور جنت کی خوشخبری بھی انہیں سنا دو۔ مسلم شریف میں حضرت جابر کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ کھجوروں کے ان درختوں کے اندر سے ایک جنتی شخص نمودار ہوگا، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، میں نے ان کو مبارک باد دی۔ آپؐ نے دوبارہ فرمایا۔ کھجوروں کے ان درختوں کے بیچ سے ایک شخص نمودار ہوگا۔ جو جنتی ہے۔ اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ آ گئے، میں نے انہیں بھی جنت کی مبارکباد دی۔ آپؐ نے پھر فرمایا: کھجوروں کے ان درختوں کے درمیان سے اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لا رہے ہیں۔

(مسند احمد: ۳ص ۳۵۶)

حضورؐ کا حضرت عمرؓ کو یا اخی فرمانا:

حضرت سالم بن عبداللہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عمرہ کرنے کی اجازت طلب کی آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرما کر ارشاد فرمایا: ''**یا اخی لا تنسانا من دعائك**'' اے میرے بھائی اپنی دعاؤں میں ہمیں بھی یاد رکھنا پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا ''**یا أخی أشر کنا فی دعائك**'' اے میرے بھائی: اپنی دعاؤں میں ہمیں شریک کرنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مجھے آپ ﷺ کے الفاظ ''**یا اخی**'' کے مقابلے میں دنیا کی کوئی چیز بھی محبوب نہیں ہے۔

اہل جنت کا چراغ:

حضور ﷺ نے فرمایا: عمر اہل جنت کا چراغ ہے۔ (مسند احمد: ابن سعد: ۳/۳۷۳)

آپ کے دل وزبان پر حق کا جاری ہونا:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق کو وضع فرمایا ہے۔ جس کا وہ اظہار کرتا ہے، ایک جگہ ارشاد ہے:

"إن الله وضع الحق على لسان عمر و قلبه"

"اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل وزبان پر حق کو جاری فرمادیا"

(ترمذی الفضائل: رقم: ۳۶۸۳، مسند احمد، ۲/ ۹۵/۵۳)

آپؐ کے بعد حق کا حضرت عمرؓ کے ساتھ ہونا:

حضرت فضل بن عباسؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا عمر میرے ساتھ ہوتا ہے جہاں میں پسند کرتا ہوں اور میں ان کے ساتھ ہوتا ہوں جہاں وہ پسند کرتا ہے۔ میرے بعد عمر رضی اللہ عنہ جہاں بھی ہو حق اس کے ساتھ شامل حال رہے گا۔

(طبرانی، ابن عدی)

اسود بن سریع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "ایک مرتبہ میں نے خدمت اقدس میں عرض کیا میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور آپ ﷺ کی صفات اشعار میں بیان کی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا (ان ربك محب الحمد) آپ کا رب حمد کو پسند فرماتا ہے۔ میں نے اشعار سنانا شروع کر دیا اتنے میں ایک سفید اور طویل القامت شخص نے آپ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ تو حضور اقدس ﷺ نے مجھ سے فرمایا: خاموش رہو! وہ صاحب اندر تشریف لائے، تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد چلے گئے، میں نے آپ ﷺ کو اشعار سنانا شروع کیے، وہ شخص دوبارہ آ گیا، آپ ﷺ نے مجھے خاموش کرا دیا۔ اس طرح دو تین مرتبہ وہ آئے اور گئے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ شخص کون ہے جس کی آمد پر آپ مجھے خاموش رہنے کا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: یہ عمر ہے۔ یہ ایسا شخص ہے جو غلط باتوں کو پسند نہیں کرتا۔

(مسند احمد: ۴۳۵/۳، مجمع الزوائد ۶۶/۹ ۷ حلیہ ۴۶/۱)

سوال: کوئی یہ اشکال کر سکتا ہے کہ گروہ غلط اشعار سنا رہے تھے تو آپ ﷺ کیوں سن رہے تھے؟

جواب: شعراء کے بارے میں چونکہ قرآن کریم میں وارد ہے:

"فی کل وادیّھیمون" (الشعراء:۲۲۵)

"وہ اچھے برے اشعار کہا کرتے ہیں"

اس شاعر نے کہا تھا میں نے حمد و نعت کو منظوم کیا ہے تو آپؐ نے اس کے اشعار سنے اگر کوئی غلط شعر آ جاتا تو نرمی کے ساتھ اس کی اصلاح فرماتے جیسا کہ مدینہ کے بچوں نے اشعار کہے تھے جس میں انہوں نے یہ کہا تھا "وفینا نبی یعلم ما فی غدا" ہمارے درمیان ایک نبی ہے جو کل کی بات کو بھی جانتا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کہو، تو یہاں آپ ﷺ نے اس شاعر کو اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنے پر خاموش کر دیا اگر عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں وہ غلط شعر کہتا تو عمر رضی اللہ عنہ اس پر سخت نکیر کرتے اور آپؐ نرمی کے ساتھ سمجھاتے تھے آپؐ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا تھا:

"واشد امتی فی امر الله عمر"

اللہ تعالیٰ کے ہاں عمر کی حیثیت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے، اور عرض کیا: عمر کو سلام کہہ دیں، اور ان کو یہ بھی بتا دیں کہ ان کی رضا عزت اور ان کا غضب حکم ہے۔ (طبرانی، مجمع الزوائد ج ۶۹/۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

"اتقوا غضب عمر فان الله یغضب إذا غضب عمر"

"عمر کے غصے سے بچو، اگر عمر ناراض ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے"

مرنے کے بعد بھی ایمان کی اسی حالت میں برقرار رہنے کی شہادت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اگر تم منکر نکیر کو دیکھو گے تو تمہاری کیا کیفیت ہوگی؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! منکر نکیر کیا ہیں؟ فرمایا: یہ دو فرشتے ہیں جو قبر میں تیرے پاس آئیں گے، اپنے دانتوں سے زمین کو کریدیں گے، اور اپنے بالوں سے زمین کو روندیں گے، ان کی آوازیں بجلی کی کڑک سے سخت اور ان

کی آنکھیں اچکنے والی بجلی سے تیز ہوں گی، ان کے ہاتھوں میں لوہے کا ہتھوڑا ہوگا۔ بھاری اتنا ہوگا کہ پوری دنیا کے لوگ بھی نہیں اٹھا سکیں گے، مگر وہ اس کو اس طرح اٹھائیں گے جیسا کہ میری اس لاٹھی کو اٹھانا آسان ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اسی کیفیت میں ہوں گا؟ فرمایا: ہاں، میں نے عرض کیا تب میں ان کے لئے کافی ہوں گا۔ (بیہقی کتاب القبور)

عمرؓ کی ایک اور فضیلت:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لو كان بعدی نبی لكان عمر بن الخطاب''

''اگر میرے بعد نبی آتا تو وہ عمر بن الخطاب ہوتا''

(مسند احمد ج ۴/ ۱۰۴، ترمذی، فضائل رقم ۳۶۸۷، مستدرک)

جبریل کی زبانی آپؓ کی فضیلت:

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: حضور اقدس ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا: آسمان والوں کے ہاں عمر کا کیا مقام ہے ذرا بیان کیجئے، جبریل علیہ السلام نے کہا: یا محمد! اگر میں آپ کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ساڑھے نو سو سال کی مقدار میں بیٹھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت سنانے لگوں تو ان کی ایک فضیلت بھی پوری نہیں ہوگی عمر، ابوبکر کی نیکیوں میں ایک نیکی ہے۔ (اللالی المصنوعہ: ۱/ ۳۰۳)

حضرت عمرؓ کے لئے حضورؐ کی دعا:

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے: ایک مرتبہ حضور ﷺ نے عمر کو سفید رنگ کی خوبصورت قمیص پہنے دیکھ کر فرمایا: تیرے یہ کپڑے نئے ہیں یا دھلے ہوئے؟ عمر نے کہا: دھلے ہوئے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''البس جديدا، و عش حميدا، ومت شهيداً'' نئے لباس پہنو، معزز زندگی گزارو اور شہادت کی موت مرو'' (اللالی المصنوعہ: ۱/ ۳۰۳)

رسول اللہؐ کا خواب جو عمر کی فضیلت ظاہر کرتا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے

خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک جگہ مٹی کے پاس کھڑے ہیں۔ اتنے میں ابوبکر اٹھے، اور وہ ایک چھوٹا سا ڈول لیکر اس سے پانی نکالنے لگے، ان سے بعض دفعہ کمزوری بھی ہوتی، پھر ڈول کو عمر نے ہاتھ میں لیا۔ ان کے ہاتھ میں آ کر وہ ایک بڑے ڈول میں تبدیل ہوا۔ پھر انہوں نے اپنا کام شروع کیا یہاں تک کہ سارے لوگ سیراب اور فیضیاب ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے ایک یا دو ڈول نکال لیا۔ پھر تم آ گئے اے ابوبکر! تم نے بھی ایک دو ڈول نکال لیا۔ پھر عمر آ گئے، انہوں نے پانی نکالنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ چھوٹا ڈول ان کے ہاتھ میں ایک بڑے ڈول میں تبدیل ہو گیا۔ اس سے لوگ سیراب ہونے لگے۔ ابوبکر! تم اس خواب کی تعبیر دو، ابوبکر نے کہا: آپ کے بعد خلافت مجھے ملے گی میرے بعد عمر ہوں گے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا فرشتے نے بھی اس طرح تعبیر بیان کی ہے۔

(بخاری، الفتح ۱۶اص ۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کالے رنگ کی بکریوں کے لئے کنویں سے پانی نکال رہا ہوں ان کے ساتھ پیلے رنگ کی بکریاں شامل ہو گئیں اتنے میں ابوبکر آ گئے، انہوں نے دو ڈول نکالے مگر اس میں تھوڑی سی کمزوری تھی (اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دے) پھر عمر آ گئے، انہوں نے ڈول ہاتھ میں لیا وہ ان کے ہاتھ میں ایک بہت بڑے ڈول میں بدل گیا۔ انہوں نے لوگوں کو خوب سیراب کیا۔ بکریاں بھی سیراب ہو کر لوٹیں، حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے اس خواب کی تعبیر یوں کی کالے رنگ کی بکریوں کی تعبیر عرب اور پیلی عجم ہیں۔

(مجمع الزوائد فضائل عمر ۹ص ۷۱، مسند احمد ۵ص ۴۵۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے، میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے ایک پیالے میں دودھ دیا گیا۔ جس سے میں پینے لگا، اس کے اطراف سے دودھ چھلکنے لگا، اتنے میں عمر آ گئے، میں نے بچا ہوا دودھ عمر کو دیدیا، صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر کی، فرمایا: اس کی تعبیر علم ہے۔

(بخاری، مسلم، مسند احمد: ۸۳/۲)

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا، لوگ میرے سامنے پیش کیے جا رہے ہیں ان میں سے کچھ لوگ ایسی قمیص پہنے ہوئے ہیں کہ وہ صرف ان کے سینوں تک ہے کچھ کے اس سے کچھ نیچے تک اور عمر کو میرے سامنے لایا گیا تو ان کی قمیص زمین تک پہنچی ہوئی تھی۔ صحابہ نے عرض کیا: تو پھر آپ نے کیا تعبیر کی؟ فرمایا: اس کی تعبیر دین ہے۔ (بخاری مناقب عمر، مسلم فضائل: ۱۱۲/۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں نے خواب میں خود کو جنت میں دیکھا اتنے میں ایک محل کے پاس ایک عورت کو وضو کرتے دیکھا میں نے کہا: یہ محل کس کا ہے؟ مجھے بتایا گیا: یہ عمر کا ہے۔ مجھے عمر کی غیرت یاد آ گئی تو میں پیچھے کو لوٹا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر رو پڑے، اور فرمایا: یارسول اللہ! کیا میں آپ پر غیرت کروں؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا اس میں سونے کا ایک محل دیکھا، میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ مجھے بتایا گیا: یہ ایک قریشی جوان کا ہے میں نے خیال کیا وہ میں خود ہو سکتا ہوں۔ میں نے کہا: وہ کون ہے؟ بتایا گیا وہ عمر بن الخطاب ہے۔ عمر کو خطاب کر کے فرمایا: عمر! تیری غیرت کی وجہ سے میں اس میں داخل نہیں ہوا تو حضرت عمر رونے لگے، اور فرمایا: یارسول اللہ! کیا آپ پر غصہ کیا جائے گا؟

(بخاری، مسلم: مسند احمد)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں جب جنت میں داخل ہوا تو میں اپنے آگے آگے ایک خفیف سی آواز اور حرکت محسوس کی، میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ بتایا گیا یہ بلال ہے، میں آگے چلتا رہا۔ میں نے دیکھا اکثر جنتی فقراء، مہاجرین اور مسلمانوں کے بچے ہیں اس میں سب سے کم عورتیں اور اغنیاء ہیں وجہ پوچھنے پر مجھے بتایا گیا اغنیاء ابھی جنت کے دروازے پر احتساب کے لئے روکے گئے ہیں۔ اور عورتوں کو ریشم اور سونے چاندی کی چمک نے غفلت میں ڈال دیا ہے۔ اس کے بعد میں جنت کے آٹھ دروازوں میں سے ایک دروازے سے نکلا۔ جب دروازے تک پہنچا تو ایک ترازو لایا گیا۔

جس کے ایک پلڑے میں مجھے اور دوسرے پلڑے میں میری امت کو رکھا گیا، تو میرا پلڑا جھک گیا، پھر ابوبکر کو لایا گیا۔ ان کو ایک پلڑے میں اور میری تمام امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا، تو ابوبکر کا پلڑا بھاری ہوگیا۔ پھر عمر کو لایا گیا۔ ان کو بھی ایک پلڑے میں اور میری ساری امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا، تو عمر کا پلڑا جھک گیا۔

(مسند احمد: ۲۵۹/۵، مجمع الزوائد فضل ابی بکر، عمر ۵۹/۵)

ابوبکرؓ وعمرؓ کی اجتماعی فضیلت پر احادیث:

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ جنت میں نیچے درجے والے اوپر کے درجے والوں کا اس طرح نظارہ کریں گے جس طرح (زمین والے) آسمان کے افق پر طلوع ہونے والے ستارے کا کرتے ہیں ابوبکر وعمر انہیں میں سے ہیں۔ یہ کیا ہی عظیم نعمت ہے۔

(ترمذی: الفضائل: ۳۶۵۹، مسند احمد: ۲۷/۳، ابن ماجہ: ۲۶/۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ آپ ﷺ نے نماز پڑھا کر ہماری طرف رخ کرکے فرمایا: ایک شخص ایک گائے کو ہانک کرنے جارہا تھا، راستہ میں اس پر سوار ہوگیا، گائے بولنے لگی، ہم کو اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے، ہم زمین جوتنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! گائے بولتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں، ابوبکر اور عمر اس پر ایمان لائے ہیں۔ اس وقت ابوبکر وعمر مجمع میں موجود نہیں تھے۔ اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص بکریاں چرا رہا تھا، اچانک ان پر بھیڑیا حملہ آور ہوکر ان میں سے ایک بکری اٹھالے گیا۔ اس شخص نے اس کا پیچھا کرکے بکری کو اس سے چھڑا لیا، تو بھیڑیے نے کہا: اب تو، تو نے اس کو مجھ سے چھڑا لیا۔ درندوں کے دن اس کی حفاظت کون کریگا جس دن میرے علاوہ اور کوئی چرواہا نہیں ہوگا۔ تو لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! بھیڑیا بھی بولتا ہے۔ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور ابوبکر وعمر کا بھی اس پر ایمان ہے۔ اس وقت بھی یہ دونوں حضرات موجود نہیں تھے۔ (بخاری، مسلم ۱۱۱/۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں اور حضور ﷺ مسجد میں تھے تیسرا

کوئی شخص ہمارے ساتھ نہیں تھا۔ اتنے میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر سامنے سے رونما ہوئے، حضور ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: ''علی! یہ دونوں انبیاء و مرسلین کے علاوہ جنت میں تمام عمر رسیدہ لوگوں کے سردار ہوں گے، یہ بات انہیں بتاؤ مت، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان کے وفات تک نہ ان کو بتایا نہ ان کے علاوہ کسی اور کو۔

(ترمذی حدیث نمبر ۳۶۶۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: میں آپ کے پہلو میں بیٹھا تھا، اتنے میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما وہاں سے گذرے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی! قریب ہو جاؤ، میں آپ کے قریب آ گیا۔ فرمایا تم ان دونوں کو دیکھ رہے ہو؟ انبیاء و مرسلین کے علاوہ تمام اہل جنت کے عمر رسیدہ افراد کے سردار ہیں۔ علی انہیں یہ بات مت بتانا۔

ثعلب کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ان پر شفقت کرتے ہوئے یہ بات ان سے چھپا دی۔ اگر بتا دیتے تو اس عظیم نعمت کے شکر میں بہت زیادہ عبادت کر کے خود کو سخت مشقت میں ڈال دیتے، جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ اس کا شکر ادا کرتے ہوئے اتنے زیادہ قیام فرماتے کہ آپ کے قدم مبارک متورم ہو جاتے۔ (ترمذی: ۳۶۶۳، مسند احمد ۵/ ۳۸۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میرے بعد ان دونوں (ابوبکر و عمر) کی پیروی کرو۔ (ترمذی المناقب: ۳۶۶۷، ابن ماجہ، ۱/ ۴۶)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم میرے بعد ابوبکر و عمر کی پیروی کرو، عمار کی راہ چلو، ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کے علم کے ساتھ تمسک اختیار کرو۔ (مسند احمد: ۵/ ۳۴، الحاکم: ۳/ ۷۵)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم ایک مرتبہ آپ ﷺ کے دربار میں بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے نہیں معلوم میری عمر کتنی باقی ہے، حضرت ابوبکر و عمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میرے بعد ان دونوں کی تابعداری کرو اور عمار کی رہنمائی سے ہدایت حاصل کرو، عبداللہ بن مسعود تمہارے سامنے جو بیان کرے اس کی تصدیق کرو اور اس پر یقین کرلو۔ (ترمذی: ۳۶۶۴، ابن ماجہ ۱/ ۲۶ مسند احمد: ۵/ ۳۸۵)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میں نے جبریل سے کہا: عمر رضی اللہ عنہ کی کچھ فضیلت بیان کرو، تو جبریل نے کہا: اگر میں آپ ﷺ کے پاس بیٹھ کر نوح علیہ السلام کی عمر ساڑھے نو سو سال تک بھی عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتا چلوں تب بھی عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل ختم نہیں ہوں گے۔ اور عمر، ابوبکر کی حسنات میں سے ایک حسنہ (نیکی) ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضور ﷺ جب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لاتے، تو ابوبکر وعمر کے علاوہ کوئی اور آپ ﷺ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا یہی دو حضرات آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے اور حضور ﷺ ان کی طرف نظر فرماتے، ان سے تبسم کے ساتھ کلام کرتے اور حضور ان سے کھل کھلا کر بات چیت فرماتے۔

(ترمذی:۳۶۶۹)

ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے دو وزیر اہل سماء میں جبریل اور میکائیل (علیہما السلام) ہیں اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہیں وہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ (مسند احمد:۱۰)

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آسمان والوں میں حضرت جبریل و میکائیل (علیہما السلام) کے ذریعے میری تائید فرمائی اور زمین والوں میں ابوبکر وعمر کے ذریعے میری مدد فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر وعمر کو خطاب کر کے فرمایا: تم دونوں کی مثالیں فرشتوں اور انبیاء میں ہیں تمہیں نہ بتاؤں؟ ابوبکر! تمہاری مثال ملائکہ میں میکائیل کی طرح ہے جو باران رحمت لیکر نازل ہوتا ہے۔ اور انبیاء میں تیری مثال ابراہیم علیہ السلام ہیں جنہوں نے فرمایا تھا: ''فمن تبعنی فانه منی و من عصانی فانك غفور رحیم'' جو میری پیروی کریگا وہ مجھ سے ہے اور جو میری نافرمانی کریگا (یا اللہ) آپ ہی بخشنے اور رحیم کرنے والے ہیں۔

عمر! تیری مثال ملائکہ میں جبریل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر عذاب وشدت لیکر نازل ہوتا ہے اور انبیاء میں تیری مثال حضرت نوح علیہ السلام ہیں انہوں نے فرمایا تھا:

''رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا''
''اے میرے رب! کافروں کا ایک گھر بھی نہ رہنے دیجئے''

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، کوئی منافق ابوبکر و عمر سے محبت نہیں کریگا، اور کوئی مومن ان کے ساتھ بغض نہیں رکھے گا۔

حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ایک نامہ مجھے دیکر روم کے بادشاہ کے پاس بھیجا، میں نے خط بادشاہ کے ہاتھ میں دیا، اس نے مہر نبی ﷺ کو چوما اور اپنے تکیہ کے نیچے رکھا، پھر اعلان کرا دیا، اس کی قوم سربرآوردہ لوگ اور پوری قوم جمع ہوگئی، اس نے اپنے تکیہ کے اوپر چڑھ کر کھڑے ہو کر تقریر کی اس نے کہا: یہ اس پیغمبر کا خط ہے جس کی آمد کی خبر مسیح نے دی تھی کہ وہ اسماعیل بن ابراہیم کی اولاد میں سے ہوگا۔

یہ اعلان سن کر لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے ان کو خاموش ہونے کا حکم دیا تو سب خاموش ہوگئے۔ اس نے کہا، میں تمہارا امتحان لے رہا تھا کہ تم دین عیسوی کی مدد کس طرح کرنے کی ہمت رکھتے ہو۔ جب صبح ہوئی اس نے خفیہ طور پر مجھے بلایا، مجھے ایک بہت بڑے عظیم الشان کمرے میں لے گئے، جس میں تین سو تیرہ تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ اس نے مجھ سے کہا: ان میں تمہارے نبی کی تصویر کونسی ہے؟ تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ گویا میری طرف دیکھ رہے ہیں: میں نے کہا: یہ ہے اس نے آپؐ کی تمثیل صورت کے دائیں طرف ایک تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا یہ آپؐ کی قوم کا ایک شخص ہے جن کو ابوبکر الصدیق کہا جاتا ہے۔ اس نے کہا: یہ بائیں طرف کی تصویر کس کی ہے؟ میں نے کہا یہ بھی ان کی قوم کی ایک شخصیت ہے جو عمر بن الخطاب کے نام سے جانی جاتی ہے۔ تو اس نے کہا: ہم اپنی کتابوں میں یہ لکھا پاتے ہیں۔ ان کے یہ دو ساتھی دین کو مکمل کریں گے۔ میں واپس آکر خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یہ سارا واقعہ بیان کیا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے سچ کہا ہے، اللہ تعالیٰ ابوبکر و عمر کے ذریعے اس دین کو مکمل کریگا اور اس کو فتح دیگا۔ (الخصائص للسیوطی ۱۲۵/۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ مسجد تشریف لائے آپ کے

دائیں طرف ابوبکر اور بائیں طرف عمر تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔ (ترمذی رقم: ۳۶۷۰، حاکم معرفۃ الصحابۃ ۶۸/۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں ابوبکر و عمر کے درمیان اٹھایا جاؤں گا، اور حرم کے سامنے وقوف کروں گا، مکہ اور مدینہ والے میرے پاس آئیں گے۔

ابوبکرؓ و عمرؓ کی تعریف علیؓ کی زبانی:

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، امیر المومنین! ابھی آپ نے خطبہ میں فرمایا: اے اللہ! ہماری ایسی اصلاح فرما دیجئے جیسا کہ آپ نے خلفاء راشدین و مہتدین کی اصلاح فرمائی تھی، بتائیے یہ خلفاء راشدین و مہتدین کون لوگ ہیں؟ سوال سن کر ان کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں، تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا: وہ میرے محبوب تیرے چچا ابوبکر و عمر ہیں۔ جو رشد و ہدایت کے امام، شیوخ اسلام، حضور ﷺ کے بعد مقتداء ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی گمراہی سے محفوظ رہے۔ ان کی تابعداری کرتے ہوئے شاہراہ مستقیم پر چل پڑے، اور ان کی تابعداری کرنے والے اللہ کی جماعت میں شامل ہیں جو اللہ کی جماعت ہوگی وہ یقیناً کامیاب ہوگی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے حکمرانوں کے لئے ابوبکر و عمر کو حجت اور رہنما بنایا۔ اور ان کے بعد آنے والے بڑی مشکل سے ان کے طریقے کے قریب قریب پہنچیں گے۔

زید بن وہب کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امارت کے زمانے میں سوید بن غفلہ ان کے پاس حاضر ہوا، کہنے لگا: امیر المومنین! کچھ لوگوں کے پاس سے میرا گذر ہوا۔ وہ حضرت ابوبکر و عمر کے متعلق ناشائستہ گفتگو کر رہے تھے، وہ یہ سن کر فکرمند ہوئے میرا ہاتھ پکڑ کر منبر پر تشریف فرما ہوئے، اور فرمانے لگے: قسم اس ذات کی جس نے دانے کو پیدا فرمایا، تمام مخلوق کی تخلیق فرمائی، ابوبکر و عمر کے ساتھ مومن ہی محبت کرتا ہے۔ ان کے

ساتھ بغض وعناد رکھنے والا اور ان کی مخالفت کرنے والا منافق بددین اور بدبخت ہی ہوسکتا ہے۔ان کے ساتھ محبت کار ثواب اور ان سے بغض دین سے دوری ہے۔کیا ہوا کہ لوگ اللہ کے رسول کے بھائیوں ان کے وزیروں، ان کے دوستوں قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے شیوخ کو ہلکے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ایسے لوگوں سے میں بری اور بے زار ہوں۔اور ان کو سزا بھی دوں گا۔

ابوبکرؓ وعمرؓ کے مرتبے کو پہچاننا سنت ہے:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابوبکر وعمر کے ساتھ محبت کرنا اور ان کے مرتبہ کو جاننا سنت ہے، عبدالعزیز بن جعفر اللؤلوی نے کہا ہے، میں نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا: ابوبکر وعمر کے ساتھ محبت کرنا سنت ہے؟ تو فرمایا: نہیں بلکہ فرض ہے۔

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرات اسلاف کرام اپنی اولاد کو ابوبکر وعمر کے ساتھ محبت کرنے کی تعلیم دیتے جس طرح قرآن کی وہ تعلیم دیتے۔

ابوجعفر محمد بن علی الباقرؒ فرماتے ہیں: جو شخص ابوبکر وعمر کی فضیلت سے ناواقف ہے وہ سنت سے بے خبر ہے۔حضرت ابوجعفر ہی کا کہنا ہے، ابوبکر میرے دادا ہیں، کیا کوئی شخص اپنے آباء واجداد کو گالی دے سکتا ہے؟ اگر میں ان کے دشمنوں سے بیزاری نہ کروں اور ان کی خلافت کا قائل نہ ہوں تو کیا کل قیامت کے دن محمد ﷺ کی شفاعت مجھے نصیب ہوگی؟

حضرت زید بن علی کہتے ہیں: ابوبکر وعمر سے براءت علی سے براءت ہے۔

شعیب بن حرب کہتے ہیں میں نے مالک بن معول سے کہا: کچھ وصیت کیجئے، فرمایا: میں تجھے حضرات شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ محبت کرنے کی وصیت کرتا ہوں، میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کی بھرپور توفیق اور حظ وافر عطا فرمایا ہے۔تو فرمایا: ارے میں تجھ سے یہ کہہ رہا ہوں جس طرح تم توحید میں پختہ ہوا تنا ہی ان حضرات کی محبت میں بھی پختہ ہو جانا چاہئے۔

ایک شخص نے حضرت علی بن حسین زین العابدینؒ سے کہا: حضور ﷺ کے ہاں ابوبکر و عمر کا کیا مرتبہ تھا؟ فرمایا: جس طرح آج ان کا مرتبہ ہے کہ ان کے ساتھ محو استراحت ہیں۔

خلیفہ ہارون الرشید نے امام مالکؒ سے پوچھا: حضرات شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حضور ﷺ کے ہاں کتنا قرب و مرتبہ تھا؟ فرمایا: جتنا ان کی قبریں آپ ﷺ کی قبر مبارک کے قریب ہیں ہارون الرشید نے کہا: مالک! تم نے مجھے شفا بخشی۔

حضرت مالک بن مغولؒ کہتے ہیں: اگر تم چاہو تو میں بقسم کہہ سکتا ہوں، کہ ابوبکر و عمر کا مقام آخرت میں آپ ﷺ کے مقام کے اتنا قریب ہے جتنا دنیا میں ان کے درمیان قرب ہے۔

تمام امت میں افضل ہونا:

ابو جحفہ کہتے ہیں: کیا تمہیں نہ بتادوں کہ نبی ﷺ کے بعد تمام امت میں بہترین شخص کون ہے؟ سن لو، وہ ابوبکر ہیں ابوبکر کے بعد عمر ہیں۔

علی بن الحنفیہ کے صاحبزادے محمد کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے کہا: ابا جان! یہ بتایئے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہترین شخص کون ہے؟ فرمایا: ابوبکر ہیں ان کے بعد عمر......روایت کیا اس کو بخاری نے۔

عون ابن ابی جحفہ کہتے ہیں۔ میرے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انتظامیہ میں شامل تھے، وہ فرماتے ہیں وہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منبر کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے، وہ فرماتے ہیں۔ میں نے علی کو یہ فرماتے ہوئے سنا ''نبی کے بعد اس امت کے سب سے بہترین اشخاص حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں''

حضرت عبد خیر کہتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام امت میں بہترین شخص ابوبکر ہیں۔ ان کے بعد عمر ہیں۔ اگر تم چاہو تو تیسرے شخص کا بھی ذکر کروں؟ یعنی اس سے خود کو مراد لیتے۔

عبد خیرؒ کہتے ہیں جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل النہر وان کی سرکوبی سے فارغ ہو گئے، منبر پر رونق افروز ہوئے، اور فرمایا لوگو! غور سے سنو، نبی کے بعد اس امت کے بہترین شخص ابوبکر ہیں ان کے بعد عمر کا درجہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انبیاء و

مرسلین کے علاوہ ابوبکر وعمر تمام آسمان والوں اور زمین والوں سے افضل ترین ہیں۔

حضرت شعبہؒ فرماتے ہیں ہمارے تمام اساتذہ کرام جن سے ہم کسب فیض کرتے ہیں تمام کے تمام حضرات شیخین کی تعریف اور بیان فضیلت میں رطب اللسان تھے۔

عبدخیر فرماتے ہیں: میں نے حضرت علی بن ابی طالب سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کے بعد جنت میں سب سے پہلے کون داخل ہوگا؟ فرمایا: ابوبکر وعمر، میں نے پھر پوچھا: یاامیر المومنین! آپ سے بھی پہلے داخل ہوں گے؟ فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو اگایا اناج پیدا کیا وہ اس وقت جنت کے پھلوں اور نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، جو شخص علی کو ابوبکر وعمر پر مقدم مانتے ہیں وہ حضرات مہاجرین وانصار پر عیب لگاتے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہو رہا ہے کہ ان کے اعمال رائیگاں نہ ہوں۔

آپؓ کی دینی پختگی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان فرمایا: غزوہ بدر کے موقع پر مشرکین کے ستر افراد قتل ہوئے اور ستر کو قیدی بنالیا گیا، رسول اللہ ﷺ نے حضرات صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکر نے مشورہ دیا، اے اللہ کے نبی! یہ تمہاری قوم وتمہارے خاندان کے لوگ ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ ان سے فدیہ لیکر ان کو چھوڑ دیں اور اس سے ہماری معاشی قوت بہتر ہوگی، اور اس مال کو ہم اپنی قوت بڑھانے میں استعمال کریں گے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایمان کی دولت سے نوازیں گے اور یہ ہمارے مدد ومعاون بن جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: فرمایا ابن الخطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟ فرمایا: اس معاملہ میں میں ابوبکر کی رائے کے ساتھ اتفاق نہیں کروں گا، میری رائے یہ ہے کہ آپ مجھے فلاں کی گردن مارنے کی اجازت دیجئے (اپنے کسی رشتے دار کا نام لیکر کہا) تاکہ میں اس کی گردن اڑادوں اور علی کو اجازت دیجئے کہ وہ عقیل کی گردن اڑادے، اور حمزہ کو حکم دیں کہ وہ اپنے بھائی کا کام تمام کردے، تاکہ اللہ تعالیٰ ہماری دینی پختگی کو جان لے، اور یہ جان لے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کی محبت

نہیں ہے۔ یہ لوگ مشرکین کے سرکردہ اور سر برآوردہ لوگ ہیں۔ ان کے قائدین ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر کی رائے کے ساتھ اتفاق کیا، میں نے جو مشورہ دیا تھا اس کو قبول نہیں فرمایا۔ چنانچہ ان سے فدیہ لے لیا، جب صبح ہوئی تو میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ دیکھا حضور ﷺ اور ابوبکر دونوں رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کیوں رو رہے ہیں مجھے بھی بتلا دیجئے، تاکہ میں بھی آپ کے ساتھ ہم بکاء ہو جاؤں یا کم از کم رونے کی صورت بنالوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں آپ کے ساتھیوں پر فدیہ لینے کی وجہ سے نزول عذاب کے خوف سے رو رہا ہوں، عذاب ان کے اتنا قریب آ گیا تھا جتنا یہ درخت قریب ہے۔ (ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت "ما کان لنبی ان یکون له اسری حتی یثخن فی الارض" سے لیکر (لو لا کتٰب من اللّٰہ سبق لمسکم فیما اخذ تم عذاب عظیم) (الانفال:۶۷،۶۸) نازل فرمائی۔

بعض امور میں حضورؐ کے ساتھ اختلاف کرنا اور حضورؐ کا مواخذہ نہ فرمانا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے جب عبداللہ بن ابی بن سلول (رئیس المنافقین) کی نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ فرمایا: تو عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اس سے منع کیا، کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھانے سے منع نہیں فرمایا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تو مجھے پڑھانے اور نہ پڑھانے کا اختیار دیا ہے اور فرمایا:

"اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ"

ترجمہ: آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لئے استغفار کریں تو اللہ انہیں معاف نہیں کریگا"

یہ فرما کر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، تو آیت نازل ہوئی:

ولا تصل علی احد منهم مات ابدا۔

ترجمہ: "نہ نماز پڑھاویں ان میں سے کوئی مر جائے کبھی بھی"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو نماز جنازہ کے لئے رسول اللہ ﷺ کو بلایا گیا، آپ تشریف لے گئے، جب آپ ﷺ نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہو گئے، تو میں آپ ﷺ کے سامنے آپ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو گیا، اور عرض کیا! یارسول اللہ! آپ عبداللہ بن ابی کی نماز پڑھا رہے ہیں جس نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں بکواس کی تھی؟ میں نے وہ تمام دن گنوا دیے جس میں اس نے ہرزہ سرائی کی تھی جب میں نے بہت سارے ایام کو گن لیا تو آپ نے فرمایا: عمر! میرے سامنے سے ہٹ جاؤ مجھے اختیار دیا گیا ہے، میں نے اس کو اختیار کیا ہے مجھ کو یہ فرمایا گیا ہے: ''**استغفر لهم اولا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم** '' اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ نماز پڑھانے کی وجہ سے اس کی بخشش ہو گی تو ستر سے زیادہ نمازیں بھی پڑھا دیتا، آپ نے یہ ارشاد فرما کر اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس کی قبر تک ساتھ تشریف لے گئے، اور تدفین تک وہاں رہے۔ میں اپنی جسارت پر تعجب کرتا ہوں کہ میں آپ کو منع کرتا رہا حالانکہ آپؐ مجھ سے زیادہ جانتے تھے اللہ کی قسم آپ امت کے لئے بڑے شفیق تھے۔ جب یہ آیات ''**ولا تصل علی احد منهم مات ابدا** '' سے لیکر (**فسقون**) تک نازل ہوئیں تو اس کے بعد دنیا سے پردہ فرمانے تک کسی منافق کی نماز جنازہ پڑھائی نہ اس کی قبر تک گئے۔

(مسند احمد: ۲۹۳/۴، بخاری کتاب التفسیر)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: غزوہ احد کے موقع پر ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سامنے آ کر کہنے لگا: کیا محمد ﷺ تمہارے اندر موجود ہے؟ آپ ﷺ نے حضرات صحابہ سے فرمایا: اس کو جواب نہ دو، پھر اس نے پکارا: کیا محمد ﷺ تمہارے درمیان موجود ہے؟ تو کسی نے جواب نہیں دیا، پھر اس نے کہا کیا ابوقحافہ کا بیٹا موجود ہے؟ کسی نے جواب نہیں دیا۔ اس نے تین بار یہی پوچھنے کے بعد تین بار کہا کیا ابن الخطاب تمہارے درمیان موجود ہے؟ اس پر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم خاموش رہے۔ تو ابوسفیان نے کہا: ان کا کام تمام ہو چکا ہے، اب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رہا نہ گیا گویا ہوئے اے اللہ تعالیٰ کے دشمن! تو جھوٹ بول رہا

ہے۔ یہ ہیں رسول اللہ ﷺ یہ ابوبکر ہم سب زندہ ہیں۔ ہم بھی تمہیں بری طرح شکست سے دو چار کر چکے ہیں۔ تو ابوسفیان نے کہا۔ یہ یوم بدر کا بدلہ ہے۔ ہماری جنگ جاری ہے۔ پھر اس نے کہا: **اعل وھبل** (اے اعل! اے ھبل!) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو جواب دو، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم کیا جواب دیں گے؟ فرمایا: کہد و ''**اللہ اعلی و اجل** '' صحابہ نے ان الفاظ کے ساتھ جواب دیا تو ابوسفیان نے کہا: ہمارا عزیٰ (بت) بھی ہے تمہارا کوئی عزیٰ نہیں آپ ﷺ نے فرمایا: کہد و ''**اللہ مولانا و لا مولیٰ لکم**''

(مسند احمد: ۴/۲۹۳، بخاری کتاب الجہاد الفتح: ۶/۵۰۳)

حضرت عکرمۃ کہتے ہیں: ''جب ابوسفیان نے کہا: **اعل و ھبل**، تو آپ ﷺ نے عمر بن الخطاب کو حکم دیا تم اس کو یہ جواب دو، ''**اللہ اعلی و اجل** '' ابوسفیان نے کہا: ''**لنا العزی و لا عزی لکم** '' تو آپؐ نے عمر سے ہی فرمایا کہد و، ''**اللہ مولانا و لا مولی لکم** '' (ترجمہ) اللہ ہمارا مولیٰ ہے، تمہارا کوئی مولیٰ نہیں''

یہاں جواب دینے کے لئے صرف عمر بن الخطاب کو فرمایا: دوسرے کسی صحابی کو حکم نہیں دیا۔ اس کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں:

پہلی وجہ: یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو یہ کہہ کر جواب دیا۔ ''یہ دیکھو رسول اللہ ﷺ ہیں یہ ابوبکر اور میں عمر ہم زندہ ہیں'' رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینے کے غصے اور جوش کو دیکھا جو حق کی مدد کے لئے بے تاب ہے، تو آپ ہی کو حکم فرمایا۔ تاکہ جواب دیکر اپنے دل کو ٹھنڈا کرلیں۔

دوسری وجہ: یہ ہوسکتی ہے، جب ابوسفیان نے اعل وھبل کہا تو عمر نے کہا: یارسول اللہ! سن لیجئے دشمن خدا کیا کہہ رہا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: کہد و، ''**اللہ اعلیٰ و اجل**''

تیسری وجہ: یہ ہوسکتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی ہیں کہ وہ اسلام لانے کے بعد توحید کو خفیہ نہ رکھ سکے، اور اس کا برملا اعلان کیا، اسی وجہ سے ان کو فاروق کا لقب ملا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس وجہ سے یہاں بھی جواب دینے کے لئے انہیں حکم فرمایا۔

سہل بن حنیف کہتے ہیں: حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اور مشرکین کے درمیان

صلح کی دستاویز لکھی جانے لگی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم حق اور وہ باطل پر نہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کیوں نہیں! عمر نے کہا: کیا ہمارے مقتولین جنت میں اور ان کے مقتولین جہنم میں نہیں جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں۔ حضرت عمر نے کہا: تو پھر دین کے معاملے میں یہ کمزوری کیوں اور ہم عمرہ کئے بغیر واپس کیوں جائیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم بھی نہیں آیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! میں اللہ کا رسول ہوں اللہ تعالیٰ ہرگز مجھے ضائع نہیں کریگا تو حضرت عمر غصے کی حالت میں حضرت ابوبکر کے پاس گئے، ان سے کہا: ابوبکر! کیا ہم حق اور وہ باطل پر نہیں؟ ابوبکر نے کہا: بالکل ہم حق پر اور وہ باطل پر ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: کیا ہمارے مقتولین جنتی اور ان کے مقتولین جہنمی نہیں ہیں؟ تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تو پھر ہم دین میں کمزوری کیوں دکھا رہے ہیں؟ اور واپس لوٹ رہے ہیں حالانکہ ہمارے متعلق کوئی فیصلہ خدا کا بھی نہیں آیا ہے۔ تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے ابن الخطاب! وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز ضائع نہیں فرمائے گا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے سورۃ فتح نازل فرمادی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنائی۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ فتح ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں فتح ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش ہو گئے۔ اور واپس ہونے پر راضی ہو گئے۔

(بخاری: کتاب التفسیر، مسند احمد: ۴۸۵/۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ ہم مجلس نبوی شریفؐ میں بیٹھے ہوئے تھے، مجلس میں ابوبکر اور عمر بھی بیٹھے تھے، اتنے میں رسول اللہ ﷺ اٹھے اور باہر تشریف لے گئے اور آنے میں کافی تاخیر ہوئی ہمیں اندیشہ ہوا کہ کفار نے آپ کا راستہ تو نہیں روکا ہم سب گھبرا گئے، اور اٹھے اور میں سب سے زیادہ گھبرا گیا تھا۔ میں جلدی جلدی آپ ﷺ کی تلاش میں نکل گیا، چلتے چلتے قبیلہ بنو نجار کے ایک باغ کے پاس آ گیا اور باغ کے اندر جانے کے لئے راستہ تلاش کیا اور باغ کے آس پاس گھوما پھرا۔ مگر اندر جانے کی کوئی جگہ نہ ملی۔ اتنے میں دیکھا کہ باغ کے باہر ایک کنویں سے ایک چھوٹی نہر باغ کے اندر جارہی

تھی۔ میں سکڑ کر اس نہر کے ذریعے اندر داخل ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا ابو ہریرہ! تم یہاں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے ہمارے درمیان سے اٹھے اور باہر تشریف لے گئے۔ آنے میں دیر ہوئی تو ہم خوفزدہ ہوئے کہیں دشمنوں نے آپ کا راستہ نہ روک لیا ہو۔ سب سے زیادہ ڈرنے والا میں ہی تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی تلاش میں میں اس باغ کے پاس آیا، مگر اندر آنے کے لئے مجھے کوئی جگہ نہیں مل رہی تھی میں لومڑی کی طرح سکڑ کر اندر داخل ہو گیا ہوں باقی حضرات میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے اپنے نعلین مبارک مجھے دیکر فرمایا: ابو ہریرہ! میرے یہ نعلین اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اور باغ کی دیوار کے پیچھے کسی ایسے شخص سے ملاقات ہو جائے جو دل کے یقین کے ساتھ ''لا الــــه الا الـلــــه '' کی گواہی دیتا ہو اس کو جنت کی بشارت دو'' چنانچہ سب سے پہلی ملاقات عمر سے ہوئی عمر نے کہا: ابو ہریرہ جوتے تمہارے ہاتھ میں کیسے؟ میں نے کہا: یہ حضور ﷺ کے نعلین مبارک ہیں۔ آپ نے یہ مجھے دیکر فرمایا ہے جو شخص صدق دل سے ''لا الــه الا اللـه '' کی گواہی دیتا ہو اس کو جنت کی خوشخبری سنا دوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی میرے سینے پر ایک زوردار مکہ رسید کیا جس کی وجہ سے میں اپنی سرین کے بل پیچھے کو گر گیا اور میں رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑے آیا اور رو رو کر میری ہچکیاں بندھ گئیں۔ اور عمر بھی میرے پیچھے پیچھے ہو لیے رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: ابو ہریرہ تجھے کیا ہوا تجھے کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا میری سب سے پہلی ملاقات عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی آپ نے جو ارشاد فرمایا تھا وہ اس کو بتا دیا۔ تو انہوں نے میرے سینے میں اس زور سے مکہ مارا جس سے میں سرین کے بل گر گیا۔ اور عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے واپس لوٹنے کو کہا: رسول اللہ ﷺ نے عمر سے فرمایا: اے عمر! کس چیز نے تمہیں ایسے کرنے پر آمادہ کیا؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا آپ نے ابو ہریرہ کو یہ کہہ کر بھیجا تھا۔ کہ جو بھی صدق دل سے ''لا الــه الا الله '' کی گواہی دے اس کو جنت کی بشارت دو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ایسا نہ کیجئے مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ اس پر بھروسہ کر کے عمل کرنا چھوڑ دیں گے، ان کو عمل کرنے دیجئے، تو رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا ان کو عمل کرنے دیجئے۔ (مسلم: شرح مسلم للنووی ۱/۲۳۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: غزوہ تبوک کے موقع پر زادراہ ختم ہونے کی وجہ سے لوگ بھوک کا شکار ہوگئے۔ خدمت نبوی میں آ کر عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنے اونٹ ذبح کر کے اس کے گوشت و چربی سے نفع اٹھائیں آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی، اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ آ گئے اور کہنے لگے یارسول اللہ! ایسا کرنے سے سواریاں کم ہو جائیں گی، آپ ان کو یہ حکم دیں کہ اپنا کچھ بچا ہوا زادراہ جو کچھ ان کے پاس موجود ہے لیکر آئیں، چنانچہ جس کے پاس جو کچھ موجود تھا لیکر آیا، کسی نے کچھ کھوریں کسی نے مکئی کسی نے کچھ کسی نے کچھ لاکر چمڑے کے ایک دستر خوان پر ڈالدیا۔ آپ ﷺ نے برکت کی دعا کی پھر فرمایا: اپنے اپنے برتن بھرلو، حضرات صحابہ نے اپنے اپنے برتن بھر لئے تمام برتن بھر گئے حتی کے پورے لشکر میں ایک برتن بھی بھرے بغیر نہیں بچا اور تمام کے تمام نے پیٹ بھر کر کھایا، پھر بھی کافی سارا بچ گیا، اس موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

”أشهد أن لا إله إلا الله و أني رسول الله لا يلقى الله بهما عبد غير شاك فتحجب عنه الجنة“

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں جو شخص یقین کے ساتھ کلمہ شہادت کو پڑھیگا تو جنت اس کو ضرور ملے گی“

حضرت عبیدہؒ کہتے ہیں: ایک مرتبہ عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے خلیفۃ الرسول! ہمارے ہاں ایک شوریلی زمین ہے نہ اس پر کوئی سبزہ اگتا ہے نہ ہی اور کوئی منفعت اس سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں اس کو ہم دونوں میں تقسیم فرمادیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجلس میں موجود حضرات صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرات صحابہ نے کہا: اگر واقعی وہ زمین شوریلی ہے۔ عام فائدہ اس سے نہیں حاصل کیا جاسکتا تو ان کے نام کر دینے میں کوئی حرج نہیں، ہوسکتا ہے یہ اپنی کوششوں سے اس کو آباد کرسکیں۔ چنانچہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمین ان کے نام کردی۔ اوران کے نام ایک سند بھی لکھوا ی اور بطور گواہ کے حضرت عمر کا نام درج کیا مگر حضرت عمر اس وقت مجلس میں موجود نہیں تھے۔ وہ دونوں حضرات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گواہ بنانے اوران سے دستخط کرانے کے لئے ن کے پاس گئے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اونٹ کو دوا لگا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: عمر! ابوبکر صدیق نے اس مکتوب کے مضمون کے لئے آپ کو گواہ بنایا ہے۔ آپ خود اس کو پڑھیں گے یا ہم پڑھ کر آپ کو سنائیں؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے تم دیکھ رہے ہو کہ کس حال میں ہوں اگر چاہو تو پڑھ کر سنادو، اگر مجھ ہی سے پڑھوانا ہے تو میرے فارغ ہونے تک انتظار کرو۔ انہوں نے کہا: نہیں ہم پڑھ کر سنائیں گے، چنانچہ انہوں نے پڑھ کر سنایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارا مضمون سننے کے بعد مکتوب کو ان کے ہاتھوں سے لیا اور تھوک کے ذریعے خط کے الفاظ مٹا ڈالے، جس پر خط والے بڑے تلملائے اور کہنے لگے۔ برا کیا آپ نے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جس زمانے میں اسلام کمزور تھا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں کی تالیف قلب فرماتے تھے۔ اب اسلام کو غلبہ حاصل ہو چکا، جاؤ محنت کرو اور اپنی کوشش جاری رکھو چنانچہ وہ ناراضگی کی حالت میں دوبارہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آگئے اور کہنے لگے اللہ کی قسم ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ خلیفہ آپ ہیں یا عمر؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بلکہ وہ ہے اگر چاہے۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف لائے وہ کافی غصے میں تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے: آپ مجھے یہ بتائیے کہ وہ زمین جو آپ نے ان کے نام کی ہے آپ کی ذاتی ملکیت ہے یا عامۃ المسلمین کی مشترکہ ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تمام مسلمانوں کی مشترکہ ہے۔ پھر بولے تو آپ نے صرف ان دونوں کے نام کیوں کردی؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے حاضرین مجلس کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: میں نے ان حضرات کے مشورے سے کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ان کے ساتھ مشورہ تمام سے مشورہ ہے اور تمام راضی ہوں گے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہی میں نے پہلے آپ سے کہا تھا کہ اس کام کے لئے آپ ہی زیادہ موزوں ہیں لیکن آپ نے مجھے زبردستی خلیفہ بنایا۔

شیطان کے ساتھ کشتی اور شیطان کا خوف زدہ ہونا:

آپ ﷺ کا فرمان پہلے گذرا ہے کہ جس گلی سے عمر چلے شیطان اس کو چھوڑ کر دوسری راہ چلتا ہے۔ (بخاری الفتح: ۴/۴۵، مسلم فضل عمر، ۷/۱۱۵)

حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں: کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک دفعہ مدینہ کی کسی گلی میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا شیطان سے سامنا ہوا۔ شیطان نے کشتی لڑنے کے لئے کہا صحابی نے اس کو پچھاڑ دیا تو اس نے دوبارہ لڑنے کی دعوت دی، تو دوسری دفعہ بھی اس کو پچھاڑ کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے اور اس سے کہا: میں تجھے انتہائی کمزور پاتا ہوں تیرا سینہ مجھے کتے کے سینے کی طرح لگ رہا ہے۔ کیا سارے جنات وشیاطین اس طرح ہوتے ہیں؟ جن نے کہا: اللہ کی قسم! میں تو ان میں سب سے زیادہ کشادہ سینہ والا اور مضبوط ہوں، تو صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تجھے اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تم مجھے یہ نہ بتاؤ، کہ تم جنات وشیاطین سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس نے کہا: آیت الکرسی کے ذریعہ ہم سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔ کسی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: وہ صحابی کون ہوسکتا ہے کیا وہ عمر ہیں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر کے سوا اور کون ہوسکتا ہے؟ (الطبرانی)

رسول اللہ ﷺ کے انتقال پر پریشان ہونا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کا جب انتقال ہوا تو سارے لوگوں پر گریہ طاری ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں کھڑے ہو کر اعلان کیا، کوئی یہ ہرگز نہ کہے کہ محمد ﷺ وفات پاگئے، جس طرح موسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے چالیس دن قوم سے غائب رہے حضور ﷺ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ اللہ کی قسم: جو لوگ آپ ﷺ کی موت کا گمان کرتے ہیں میں ان کی ٹانگیں توڑ دوں گا۔ (طبقات ابن سعد: ۲/۲۶۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (حضور ﷺ کے انتقال کے موقع پر) ابوبکر رضی اللہ عنہ مقام ''السخ'' سے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے، گھوڑے سے اتر کر مسجد میں داخل ہوئے، کسی سے کوئی کلام کیے بغیر عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں گئے۔ آپ ﷺ کے

چہرہ انور پر دھاری دار کپڑا ڈالا ہوا تھا، چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹایا، جھک کر پیشانی کو دیکھا روئے پھر فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موت طاری نہیں فرمائیں گے، جو موت آپ کے لئے مقرر تھی آپ اس کو پا چکے ہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ابوبکر مسجد میں داخل ہوئے۔ اس وقت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے ہم کلام تھے فرمایا: عمر! بیٹھ جاؤ، پھر فرمایا: امابعد: جو شخص محمد کی عبادت کرتا تھا بے شک محمد کا انتقال ہو چکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ زندہ ہے اس پر کبھی موت طاری نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی:

"وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ"

(العمران:۱۴۴)

ترجمہ: "نہیں ہے محمد مگر ایک پیغمبران سے قبل بہت رسول گزرے پھر کیا اگر وہ مرجائے یا مارا جائے تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو کوئی الٹے پاؤں پھر جائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نہیں بگاڑے گا اور اللہ شکر گزاروں کو ثواب دے گا"

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: واللہ! ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ آیت لوگوں کو معلوم نہیں تھی۔ ابھی اتری ہے۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت کی ہے۔ تمام لوگوں نے اس کو پڑھنا شروع کیا۔ اور قبول کیا۔ حضرت سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! مجھے ایسا لگ رہا تھا گویا میں نے یہ آیت نہیں سنی تھی ابھی ابوبکر کی زبانی سن رہا ہوں۔ اور میں حیران رہ گیا۔ حتی کہ مجھے اپنی کم مائیگی کا احساس ہوا اور میں بیٹھ گیا۔ (بخاری: بیہقی: ج۴/۴۸)

حضرت ابوبکرؓ کی بیعت:

حضرت عبداللہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا جب انتقال ہوا تو حضرات انصار رضی اللہ عنہم

نے کہا: ایک امیر ہماری طرف سے ہو اور ایک تمہاری (مہاجرین) طرف سے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس آئے اور ان سے فرمایا: اے حضرات انصار! کیا تمہیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کی امامت کرائے؟ تم میں سے کون ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آگے نکلنے کو چاہے گا؟ تو حضرات انصار نے کہا! ہم ابوبکر کو پیچھے چھوڑنے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے وقت خلافت کے سلسلے کی کیفیت یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں مشورہ کے لئے بیٹھ گئے، کچھ اور لوگ بھی ان کے ساتھ شامل رہے ادھر حضرات انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سارے سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہو گئے، اور باقی حضرات مہاجرین حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جمع ہو گئے، تو میں نے ابوبکر سے عرض کیا۔ چلو حضرات انصار کے پاس مجھے لے چلو، چنانچہ حضرات انصار کے پاس چلے، راستے میں دو صالح اشخاص سے ملاقات ہوئی، انہوں نے ہمیں بتایا کہ حضرات انصار کیا کہہ رہے ہیں اور ہم سے دریافت کیا اے حضرات مہاجرین تم کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: حضرات انصار کے پاس ہی جا رہے ہیں۔ کہنے لگے وہاں نہ جاؤ بلکہ اپنا فیصلہ خود کرو، میں نے کہا: خدا کی قسم! ہم ضرور وہاں جائیں گے، یہ کہہ کر ہم ان کے پاس حاضر ہو گئے، دیکھا کہ تمام حضرات جمع ہیں۔ ایک شخص کو دیکھا جو ایک چادر میں لپٹا ہوا ہے، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہنے لگے: یہ سعد بن عبادہ ہے۔ میں نے کہا: ان کو کیا ہو گیا؟ بتایا گیا، یہ بیمار ہے۔ جب ہم بیٹھ گئے تو ان میں سے ایک صاحب نے کھڑے ہو کر تقریر کی، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے انصار ہیں اور اسلام کے سپاہی ہیں، اے مہاجرین! تم بھی ہماری ہی ایک قلیل جماعت کے لوگ ہو تم آہستہ آہستہ خلافت سے ہمیں جدا کرتے ہو اور ہمیں برطرف کرنا چاہتے ہو، جب وہ خاموش ہو گئے تو میں نے بولنا چاہا۔ اور ان کے لئے جواب تیار کر لیا تھا اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں ہی کہنا چاہ رہا تھا لیکن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے کہا: ٹھہر جاؤ، میں ان کو ناراض کر کے بولنا پسند نہیں کیا،

کیوں کہ وہ مجھ سے زیادہ علم اور سمجھ والے تھے۔ چنانچہ وہ خود بولے، اللہ کی قسم! میں جو کہنا چاہ رہا تھا وہ اس سے کئی گنا بہتر انداز میں بیان کیا، اور انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: امابعد: جو کچھ آپ نے بیان کیا ہے بالکل سچ ہے تم اس کے اہل ہو، مگر اسلام کو اہل عرب میں پھیلانے کا سبب قریش ہیں قریش ہی کے واسطے سے عرب اسلام کے نور سے منور ہوا ہے۔ اور قریش عرب میں معزز ومکرم شمار ہوتے ہیں۔ اور مکرم شہر (مکہ مکرمہ) کے باسی ہیں میرے اور ابوعبیدہ بن جراح کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا: میں ان دونوں میں سے کسی ایک کے خلیفہ بننے پر رضامند ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ابوبکر کی تمام باتیں مجھے پسند آئیں۔ مگر یہ آخری بات مجھے سخت ناگوار محسوس ہوئی۔ اللہ کی قسم: ابوبکر کی موجودگی میں لوگوں کا امیر بننے سے قتل کیا جانا میرے لئے بہتر تھا۔

ابوبکر کی اس تقریر دل پذیر کے بعد ایک انصاری صحابی (حباب المنذر بن الجموح) کھڑے ہوئے اور کہا: کہ مناسب یہ ہے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں اس پر آوازیں بلند ہوئیں شور زیادہ ہوا تو مجھے اندیشہ پیدا ہوا کہ اختلاف پیدا نہ ہو جائے تو میں نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔ ہاتھ آگے کرو، اس نے ہاتھ آگے بڑھایا تو میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی، پھر حضرات مہاجرین نے بیعت کر لی، پھر حضرات انصار نے بیعت کر لی۔ (مسند احمد: ۵۵/۱، بخاری: الفتح ۱۶۳/۱۵)

عہد صدیقی اور خلافت عمرؓ کا تذکرہ:

حضرت ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسند خلافت کو رونق بخشتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ مسلمانوں کے امور نمٹانے کے لئے قاضی مقرر کیا۔ اور اس عظیم ذمے داری کو نبھانے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا: چنانچہ اسلام میں سب سے پہلے قاضی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

حضرت حسن بن ابی الحسن کہتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیماری جب زیادہ بڑھ گئی، اور موت کے آثار ظاہر ہوئے تو انہوں نے لوگوں کو جمع کیا، اور فرمایا: میری کیفیت

تمہارے سامنے ہے، مجھے نہیں لگتا کہ میں اس بیماری سے شفایاب ہوسکوں گا اب میں مرنے والا ہوں، تم نے خلافت کی جو ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈالی تھی اب وہ ختم ہونے والی ہے۔ اب تمہارا معاملہ تمہارے سپرد ہے تم اپنی ایک پسندیدہ شخصیت کو منصب خلافت کے لئے چن لو، اگر یہ کام میری زندگی میں ہو جائے تو بہت بہتر ہوگا تاکہ میرے مرنے کے بعد تمہارے درمیان اختلاف نہ پیدا ہو جائے۔ ان کی گفتگو سن کر علیحدگی میں مشورے ہونے لگے مگر کسی نتیجے پر نہیں پہنچا جاسکا، دوبارہ ان کی خدمت میں آ کر عرض کی: اے خلیفہ رسول ﷺ آپ کی رائے اس معاملے میں کیا ہے؟ فرمایا: میری رائے سے شاید تم اختلاف کرو گے؟ لوگوں نے کہا نہیں آپ کی رائے سے اختلاف نہیں کریں گے، فرمایا: میری رائے پر رضامندی کا عہد کرتے ہو؟ لوگوں نے کہا: ہاں، فرمایا: مجھے ذرا مہلت دو، تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے بندوں کے فائدہ کے لئے صحیح فیصلہ کرسکوں، اس کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلوایا ان سے فرمایا: آپ میری کسی ایسی شخصیت کی طرف رہنمائی کیجئے جو خلافت کے لئے موزوں ہو، اللہ کی قسم: آپ بھی اس منصب کے لئے اہل اور موزوں ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عمر ہیں فرمایا: لکھ لو، جب لکھنا شروع کیا، تو ان پر غشی طاری ہوگی جب افاقہ ہوا تو فرمایا، لکھ لو، عمر۔

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں حضرت طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیماری کے موقع پر ان کی عیادت کے لئے ان کے پاس تشریف فرما تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر کو بلالاؤ، جب وہ اندر داخل ہوئے، تو ان لوگوں نے محسوس کرلیا کہ خلافت کے لئے عمر کو منتخب کررہے ہیں۔ تو وہاں سے اٹھے اور مسجد میں جا بیٹھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے کچھ افراد کو بھیج دیا، بلانے والے وہاں پہنچے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک باغ میں تشریف فرما ہیں۔ ان سے کہا: یا علی! خلیفہ رسول ﷺ عمر کو خلافت کے منصب کے لئے منتخب کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ انہیں بھی معلوم ہے اور تمام مسلمان بھی اس سے واقف ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ ہمارے بعد مسلمان ہوئے ہیں۔ اور عمر کے مزاج میں شدت ہے، اس لئے آپ ہمارے ساتھ، خلیفہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں،

اگر واقعۃً عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنا رہے ہیں تو اس سلسلے میں ان سے گفتگو کریں اور حالت کی نزاکت سے انہیں باخبر کریں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مل کر یہ حضرات حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے گفتگو کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لوگوں کو مسجد میں جمع کیا جائے تا کہ لوگوں کو بتا دوں کہ میں خلافت کے لئے کس کو مقرر کرنا چاہتا ہوں۔ لوگ مسجد میں جمع ہو گئے اور حضرت ابوبکر صدق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سہارا دیکر مسجد لایا گیا اور منبر پر بٹھایا گیا تو وہاں بر سر منبر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا اعلان کیا پھر گھر تشریف لے گئے۔ وہی حضرات گھر میں ان کے پاس تشریف لائے، اور عرض کیا، آپ نے ہمیں چھوڑ کر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت سونپ دی مگر کل رب کو کیا جواب دو گے؟ تو فرمایا: میں کہوں گا: اے اللہ! میں نے آپ کے بہترین بندے کو خلافت سونپ دی تھی۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اس طرح بھی بیان کیا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو مسجد میں یکجا کرایا، اور حکم دیا کہ مجھے منبر پر بٹھایا جائے، چنانچہ منبر پر بٹھائے گئے یہ ان کا آخری خطبہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و توصیف کے بعد فرمایا: لوگو! دنیا کی آلائشوں سے خود کو بچاؤ، اس میں مگن نہ ہو۔ یہ دھوکے کا گھر ہے، دنیا پر آخرت کو ترجیح دو، اور آخرت کی محبت کو اپنے دلوں کے اندر بسا لو، کیونکہ ان میں سے ایک کی محبت دوسرے کے بغض کا باعث ہے۔

اس کار عظیم کو سنبھالنے کا اہل وہ ہے جو زیادہ قوت فیصلہ والا ہو، اور اپنے نفس پر مکمل قابو پانے والا ہو، شدت و سختی کے موقع پر سختی اور نرمی کے موقع پر نرمی کرنے والا ہو، اور صاحب الرائے لوگوں کی آراء کا احترام اور ان کو قبول کرنے والا ہو، بے مقصد امور میں وقت ضائع نہ کرتا ہو، مشکلات و مصائب کے وقت غمزدہ و خوف زدہ نہ ہوتا ہو، حصول علم سے نہ شرماتا ہو۔ چونکہ یہ تمام صفات عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اندر بدرجہ اتم موجود ہیں۔ یہ ارشاد فرما کر منبر سے نیچے اترے، اور گھر تشریف لے گئے۔

واقدیؒ نے اپنے اساتذہ کے حوالے سے لکھا ہے۔ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیماری جب زیادہ بڑھ گئی تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر ان سے فرمایا! عمر کے متعلق مجھے کچھ معلومات دینا پسند کریں گے؟ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

آپ ایسی بات مجھ سے دریافت کرنا چاہتے ہیں جس میں آپ مجھ سے زیادہ واقفیت رکھتے ہیں۔ اگر پوچھنا ہے تو ان کے متعلق آپ کی جو رائے ہے وہ اس سے بھی برتر ہیں۔ پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھا: عمر ابن الخطاب کے متعلق مجھے کچھ بتا دیجئے۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا فرمایا: آپ ان کے متعلق مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔ اگر مجھ سے ان کے متعلق کچھ سننا چاہتے ہیں تو سن لیجئے، میں ان کے متعلق یہ سمجھتا ہوں کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے بہت بہتر ہے۔ ان کی مثال ہمارے درمیان موجود نہیں ہے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے، ان کے علاوہ سعید بن زید اور اسید بن حضیر اور دیگر حضرات مہاجرین وانصار سے مشورہ فرمایا۔ اس سے بعض حضرات صحابہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنائے جانے کا اشارہ مل گیا تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت حاضر ہوئے اور کہنے لگے: آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزاج سے واقف ہیں۔ وہ تند مزاج کے حامل ہیں۔ ان کو خلیفہ بنا کر اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دو گے؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اٹھا کر بٹھا دو، اور فرمایا: کیا تم مجھے اللہ تعالیٰ کو جواب دینے سے ڈرا رہے ہو؟ انتہائی خائب وخاسر ہے وہ شخص جو تمہارے اس عظیم معاملے میں ظلم سے کام لے، میں اللہ تعالیٰ کو یہ جواب دوں گا: میں آپ کے خاص بندوں میں سے سب سے بہترین بندے کو خلیفہ بنا کر آیا ہوں۔ میرا یہ جواب تم لوگ سب کو سنا دو، یہ کہہ کر پھر لیٹ گئے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر سند خلافت لکھنے کو کہا، اور فرمایا لکھو:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ ھذا ما عھد ابوبکر بن ابی قحافة فی اخذ عھدہ بالدنیا خارجًا منھا، و عند اول عھدہ بالاخرة داخلاً فیھا، حیث یؤمن الکافر و یوقن الفاجر و یصدق الکاذب! إنی أستخلفت علیکم بعدی عمر بن الخطاب فاسمعوالہ و اطیعوا، و انی لم اٰل اللہ و رسولہ و دینہ و نفسی و ایاکم الا خیراً، فان عدل فذلك ظنی بہ و علمی فیہ، و ان بدل فلکل أمری

ما اكتسب من الاثم، و الخير أردت، ولا أعلم الغيب (و سيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون) و السلام عليكم و رحمة الله و بر كاته

ترجمہ ''یہ ابوبکر بن ابوقحافہ کی وصیت ہے جس نے دنیا سے رخت سفر باندھ کر آخرت میں قدم رکھ لیا ہے یہ وہ حالت ہے جس میں کافر بھی ایمان لاتا ہے، فاجر یقین کرتا ہے اور کاذب تصدیق کرتا ہے۔ میں نے اپنے بعد عمر بن الخطاب کو تم پر خلیفہ مقرر کیا۔ ان کی بات کو سنو، ان کے حکم کی اطاعت کرو، میں اس معاملے میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، اس کے دین، اپنے نفس اور تمہارے لئے خیر ہی کا طالب ہوں۔ اگر اس نے عدل سے کام لیا تو یہی ان کے متعلق میرا گمان اور علم ہے، اور اگر عدل وانصاف کے راستے سے ہٹ گیا تو ہر انسان اپنے کیے کا ذمہ دار ہے میں نے بھلائی ہی کا ارادہ کیا۔ میں علم غیب سے واقف نہیں ہوں اور ظالموں کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ کس کروٹ پر پڑتے ہیں'' والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

پھر اس مکتوب کو اپنے ہاتھ میں لیکر مہر لگائی، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ سند اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے گھر سے باہر تشریف لے گئے، اور لوگوں سے فرمایا: اس مکتوب میں جس کا نام درج ہوگا اس کے ہاتھ پر بیعت کرو گے؟ لوگوں نے کہا: ہاں، ہم بیعت کریں گے چنانچہ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت اطاعت کی، اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کو علیحدگی میں بلا کر وصیت کی، عمر گھر سے باہر نکلے ادھر ابوبکر رضی اللہ عنہ دربار الٰہی میں دست دعا دراز کیا اور فرمایا: اے اللہ! میں نے یہ کام محض لوگوں کے معاملات کی درستگی اور اصلاح کے لئے کیا ہے۔ اور نہ کرنے کی صورت میں فتنے کا اندیشہ ہوا اور میں نے مسند خلافت کے لئے اجتہاد کیا میں نے اپنی دانست میں لوگوں میں سب سے بہترین شخص کو ان کے اصلاح کے لئے خلیفہ نامزد کیا ہے میں اب مر رہا ہوں، وہ میرا نائب ہو، اور میری

طرح کام کرے۔ (طبقات ابن سعد: ۱۹۹/۳)

ابوبکر بن حفص کہتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض الموت میں اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: بیٹی! مسلمانوں کی امارت میرے حوالہ تھی میں نے ان کے خزانے سے دنانیر و دراہم نہیں لیے۔ بلکہ (موٹے پسے ہوئے) گیہوں میں سے استعمال کیا اور کھردرے کپڑے سے ستر پوشی کی اب میرے پاس مسلمانوں کی چیزوں میں سوائے اس حبشی غلام، رہٹ میں استعمال کی ایک اونٹنی اور پرانی چادر کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر میرا انتقال ہو جائے تو یہ چیزیں عمر کے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وصیت پر عمل کر کے وہ چیزیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیں اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سخت گریہ طاری ہو گیا۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوبکر پر اپنی رحمت نازل فرمادے۔ انہوں نے اپنے بعد آنے والے خلفاء کو مشکل میں ڈال دیا۔

یہ کہہ کر فرمایا: لڑکے یہ اٹھاؤ، تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ! اس حبشی غلام اور پرانی چادر اور ایک اونٹنی جن کی قیمت چند دراہم ہیں۔ ان کو بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عیال سے چھین رہے ہو؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کیا حکم دے رہے ہو؟ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کو انہیں واپس کر دو۔ فرمایا: ابوبکر تو مرتے وقت ان کو دور کر رہے ہیں میں واپس ان کو دیدوں؟ واللہ! ایسا نہیں کر سکتا۔

حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکرؓ کی وصیت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت کا منصب سونپنے کے بعد ان کو بلا کر یہ نصیحت فرمائی: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ اس پر عمل پیرا ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کے کچھ حقوق و احکام ہیں جو دن کے وقت کرنے کے ہیں۔ رات کو انہیں انجام دیا جائے تو قبول نہیں ہوں گے، کچھ احکام رات میں کرنے کے ہیں ان کو دن کے وقت بجالایا جائے۔ تو وہ بے وقعت ہیں۔ فرض کے بغیر نفل ناقابل قبول ہے۔ قیامت کے دن ان لوگوں کے اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا جنہوں نے دنیا میں حق کی پیروی کی اور حق کے بوجھ کو اٹھائے رکھا اور ان کا پلڑا ہلکا ہوگا جنہوں نے

دنیا میں باطل کی پیروی کی اور حق کے بوجھ کو اٹھانے سے روگردانی کی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کا تذکرہ فرما کر ان کے نیک اعمال کا ذکر فرمایا۔ اور ان کے گناہوں کا ذکر نہیں کیا۔ اور رحمت اور عذاب کی آیات نازل فرمائیں۔ تاکہ اس سے لوگوں کو ترغیب و ترہیب ہو اور اللہ تعالیٰ سے حق کی پیروی کرنے کی دعا کرتے رہو اور خود کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈال دو۔ اگر تم میری اس بات کو سمجھ گئے اور اس کی پیروی کی تو موت تیرے لئے مرغوب ترین اور محبوب ترین شے ہوگی موت بہر حال آ کر ہی رہے گی۔ اور اگر میری اس نصیحت پر کان نہ دھرے تو موت تیرے لئے مبغوض ترین چیز ہوگی۔ مگر پھر بھی آ کر رہے گی۔

ابتداء خلافت:

محمد بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ حمزہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے کہا: جمادی الثانی سن ۱۳ھ بروز منگل شام کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا اسی دن صبح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے جامع بن شداد نے اپنے والد کے حوالے سے کہا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد خطاب کے لئے منبر پر بیٹھ کر پہلے یہ کلمات ارشاد فرمائے:

"اللھم انی شدید فلینی، و انی ضعیف فقونی، و انی بخیل فسخنی"

ترجمہ: "اے اللہ میں شدید ہوں مجھے نرمی عطا فرما، میں کمزور ہوں مجھے قوت عطا فرما، مجھ میں بخل ہے سخاوت کی دولت نصیب فرما"

خلافت سنبھالنے کے بعد حضرت شریح کو قاضی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خزانے کا امین مقرر فرمایا۔

خلیفہ کے لئے لفظ امیر المومنین کا استعمال:

محمد بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "یا خلیفۃ رسول اللہ" کہہ کر پکارا جاتا جب حضرت عمر خلیفہ بنے تو ان کو "یا خلیفۃ خلیفۃ رسول اللہ" کہہ کر بلایا جاتا۔ تو بعض حضرات نے کہا: آپ کے بعد جو خلیفہ آئے گا اس کو ہم اے اللہ کے رسول

کے خلیفہ کے خلیفہ کے خلیفہ کہہ کر خطاب کریں گے، پھر ان کے بعد آنے والوں کے لئے خطاب کے الفاظ اور بھی طویل ہوں گے۔ ایسا کوئی لفظ منتخب کیجئے جو آپ کے لئے ہم استعمال کریں اور بعد میں آنے والے بھی خلیفہ کیلئے وہی القاب استعمال کریں گے۔

اس وقت کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اہل ایمان ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ ہمارے امیر ہیں۔ تو امیر المومنین کے نام سے پکارا جائے تو اس وقت اس لفظ کا استعمال خلیفہ کے لئے کیا جانے لگا۔ ابن شہابؒ کہتے ہیں: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ابوبکر بن سلیمان بن ابوحثمہ سے کہا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے مکتوب میں من خلیفۃ رسول اللہ لکھتے اور حضرت عمر بھی من عمر خلیفۃ ابی بکر لکھتے خلیفہ کے لئے امیر المومنین کا لقب کب سے شروع ہوا ہے؟

تو انہوں نے فرمایا: میری دادی ''الشفاء'' اول مہاجرات میں سے تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بھی بازار تشریف لے جاتے ان کے ہاں ضرور تشریف لے جاتے، وہ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کے گورنر کو خط لکھ کر کہا کہ اہل عراق میں سے مضبوط قسم کے دو عقلمند اور زیرک آدمی میرے پاس بھیجدو، عراق کے گورنر نے حکم نامے پر عمل کرتے ہوئے بلید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کو ان کی طرف روانہ کر دیا، وہ مدینہ پہنچ کر مسجد نبوی میں داخل ہوئے، وہاں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی ان سے درخواست کی حضرت امیر المومنین سے ملاقات کی اجازت لے دیجئے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بڑی پھرتی سے اٹھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر عرض کیا السلام علیک یا امیر المومنین! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کا لفظ سن کر فرمایا: عمرو بن العاص! یہ نام تجھے کیسے سوجھا؟ عرض کیا: اصل میں بات یہ ہے کہ عراق سے لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم آئے ہیں اور مجھ سے کہنے لگے امیر المومنین سے ملاقات کی اجازت لے دیجئے تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! تم لوگوں نے بڑے مناسب اور درست نام استعمال کئے ہیں۔ وہ امیر ہیں اور ہم مومنین۔

بس اس وقت سے خلیفہ کے لئے امیر المومنین کا لقب استعمال ہونے لگا۔

(طبری، مجمع الزوائد، ۶۱/۹ معرفۃ الصحابہ، ۸۱/۳)

آپ کی خلافت کے امتیازات:

ا۔ اسلامی تاریخ ہجری کا اجراء:

میمون بن مھران نے کہا ہے ایک مرتبہ شعبان کے مہینے میں آپ کے سامنے ایک دستاویز پیش کی گئی۔ جس میں تاریخ کے طور پر لکھا ''من شعبان'' یعنی شعبان ہے۔ تو فرمایا: اس سے کونسا شعبان مراد ہے؟ وہ شعبان جو گذر گیا؟ یا وہ جو آئندہ آنے والا ہے۔ یا یہ شعبان جو گذر رہا ہے۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا، ان کے سامنے تاریخ لکھنے کے متعلق مشورہ کیا تو کسی نے مشورہ دیا کہ اہل روم کی تاریخ استعمال کیا جائے تو اس پر کسی نے کہا۔ یہ بہت طویل ہے۔ کیوں کہ یہ ذوالقرنین کے عہد سے ہے۔ بعض نے مشورہ دیا کہ اہل فارس کی تاریخ کے مطابق لکھا جائے جن کا دستور تھا کہ ایک بادشاہ کی آمد کے دور سے نئی تاریخ شروع، اس کی حکومت ختم ہوگئی۔ تو دوسرے کی آمد پر دوسری تاریخ کا اجراء ہوتا۔ آخر کار سب صحابہ اس بات پر متفق الرائے ہوگئے کہ حضور ﷺ کی ہجرت سے تاریخ لکھی جائے اور دیکھا جائے کہ آپؐ نے کتنی مدت مدینہ منورہ میں قیام فرمایا تھا، تو غور کیا کہ آپؐ نے دس سال قیام فرمایا تھا۔ تو ابتداء ہجرت سے اس کی ابتداء کی گئی حضرت عثمان بن عبداللہ کہتے ہیں۔ ہجرت سے تاریخ کی ابتداء کا مشورہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا تھا۔

۲۔ مقام ابراہیمؑ کو اس کی اصل جگہ پر رکھنا۔ ابوالزناد کہتے ہیں: مقام ابراہیم علیہ السلام کعبہ کے ساتھ ملا کر رکھا گیا تھا، جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے فرمایا۔ مقام ابراہیم اس وقت جہاں رکھا گیا ہے یہ اس کا اصل مقام نہیں ہے۔ قریش سیلاب کی وجہ سے بہہ جانے کے ڈر سے اس کو کعبہ کے ساتھ ملا کر رکھے ہوئے تھے۔ اگر مجھے اس کی اصل جگہ کا علم ہو جائے تو اسی مقام پر رکھوا دوں گا۔ بنی مخزم کے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا امیر المومنین! مجھے اس کی اصل جگہ معلوم ہے۔ کیونکہ جس وقت قریش نے اس کو اٹھا کر کعبہ کے ساتھ رکھا تھا۔ اس وقت میں نے ایک رسی لیکر کعبہ سے اس کی اصل جگہ کے درمیان جگہ کو ناپا تھا، اور رسی میں گرہ لگا دی تھی۔ وہ رسی میرے پاس محفوظ ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسی کو منگوایا اور اس کے مطابق ناپ کر اسکی اصل جگہ میں رکھوا دیا اور

فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

''وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى''

۳۔ قرآن کریم کو مصحف میں محفوظ کرنا۔

۴۔ نماز تراویح کو باجماعت پڑھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے مدینہ منورہ میں نماز تراویح کے لئے دو قاری مقرر فرمائے تھے۔ ایک مردوں اور دوسرا عورتوں کے لئے جو انہیں تراویح میں قرآن کریم سناتے تھے۔

۵۔ شراب نوشی پر اسی کوڑوں کی سزا انہوں نے مقرر فرمائی تھی اور روشید الثقفی (جس نے شراب کی بھٹی لگا رکھی تھی) کے گھر کو جلوا دیا تھا۔

۶۔ کثیر فتوحات حاصل کرنا، چنانچہ آذربائیجان، بصرہ کے اطراف، اھواز فارس، شام، موصل، مصر، اسکندریہ کے علاوہ اور بہت سارے علاقے انہی کے دورِ خلافت میں فتح ہوئے۔

۷۔ کافروں کی زمین پر خراج اور ان کے افراد پر جزیہ مقرر فرمایا: چنانچہ مالدار پر اڑتالیس درہم، متوسط پر چوبیس درہم اور کم مال والوں پر بارہ درہم مقرر فرمایا۔ اسی طرح جزیہ کی مد میں لاکھوں دراہم آنے لگے۔

۸۔ انہوں نے شہر بسانے کا اہتمام فرمایا: چنانچہ بصرہ، کوفہ، الجزیرہ، شام، مصر اور موصل وغیرہ شہروں کو آباد کیا۔

۹۔ عہدۃ قضاء مقرر کرنا: سب سے پہلے تمام علاقوں میں لوگوں کے امور نمٹانے کے لئے قاضی مقرر فرمائے۔

۱۰۔ لوگوں کی دستاویزات وغیرہ میں نام کے ساتھ ان کے قبائل کے نام لکھنے کا رواج دیا۔

۱۱۔ اہل بدر کو خصوصی اور امتیازی حیثیت دی اور مسلمانوں کو ان کے مراتب کے مطابق تنخواہیں دیں۔

۱۲۔ سمندری راستوں سے خوراک فراہم کرنے کا کام سب سے پہلے انہوں نے انجام دیا۔

۱۳۔ مسجد نبوی کی توسیع کی ابتداء انہوں نے کی۔ چنانچہ دار عباس کو مسجد نبوی میں

شامل کرادیا۔

۱۴۔ جزیرہ عرب سے یہود کو نکال کر شام کی طرف دھکیل دیا۔

۱۵۔ بیت المقدس کی فتح میں خود حاضر ہوئے۔

۱۶۔ اپنی خلافت کے پہلے سال میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا پھر جب تک زندہ رہے اپنے دور خلافت میں خود نگرانی کرتے رہے۔ آخری حج میں حضرات امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی اپنے ساتھ حج کے لئے لے گئے اپنے دور خلافت میں تین مرتبہ عمرے کے لئے تشریف لے گئے۔

۱۷۔ مسجد نبوی کا فرش مٹی کا تھا۔ سجدے سے اٹھ کر لوگوں کو ہاتھ جھاڑنا پڑتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھوٹے چھوٹے سنگریزے منگوا کر اس میں ڈال دیے۔

۱۸۔ عطایا مقرر فرمائے چنانچہ اہل بدر کے لئے چھ ہزار اور حضرات ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حصے مقرر کیا، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے بارہ ہزار درہم حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے چھ چھ سو درہم اور باقیوں کے لئے دس دس ہزار درہم مقرر فرمائے اور سب سے پہلے ہجرت کرنے والی حضرات مہاجرات کے لئے بھی وظیفہ مقرر فرمایا: چنانچہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسماء بنت ابوبکر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کے لئے ہزار ہزار درہم مقرر فرمادیئے۔

ایک امام کے پیچھے تراویح پر سب کو اکٹھا کرنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ: ایک مرتبہ رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف لے گئے اور وہیں نماز پڑھتے رہے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی صبح ہوئی تو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے دوسرے لوگوں کے سامنے اس کا تذکرہ کیا۔ تو دوسری رات لوگ اور زیادہ آ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک ہوئے، تیسری رات لوگوں میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے کا شرف حاصل کیا چوتھی رات لوگ تو جمع ہو گئے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لائے، تو

لوگ کہنے لگے، آپ ﷺ تشریف نہیں لائے، آپ ﷺ فجر کی نماز کے لئے تشریف لائے، نماز پڑھا کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: میں رات کو تمہاری آمد سے بے خبر نہیں تھا۔ مگر مسجد میں اس لئے نہیں آیا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے۔ اور تم اس کی ادائیگی نہ کر سکو۔ (بخاری، مسلم، موطا امام مالک ۱/۱۱۳)

حضور ﷺ حکم دیئے بغیر نماز تراویح اور قیام رمضان کی ترغیب دیا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے:

"من قام رمضان ایمانا و احتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه"

ترجمہ: "جو شخص رمضان میں ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام اللیل کریگا اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے"

آپ ﷺ کے انتقال کے وقت اور بعد میں حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کے دور خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے شروع میں اسی طرح ہی معاملہ چلتا رہا۔

(موطا امام مالک: ۱/۱۱۳)

عبدالرحمٰن بن عبدالقاری (جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے حضرت عبداللہ بن الارقم کے ساتھ بیت المال کے امور سرانجام دیا کرتے تھے) نے فرمایا کہ: رمضان المبارک میں ایک رات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد تشریف لے گئے، میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد میں مختلف ٹولیوں میں اور کچھ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنے میں مصروف تھے، تو فرمایا: اگر ان تمام حضرات کو ایک قاری کے پیچھے نماز پڑھنے پر مشغول کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بہتر ہوگا، پھر ان سب کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنے کو کہا۔ اس کے بعد ایک رات تشریف لا کر دیکھا کہ لوگ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے تراویح کی نماز پڑھ رہے ہیں۔ تو عبداللہ بن عبدالقاری سے فرمایا:

"نعمت البدعة هذه و التی ینامون عنها افضل من التی یقومون"

ترجمہ: "یہ اچھا طریقہ ہے رات کے جس حصے میں یہ سو رہے تھے اس حصے میں یہ عبادت میں مصروف ہیں" (موطا امام مالک ۱/۱۴۱)

حضرت عبدالحکیم الجہنیؒ کہتے ہیں: جب رمضان المبارک شروع ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مغرب کی نماز پڑھا کر ایک مختصر خطبہ دیتے، جس میں وہ فرماتے: لوگو! یہ مہینہ ایک ایسا مہینہ ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے دن کے روزہ کو فرض کر دیا مگر اس کی رات کے قیام کو فرض نہیں کیا۔ جو شخص رات کو قیام کر سکے وہ بہت بہتر ہے۔ کیوں کہ یہ بہتر نوافل میں سے ہے۔

جو مسجد میں قیام نہ کر سکے اس کو چاہئے اپنے بستر پر لیٹ جائے۔ اور یہ نہ کہے کہ اگر فلاں شخص نے روزہ رکھا تو میں بھی روزہ رکھوں اور فلاں نے قیام اللیل کیا تو میں بھی قیام اللیل کروں گا، جو تم میں سے روزہ رکھے یا رات کے وقت عبادت کرے اس کو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کر دے، اللہ تعالیٰ کے گھروں (مسجدوں) میں لغو اور فضول عمل نہ کرے، اور یہ سمجھ لو، کہ نماز کے انتظار میں بیٹھنا بھی نماز میں شامل ہوتا ہے چاند دیکھنے سے قبل روزہ نہ رکھو نہ ہی چاند دیکھے بغیر افطار کرو اگر مطلع ابر آلود ہو تو عدد ایام تیس دن پورے کر کے افطار کرو۔

ابو اسحاق الھمدانی سے روایت ہے کہ: ایک مرتبہ رمضان المبارک کی پہلی رات حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور مساجد میں قرآن کی تلاوت اور چراغوں کو جگمگاتے دیکھ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کو منور فرمادے جس طرح انہوں نے مساجد کو قرآن کریم سے منور فرمایا، مجاہد کہتے ہیں: رمضان المبارک کے اندر ایک رات حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ باہر تشریف لے گئے اور مساجد کو تلاوت قرآن کریم سے معمور و منور پا کر ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کو ایسا ہی روشن کر دے جس طرح انہوں نے مساجد کو قرآن کریم سے روشن فرمایا۔

آپ کی فطانت وفراست کا تذکرہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھ کر فرمایا: میں کسی زمانے میں صاحب فراست تھا۔ یہ شخص کہانت کا کام کرنے والا ہے۔ اگر میرا یہ تجربہ غلط ہو تو میں آئندہ کوئی رائے نہیں دوں گا۔ اس کو بلا کر اس سے معلوم کر لو اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا: ہاں کہانت سے میرا تعلق ہے۔ ایک شخص سے پوچھا: آپ کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا جمرۃ، پوچھا کس کے بیٹے ہو؟ کہا: شہاب کا۔ فرمایا کس علاقے کے

ہو؟ کہا: حرقہ کا رہنے والا ہوں؟ کہاں رہتے ہو؟ اس نے کہا: حرۃ النار میں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جا تمہارا گھر اور اہل وعیال آگ کی لپیٹ میں آ گئے ہیں اس نے جا کر دیکھا تو بالکل ایسا ہی تھا۔ (تاریخ الخلفاء:١٣٦)

زید بن اسلم اپنے والد اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: ایک مرتبہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے کہ ایک شخص ان کے پاس سے گذرا اس کے کندھے پر اس کا بیٹا تھا۔ فرمایا: یہ ایسا لگ رہا ہے جیسا کہ کوے پر کوا بیٹھا ہوا ہے، اس شخص نے یہ سن کر کہا: امیر المومنین! اس بچے کی والدہ نے مرنے کے بعد اس کو جنا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیرا ناس ہو، وہ کس طرح؟ اس نے کہا: میں فلاں لڑائی میں جا رہا تھا، اس کی والدہ حاملہ تھی۔ جاتے وقت میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور کہا: استودع الله مافی بطنك۔

''آپ کے حمل کو میں اللہ کے پاس امانت رکھ کر جا رہا ہوں''

جب میں واپس آیا تو مجھے بیوی کے مرنے کی خبر دی گئی میں اپنے خاندان والوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک دیکھا کہ قبرستان سے روشنی نکل رہی ہے۔ میں نے بھائیوں سے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے کہا: ہمیں نہیں معلوم یہ کیا ہے البتہ ہم دیکھتے ہیں فلاں عورت کی قبر سے ہر شب یہ روشنی نکلتی ہے، یہ سن کر میں ایک پھاوڑا لیکر قبر کی طرف چل پڑا، وہاں جا کر دیکھا کہ قبر کھلی ہے، اور یہ بچہ اپنی ماں کی گود میں ہے، میں اس کو لینے کے لئے قریب ہوا تو ایک غیبی آواز آئی، اے اپنے رب کے پاس امانت رکھنے والے! اپنی امانت وصول کرلو، اگر تم اس کی والدہ کو بھی اللہ کے حوالے کر کے چلے جاتے۔ اس کو بھی زندہ پاتے، میں نے بچے کو اٹھالیا، تو قبر بند ہو گئی۔

رعیت کے ساتھ حسن سلوک اور خبر گیری:

امام شعبیؒ روایت کرتے ہیں: لوگوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے قول وعمل کو جب دیکھا کہ وہ بازار کا چکر لگاتے ہیں، راستوں میں گشت کرتے ہیں، لوگوں کے گھروں میں جا جا کر ان کے مسائل حل کرتے ہیں اور مجاہدین کے گھر والوں کی خبر گیری کرتے ہیں تو حضور ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر کرنے لگے اور کہنے لگے کہ حضور ﷺ ابوبکر کو خوب جانتے تھے

اس لئے ان کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اور ابوبکر، عمر سے خوب واقف تھے کہ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کر دیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ ایک ہی نہج پر خلافت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ لوگ ایک کی نرمی اور دوسرے کی شدت سے ڈرتے تھے۔ چنانچہ ابوبکر صدیق نرم ہونے کے باوجود ان تمام امور میں سب سے زیادہ قوی تھے جن میں دوسرے لوگ نرمی دکھا رہے تھے، اور موقع کے مطابق نرمی کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مناسب امور میں سب سے زیادہ نرم اور حکومت کے معاملے میں قوی تھے۔

حضرت زید بن اسلم اپنے والد اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ، ایک مرتبہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار جانے کا اتفاق ہوا، راستے میں ایک عورت کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، اس نے کہا: یا امیر المومنین! میرے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس نے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں اللہ کی قسم! ان کے پاس پکانے کے لئے گوشت کا چھوٹا سا ٹکڑا ہے نہ ہی دودھ کا گھونٹ۔ مجھے ان کے ضائع ہونے کا خدشہ دامن گیر ہے، اور میں خفاف ابن ایمائی الغفاری کی بیٹی ہوں، میرے والد محترم حضور ﷺ کے ہمراہ حدیبیہ میں حاضر رہنے والوں میں سے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں کھڑے رہے آگے نہیں چلے، فرمایا مرحبا مرحبا بنسب قریب پھر اپنے گھر گئے وہاں اونٹ بندھا ہوا تھا۔ دو بڑے تھیلے گندم سے بھر کر اونٹ پر لا دلیے اور دوسری اشیاء ضروریہ اور کپڑے رکھ لئے، اور اونٹ کی نکیل پکڑ کر اس کی لگام اس عورت کے ہاتھ میں تھما کر فرمایا اسے لے جاؤ، اس کے ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ تیرے لئے خیر کا انتظام فرمائے گا۔ ایک شخص نے کہا: امیر المومنین! آپ نے اس کو بہت زیادہ عطا کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیری ماں تجھے گم کر دے میں نے اس کے والد اور بھائی کو مدت تک ایک قلعہ کا محاصرہ کرتے ہوئے اور فتح کرتے دیکھا ہے۔ فتح کے بعد ہم نے غنیمت کے حصص تقسیم کئے۔

امام اوزاعیؒ سے روایت ہے ایک مرتبہ رات کے اندھیرے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لے گئے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ انہیں دیکھ رہے تھے، وہ ایک گھر میں داخل ہوئے، پھر دوسرے گھر میں گئے، جب صبح ہوئی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اس گھر میں گئے دیکھا کہ ایک

اپاہج اور نابینا بوڑھی عورت ہے تو حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہارے پاس کیوں آئے تھے، کہنے لگی، یہ تو کئی مدت سے میری خدمت کرتا ہے۔ میری گندگی صاف کرتا ہے۔ اور میرے کام وغیرہ درست کرتا ہے تو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے نفس کو کہا۔ اے طلحہ تیری ماں تجھ پر روئے تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لغزشات کی کھوج لگاتا پھرتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک مرتبہ تاجروں کا قافلہ مدینہ کے قریب عید گاہ میں ٹھہرا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا آیئے آج رات ان کی پہرہ داری کریں گے، چنانچہ یہ دونوں حضرات ساری رات پہرہ داری کرتے اور نمازیں پڑھتے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک گھر سے بچے کے رونے کی آواز سنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس گھر کے قریب جا کر اس کی ماں کو آواز دے کر فرمایا: خدا کا خوف کرو، اپنے بچے کو سنبھال لو، پھر اپنی جگہ پر آ کر نماز پڑھنی شروع کر دی پھر بچے کے رونے کی آواز آنے لگی، دوبارہ اس کی طرف گئے اور اس کو وہی الفاظ کہے جو پہلے کہہ چکے تھے، جب اپنی جگہ پر آئے اور رات کا اکثر حصہ گزر چکا بچہ پھر رونے لگا، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچے کی والدہ سے کہا۔ تیرا ناس ہو۔ بڑی نالائق ہو، ساری رات تمہارا بچہ روتا رہا۔ تو وہ کہنے لگی: اے اللہ کے بندے! آپ نے تو مجھ کو کہہ کہہ کر تنگ کر دیا میں اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں اور یہ انکار کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کیوں دودھ چھڑا رہی ہو؟ اس نے کہا: اصل میں بات یہ ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھوٹے بچے کے لئے اس وقت تک وظیفہ نہیں دیتے جب تک دودھ نہ چھڑایا جائے۔ پوچھا: کہ اس کی عمر کتنی ہے۔ اس نے کہا۔ اتنے مہینے کا ہے فرمایا: جلد بازی نہ کرو فی الحال اس کا دودھ بند مت کرو، صبح ہوئی فجر کی نماز پڑھاتے ہوئے آپ کی آواز بھرا گئی رونے کی وجہ سے الفاظ صاف سنائی نہیں دے رہے تھے سلام پھیر کر فرمایا: بوسًا لعمر عمر کیلئے افسوس ہے کہ مسلمانوں کے کتنے بچوں کے قتل کا سبب بن گیا۔ پھر ایک اعلان کرا دیا آج کے بعد کوئی بچے کا دودھ وقت سے پہلے نہ چھڑائے ہم ہر پیدا ہونے والے بچے کے لئے وظیفہ مقرر کریں گے، یہ حکم نامہ اپنے قلمرو کے تمام ممالک کے اندر لکھ کر بھیج دیا۔

حضرت عبداللہ بن ادا سے روایت ہے: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام جانے کے لئے رخت سفر باندھ لیا۔ اور چلتے ہوئے جب ''سرغ'' کے مقام پر پہنچے، تو لشکر کے امراء نے آپ سے ملاقات کی، جن میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی تھے۔ انہوں نے بتایا کہ شام کے اندر وباء پھیلی ہوئی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا: حضرات مہاجرین کو بلا لاؤ، میں حضرات مہاجرین کو بلا لایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے مشورہ کیا اور ان کو بتایا کہ معلوم ہوا ہے کہ شام وباء کی لپیٹ میں آ گیا ہے۔ ان میں سے بعض نے واپس جانے اور بعض نے شام کی طرف جانے کا مشورہ دیا اور کہا ایک کام کے ارادے سے آپ نکلے ہیں واپس جانا مناسب نہیں۔ بعض نے کہا واپس جانا چاہئے کیوں کہ آپ کے ساتھ حضرات صحابہ کی بڑی جماعت ہے۔ وباء کے علاقے میں داخل ہونا مناسب نہیں ہے۔ فرمایا۔ تم اٹھ جاؤ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں مجھ سے فرمایا: انصار کو بلا لاؤ میں نے حضرات انصار کو جمع کیا ان سے بھی مشورہ لیا، انہوں نے مہاجرین کی طرح مشورہ دیا۔ بعض نے جانے اور بعض نے شام میں داخل نہ ہونے کا مشورہ دیا ان کو بھی جانے کی اجازت دی، پھر فرمایا: قریش کے شیوخ کو بلا لاؤ میں ان کو بلا کر لایا، انہوں نے متفقہ طور پر کہہ دیا، ہمارا خیال ہے کہ آپ شام کے اندر داخل نہ ہوں۔ اپنے تمام ساتھیوں کو لیکر واپس لوٹ جائیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام ساتھیوں کو بلایا اور فرمایا میں صبح واپس لوٹ رہا ہوں۔ تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا اللہ کی قدر سے بھاگ رہے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ابوعبیدہ! یہ بات تم نہ کہتے تیرے علاوہ اور کوئی کہتا۔ ابوعبیدہ! ہم اللہ کی قدر سے اللہ کی قدر کی طرف ہی بھاگ رہے ہیں۔ آپ مجھے یہ بتایئے آپ ایک وادی میں اتر جائیں اور وادی کی ایک جانب خوب سرسبز و شاداب جبکہ دوسرا حصہ بنجر ہو۔ تو کیا آپ اپنے جانوروں کو سرسبز و شاداب حصہ میں چرائیں گے یا بنجر حصے میں؟ کیا دونوں اللہ کے مقرر کردہ حصے نہیں ہیں؟ کیا یہ دونوں تقدیر الٰہی کے تحت نہیں ہوئے؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف پہلے مشورے میں موجود نہیں تھے وہ آ گئے، اور فرمایا میرے پاس اس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک موجود ہے: میں نے

آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''اذا سمعتم به في ارض فلاتقدموا عليه و اذا وقع بارض و انتم بها فلا تخرجوا فراداً منه''

(ترجمہ) ''کسی علاقے کے متعلق تم سنو کہ وہاں وباء پھیلی ہوئی ہے تو اس میں مت جاؤ، اگر کسی علاقے میں گئے ہوئے ہو اور وہاں وباء پھیل جائے تو اس سے بھاگو مت''

حدیث سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی تحمید بیان فرمائی۔

(بخاری باب الطب، مسلم شرح نووی: ۲۰۸/۱۴)

حضرت زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ایک مرتبہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ علاقہ ورقم کے میدانی علاقے سے پھرتے پھرنے ہرار نامی جگہ پر پہنچے تو ایک جگہ آگ دیکھ کر فرمایا: اسلم! لگتا ہے اس علاقے میں کوئی قافلہ ہے جو سردی سے پریشان ہے۔ چلئے دیکھتے ہیں۔ ہم چل کر ان کے پاس گئے دیکھا ایک عورت ہے اس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور آگ پر ہنڈیا رکھی ہوئی ہے اور بچے بلبلا رہے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام کیا، عورت نے سلام کا جواب دیا، قریب جانے کی اجازت مانگی عورت نے کہا، اگر کوئی بھلائی وخیریت کی نیت ہے تو قریب آ جاؤ ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ تو اس کے پاس گئے، اس سے حال احوال دریافت کیا تو اس نے کہا رات اور سردی کی وجہ سے ہم پریشان نہیں بچوں کے متعلق پوچھا کہ یہ کیوں بلبلا رہے ہیں کہنے لگی بھوک کی وجہ سے پوچھا کہ ہنڈیا میں کیا پک رہا کہنے لگی اس میں کچھ بھی نہیں۔ یہ صرف ان کو بہلانے کے لئے آگ پر رکھی گئی ہے۔ ہمارے اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان اللہ ہی فیصلہ فرمائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرما دے۔ اللہ کی بندی عمر کو تیرے حال کا کیا پتہ؟ کہنے لگی حکمران بن سکتا ہے ہماری خبر گیری نہیں کر سکتا؟ اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ مجھ سے فرمایا۔ چلو میرے ساتھ نہر ول کے مقام پر آئے اور ایک تھیلے میں آٹا اور ایک میں چربی لی۔ اور مجھ سے فرمایا یہ میری پیٹھ پر رکھ دو، میں نے کہا نہیں میں اپنی پیٹھ پر رکھ کر لے جاؤں

گا۔ فرمایا: نہیں کل قیامت کے دن میرا بوجھ تم اٹھاؤ گے؟ چنانچہ میں نے تھیلا ان کی پیٹھ پر رکھ دیا تو چل پڑے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا ان کے پاس پہنچ کر آٹا اور گھی نکال کر ہانڈی میں ڈالدیا اور آگ جلاتے رہے جب پک کر تیار ہوا۔ تو برتن میں نکال کر اس کو ٹھنڈا کرتے رہے اور بچوں کو بلا کر ان کو کھلانے لگے جب وہ خوب پیٹ بھر کھا چکے تو وہاں سے اٹھے تو عورت نے کہا: جزاک اللہ! امیر المومنین بننے کے لائق تو تم ہو نہ کہ عمر: فرمایا: تم امیر المومنین کے پاس جاؤ گی تو مجھے وہاں پاؤ گی پھر ایک طرف ہو گئے اور وہاں ٹھہر گئے۔ جب بچے سو گئے آوازیں بند ہو گئی تو وہاں سے چل پڑے اور مجھ سے فرمایا بھوک نے ان کو سونے نہیں دیا تھا اور رونے پر مجبور کیا تھا میں نے چاہا کے ان کو سلا کر ہی لوٹوں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دادا فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ صائم الدہر تھے ۱۸ھ کی سخت قحط سالی (جس میں لوگوں کی کافی ہلاکتیں ہوئی تھیں) کے زمانے میں افطاری کے وقت تھوڑے سے تیل میں روٹی ڈال کر تناول فرماتے رہے جب عید الاضحیٰ کا موقع آیا تو لوگوں نے اونٹ ذبح کیا اور اس کا گوشت کھانے لگے اور گوشت کا ایک اچھا ٹکڑا پکا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھی پیش کیا گیا جس میں کلیجے اور کوہان کا گوشت تھا۔ فرمایا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: آج ہم نے اونٹ ذبح کیا ہے۔ فرمایا چھوڑئے میں گوشت کا اچھا حصہ کھاؤں اور لوگ ہڈیاں کھائیں۔ یہ نہیں ہوسکتا یہ بدترین حکمرانی ہے یہ برتن میرے سامنے سے اٹھائیے، اور کوئی اور کھانا لائیے پھر وہی تیل اور روٹی پیش کی گئی۔ پھر اپنے غلام ''یرفا'' سے فرمایا: یہ برتن لے جاؤ ''ثمغ'' علاقے میں رہنے والے میرے اہل و عیال کو دے آؤ، تین دن ہو چکے ہیں میں نے انہیں کچھ نہیں دیا، میرا خیال ہے وہ بھوک کی حالت میں ہوں گے۔

ابن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس قحط سالی کے زمانے میں اپنے کسی بیٹے کے ہاتھ میں تربوز دیکھ کر فرمایا: واہ، واہ امت محمد یہ بھوک کی حالت میں ہے اور امیر المومنین کا بیٹا میوے کھا رہا ہے، گھر والوں نے کہا: یہ اپنی کچھ کھجوروں کے بدلے خریدا ہے۔

عیاض بن خلیفہ کہتے ہیں، عام الرماد (قحط کے سال) میں میں نے دیکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کا رنگ سیاہ ہوگیا تھا، حالانکہ وہ انتہائی سفید رنگ والے تھے، گھی، دودھ استعمال کیا کرتے تھے۔ مگر جب قحط سالی ہوئی تو انہوں نے یہ سب چیزیں کھانا یکسر ترک کر دیا تھا صرف تھوڑے سے روغن پر گذارہ کیا کرتے تھے۔ حضرت اسلمؓ فرماتے ہیں: قحط سالی کے زمانے میں ہم کہا کرتے تھے۔ اگر قحط جلد ختم نہ ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے غم میں گھل کر ہلاک ہو جائیں گے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں۔ جب قحط سالی انتہا کو پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربار الٰہی میں دست دعا دراز کیا عرض کیا، یا اللہ! مسلمانوں کا رزق ہر جگہ سے نازل فرما پہاڑوں کی چوٹیوں پر نازل فرما: اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا باران رحمت کا نزول ہوا تو اللہ تعالیٰ کی تحمید و تقدیس بیان کی۔

حضرت طاؤسؒ کے والد کا بیان ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں سخت قسم کا قحط پڑا اس زمانے میں انہوں نے گوشت اور گھی کا استعمال اس وقت تک نہیں کیا جب تک وہ دوسروں کو میسر نہ ہوا۔

حضرت یحییٰ بن سعیدؒ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ نے ان کے لئے ساٹھ درہم دیکر کچھ گھی خرید لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کہنے لگیں، یہ میں نے اپنے پیسوں سے خریدا ہے آپ کے عطاء کردہ نفقہ سے نہیں۔ فرمایا: میں اس وقت تک اس کو استعمال نہیں کروں گا جب تک لوگ قحط سے نجات نہیں پاتے۔

حضرت ابو محذورؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں حضرت صفوان بن امیہ ایک بڑا برتن لیکر حاضر ہوئے، جسے چند افراد ایک چادر پر رکھ کر لائے اس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے رکھ دیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقراء، مساکین اور غلاموں کو بلایا، وہ سارے لوگ آپ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے، فرمایا: برے ہیں وہ لوگ جو غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کو پسند نہیں کرتے۔

حضرت احنف بن قیسؒ کہتے ہیں ایک مرتبہ عراق سے ایک وفد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا جس وقت وفد آیا اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدقے کے اونٹوں کی دیکھ بھال میں مصروف تھے، سخت گرمی کا موسم تھا، احنف سے فرمایا: کپڑے اتار کر امیر المومنین کی

مدد کرنے آ جاؤ، کیوں کہ یہ صدقہ کے اونٹ ہیں، اس کے یہاں یتیم، مسکین اور بیواؤں کا حق متعلق ہے، وفد کے ایک شخص نے کہا: امیر المومنین! صدقہ کے غلاموں میں سے کسی کو حکم کرتے کہ وہ ان کی دیکھ بھال کرتا آپ کو تکلیف نہ ہوتی، فرمایا: میرے اور احنف سے بڑھ کر کون غلام ہوسکتا ہے۔ جس کو مسلمانوں کا ذمہ دار بنایا جاتا ہے وہ مسلمانوں کا غلام ہوتا ہے جس طرح غلام کے لئے اپنے آقا کی خیر خواہی اور خدمت ضروری ہے اسی طرح ان کے امیر پر بھی یہ لازم ہے۔

حضرت اسلمؒ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں رات گذاری، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام یرفا بھی تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رات کو اٹھنے کا ایک خاص وقت تھا جب وہ بیدار ہوتے، یہ آیت تلاوت کرتے:

"وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا" (طٰہٰ:۱۳۲)

اٹھ کر ہم سے فرمایا: تم لوگ بھی اٹھو، نماز پڑھو، اللہ کی قسم: میں سوسکتا ہوں اور نہ نماز میں دل جمعی ہے، ایک سورت شروع کرتا ہوں تو معلوم نہیں ہوتا کہ کتنی ہوگئی، ہم نے عرض کیا؟ امیر المومنین! یہ کیوں؟ فرمایا: جب سے ابوعبیدہ نے اہل روم کے مسلمانوں کے خلاف یک جا ہونے کی خبر دی ہے اس وقت سے مسلمانوں کے حق میں غمگین ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے لوگوں کو عطایا دیئے جارہے تھے، آپ نے سر اٹھا کر ایک شخص کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر گہرے زخم کا نشان تھا، اس سے پوچھا یہ زخمی کیسے؟ جواب دیا، یہ ایک غزوہ میں زخمی ہوگئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس میں اس کو ایک ہزار درہم دیدو، حکم کی تعمیل ہوئی، پھر فرمایا اتنا اور دو، ایک ہزار درہم دوبارہ دیا گیا پھر فرمایا اور دیدو، اس پر بھی عمل ہوا چوتھی مرتبہ پھر فرمایا ایک ہزار اور دیدو، اس پر عمل ہوا۔ اب اس شخص کو زیادہ عطا ہونے کی وجہ سے شرم محسوس ہوئی وہ فوراً باہر نکلا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا اسے کیا ہوگیا؟ لوگوں نے کہا، کثرت عطایا سے شرمانے لگا، فرمایا: اگر وہ یہاں ٹھہرتا میں یہ ساری رقم انہیں دے دیتا۔ کیوں کہ انہیں اللہ کے راستے میں زخم لگا ہے۔

حضرت یربوع بن مالکؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ چار سو دینار ایک تھیلے میں ڈال کر ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا، غلام سے کہا، ابوعبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہہ دو، امیر المومنین نے یہ رقم آپ کی ضروریات کے لئے بھیجی ہے اور غلام سے کہا: یہ بھی دیکھ لینا وہ اس کو کس طرح خرچ کرتے ہیں، چنانچہ ابوعبیدہ نے وہ رقم لیکر اپنی باندی کو بلا کر کہا: یہ رقم فلاں کے گھر یہ فلاں کے گھر اور یہ فلاں شخص کے گھر دے آؤ، اور اس طرح کر کے اسی وقت ساری ارقم ختم کر دی۔ غلام نے واپس آکر یہ ساری کیفیت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتا دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنی ہی رقم انہیں دیکر فرمایا: یہ رقم معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دے آؤ، اور انہیں بھی دیکھ لو وہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں؟ غلام نے یہ رقم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیش کر کے کہا: امیر المومنین نے فرمایا ہے: انہیں اپنی ضروریات میں خرچ کر دینا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ امیر المومنین پر اپنی رحمت نازل فرمادے۔ انہوں نے بھی اپنی ایک باندی کو بلا کر کہا، یہ رقم فلاں شخص کے گھر دے آؤ یہ فلاں کے گھر اور یہ فلاں کے گھر، اتنے میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی آگئی، انہوں نے کہا: ہم بھی مساکین میں سے ہیں ہمیں بھی کچھ دیدیجئے۔ اس وقت تھیلے میں صرف ایک دینار باقی رہ گیا تھا، اس کو اپنی بیوی کی طرف پھینک دیا۔ غلام نے جا کر یہ ساری صورت حال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتا دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ''**انه اخوة بعضهم من بعض**''

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں اپنی قوم بنو طے کے افراد کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ میری قوم کے لوگوں کو ایک ایک کر کے مال میں سے حصہ دیتے رہے اور میری طرف کوئی التفات نہیں کیا میں ان کے سامنے آیا پھر بھی رخ بدل لیا تو میں نے عرض کیا، امیر المومنین! لگتا ہے آپ نے مجھے پہچانا نہیں؟ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہنسنے لگے اتنا ہنسے کہ گدی کے بل پیچھے گر گئے پھر فرمایا: میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ آپ کو کیسے نہیں پہچانوں گا آپ اس وقت مسلمان ہوئے جب دوسرے لوگ حالت کفر میں مدہوش تھے، آپ اسلام کی طرف آئے دوسرے لوگ اسلام سے منہ موڑ رہے تھے، جب کے دوسرے لوگ غدر کر رہے تھے آپ نے وفا کی۔ سب سے

پہلا صدقہ جس سے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے کھل اٹھا تھا، بنی طے کا تھا جو آپ نے خدمت نبوی میں پیش کیا تھا، پھر معذرت کرنے لگے، فرمایا: میں ان لوگوں کے لئے حصہ مقرر کرتا رہا جو فقر و فاقہ سے سخت تکلیف میں مبتلا ہیں۔ اور یہ لوگ اپنے اپنے قبیلوں کے سربراہ ہیں۔

الکلبیؒ نے روایت کیا ہے: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں چادر اوڑھ کر سوئے ہوئے تھے اتنے میں کسی نے آواز دی، اے عمر! اے عمر! آپؓ گھبرا کر بیدار ہوئے اور آواز کی جانب متوجہ ہوئے دیکھا کہ ایک اعرابی نے اپنی اونٹنی کی لگام تھامی ہوئی ہے۔ اور لوگ اس کے آس پاس جمع ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا تو لوگوں نے اعرابی کو بتایا یہ ہیں امیر المومنین! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً فرمایا: کس نے تجھے ایذاء پہنچائی؟ وہ یہ سمجھ رہے تھے شاید کسی نے اس پر ظلم کیا ہے اعرابی ایسے اشعار سنانے لگا، جس میں قحط اور خشک سالی کا تذکرہ تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ تو اس نے دوبارہ اے عمر! اے عمر! کہہ کر چلانا شروع کیا۔ اور کہنے لگا، تم جانتے ہو، میں کیا کہہ رہا ہوں۔ سنو، میں سخت قحط سالی کا تذکرہ کر رہا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کون ان لوگوں کو خوراک پہنچا کر آئے گا؟ یہ کہہ کر دو انصاری صحابیوں کی طرف دیکھنے لگے، جن کے پاس اونٹ اور خوراک وافر مقدار میں تھے، چنانچہ وہ خوراک لیکر یمن گئے، قحط زدہ لوگوں میں خوراک تقسیم کی، کچھ چیزیں بچ گئیں واپس روانہ ہوئے تھوڑا آگے چل کر دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھنے میں مصروف ہے قحط سالی اور بھوک کی وجہ سے انتہائی لاغر اور کمزور ہو چکا ہے۔ اس نے ہمیں دیکھ کر نماز توڑ دی، کہنے لگا تمہارے پاس کوئی شے ہے؟ جو کچھ ہمارے پاس تھا سب کچھ ہم نے اس کے سامنے ڈال دیا، اور کہا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہے۔ اس نے کہا: واللہ! اگر ہم اپنے معاملات میں اللہ کے بجائے عمر رضی اللہ عنہ پہ بھروسہ کریں گے تو یقیناً ہلاک ہو جائیں گے۔ ان چیزوں کی طرف التفات تک نہیں کیا دوبارہ نماز و دعا میں مصروف ہو گیا اور دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ باران رحمت کا نزول شروع ہوا۔

حضرت حیواۃ بن شریح کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب جہاد کے لئے لشکر بھیجتے

تو امراءِ لشکر کو بلا کر انہیں یہ نصیحت فرماتے: میں تمہیں تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں، پھر ان کو روانہ کرتے وقت فرماتے اللہ کے نام نامی اور اس کی مدد سے روانہ ہو جاؤ، حق اور صبر کو لازم پکڑ لو، اللہ کے دشمنوں کی سرکوبی کرو، مگر کسی پر ظلم مت کرو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، عین لڑائی کے وقت بزدلی کا مظاہرہ نہ کرو، کسی کا مثلہ (ناک، کان وغیرہ اعضاء کاٹنا) نہ کرو، مال آنے پر اسراف نہ کرو، جہاد سے روگردانی نہ کرو، عورت، نہایت ضعیف، اور بچوں کو قتل کرنے سے گریز کرو، عین لڑائی میں بھی انہیں قتل کرنے سے بچو، مال غنیمت میں خیانت مت کرو، جہاد کو دنیاوی اغراض سے بالکل پاک رکھو، اور اپنی نظر اس منفعت پر رکھو جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ وعدہ فرمایا ہے، یہی عظیم الشان اور لامتناہی کامیابی ہے۔

حضرت زید بن وھب کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ مدینہ کے بازار کی طرف نکلے اتنے میں ایک شخص نے آواز لگائی، **یا عمراہ، یا عمراہ**، اے عمر! اے عمر! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔ **و البیکاہ**: میں حاضر ہوں، راوی کہتے ہیں: ہم نے اس شخص سے پوچھا کیا بات ہے، کہنے لگا، عمر کے ایک عامل (حکمران) نے ایک شخص کو ایک گہری وادی میں اتر کر اس کی گہرائی معلوم کرنے کا حکم دیا۔ اس شخص نے کہا: مجھے ڈر لگ رہا۔ میں ایسا نہیں کرسکتا۔ حاکم نے اس کو زبردستی اترنے پر مجبور کر دیا۔ مجبوراً وہ وادی میں اتر گیا جب باہر نکلا تو سردی یا خوف کی وجہ سے شدید بیماری کی لپیٹ میں آ گیا۔ **یا عمراہ یا عمراہ!** کہتے ہوئے جان دیدی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حکمران کو بلا کر اس سے فرمایا: اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ بعد کے آنے والے خلفاء کے لئے یہ ایک رسم بنے گی تو میں ضرور تیری گردن اڑا دیتا، اب تم کو اس کی دیت ادا کرنا پڑے گی، اور سنو! آئندہ میں کبھی بھی تمہیں کوئی حکومتی عہدے داری نہیں سونپوں گا۔

محمد بن عبدالرحمٰن کے والد کا بیان ہے: جب علاقہ تستر کے فتح ہونے کی خبر آئی، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: اور کوئی معاملہ پیش آیا ہے۔ تو بتایا گیا، ہاں، ایسا ہوا کہ ایک شخص مرتد ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: پھر تم لوگوں نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہنے لگے: ہم نے اس کو قتل کیا، فرمایا: ایسا کیوں نہ کیا کہ اس کو ایک کمرے میں بند کر دیتے، اور روزانہ صرف ایک روٹی کھانے کو دیدیتے، اور اس سے توبہ کرنے کو کہتے شاید کہ

توبہ کرتا، انکار کرنے کی صورت میں قتل کر دیتے، پھر فرمایا: یا اللہ! میں اس قتل میں شریک رہا نہ اس کا حکم دیا، اور نہ ہی اس پر میں راضی ہوں۔

حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حکومتی اونٹوں میں سے ایک اونٹ گر گیا۔ اس کو ذبح کر کے اس کا ایک حصہ حضرات ازواج مطہرات کی خدمت میں پیش کیا گیا اور باقی ماندہ گوشت کو پکوا کر تمام لوگوں کو کھلایا، جن میں عم رسول ﷺ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، انہوں نے فرمایا: یا امیر المومنین! اس طرح آپ روزانہ کیا کریں ہم آئیں گے اور کھانے میں یکجا ہو کر گفتگو کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: نہیں آئندہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ کیوں کہ پہلے دو حضرات (حضور ﷺ، ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) گذرے ہیں جو ایک طریق پر چلے ہیں۔ میں اگر ان کے راستہ پر چلنے کے بجائے دوسرا راستہ اختیار کروں گا۔ تو میرے ساتھ ان جیسا معاملہ نہیں کیا جائے گا بلکہ دوسرا معاملہ کیا جائے گا۔

عبدالملک بن عمر کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جو خلیفہ کسی شخص کو محض رشتہ داری کی بنا پر حکومتی امور سونپے وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کرنے والا ہوگا۔ اور ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: جو کسی فاجر کو فاجر جاننے کے باوجود اس کو حکومتی عہدہ دے وہ بھی فاجر شمار ہوگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں حضرت عمر ابن الخطاب کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک انصاری عورت آئی، کہنے لگی: امیر المومنین! مجھے کپڑا پہنا دیجئے، واللہ میرے پاس سر چھپانے کا بھی کپڑا نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خزانے سے ایک سلی ہوئی چادر لا کر اس کو دیکر فرمایا اسے پہن لو، اور دیکھو، پرانا ہو جائے، تو پیوند لگا کر پہنا کرو، پرانا ہونے سے قبل نیا کپڑا لینا مناسب نہیں ہے۔

حضرت عطار بن عبید کہتے ہیں: ایک مرتبہ حرم میں ایک شخص نے حرم کی گھاس کاٹتے ہوئے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ گھاس کاٹ کر اپنے اونٹ کو کھلا رہا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بلا کر کہا: اے اللہ کے بندے! کیا تجھے نہیں معلوم ہے کہ مکہ حرم ہے اس کے کانٹے کاٹے جائیں گے نہ ہی اس کے شکار کو بھگایا جائے گا اور نہ اس کا لقمہ کسی کے لئے حلال ہے۔ تو اس شخص نے کہا: امیر المومنین! میں یہ عمل کرنے پر اس لئے مجبور ہوا کہ مجھے دور جانا ہے اور میرا اونٹ نہایت کمزور ہے مجھے منزل تک نہیں پہنچا پائے گا، اور نہ ہی میرے پاس

زادراہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس پر رحم آیا حکم دیا کہ صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ پر آٹا لاد کر اس کو دیدو، اور فرمایا: آئندہ حرم کے درخت وغیرہ مت کاٹنا۔

حضرت لیث کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک قریب البلوغ لڑکے کی نعش لائی گئی جو رستے میں پڑی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے قاتل کو تلاش کرتے رہے۔ مگر تلاش بسیار کے باوجود بھی اس کے قاتل کا علم نہ ہوسکا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وجہ سے کافی پریشان تھے۔ اس کے نو دس مہینے بعد بالکل اسی جگہ سے ایک نومولود بچہ مل گیا جہاں مقتول لڑکا پڑا ملا تھا، اس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ سن کر فرمایا: اب انشاء اللہ لڑکے کا قاتل معلوم جائیگا، بچے کو پرورش کرنے کے لئے ایک عورت کے حوالے کرکے اس سے فرمایا: اس کی خوب حفاظت و پرورش کرنا، اس کا معاوضہ ہم سے وصول کرتی رہنا اور ہاں ایک بات کا خاص خیال رکھنا کہ اگر کسی عورت کو اس کا بوسہ لیتے ہوئے اور اپنے سینے سے لگاتے ہوئے دیکھے تو مجھے ضرور بتلانا، چنانچہ جب بچہ بڑا ہوا، تو ایک باندی آئی اور بچے کی پرورش کرنے والی سے کہا: میری آقا نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے وہ اس بچے کو دیکھنا چاہتی ہے۔ اور دیکھ کر تمہیں واپس کریگی چنانچہ باندی بچے کو ساتھ لے گئی، اور یہ عورت بھی ساتھ گئی باندی کی مالکہ نے جب بچے کو دیکھا تو اس کو اپنے ہاتھ میں لیکر بوسہ دیا، اور سینے سے لگایا، وہ ایک انصاری صحابی کی صاحبزادی تھیں۔ پرورش کرنے والی نے یہ صورت حال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتادی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار ہاتھ میں لیکر ان صحابی کے گھر کی طرف چل پڑے، دیکھا اس عورت کا والد اپنے گھر کے دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا نام لیکر فرمایا اے فلاں! تیری فلاں نامی بیٹی نے کیا کیا ہے؟ اس نے کہا: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دے، وہ تو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی صوم وصلوۃ کی بہتری اور تہجد کی پابندی میں تمام خاندان میں معروف ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں اس کو اس نیک کام میں اضافہ کرنے کی مزید ترغیب دینا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، ذرا ٹھہریئے، میں اس سے اجازت لے لوں اس نے

اجازت لی، پہلے وہ صحابی پھر حضرت عمر اندر تشریف لے گئے، اور حکم دیا۔ باقی سارے لوگ باہر چلے جائیں جب سب لوگ چلے گئے۔ تو حضرت عمر نے تلوار سونت کر فرمایا: سچ سچ بتاؤ، معاملہ کیا ہے، اس نے کہا: امیر المومنین! ذرا ٹھہریئے میں حقیقت حال سے آپ کو آگاہ کرتی ہوں بات اصل میں یہ ہے کہ ایک بوڑھی عورت میرے پاس آیا کرتی تھی میں نے اس کو ماں بنایا تھا۔ وہ بالکل میرے ساتھ والدہ کا برتاؤ کرتی تھی، میرا معاملہ اس کے ساتھ بیٹی کا سا تھا۔ اس طرح زمانہ دراز گذر گیا۔ ایک دن اس نے کہا: بیٹی! مجھے ایک سفر درپیش ہے۔ میری ایک بیٹی ہے۔ جو گھر میں اکیلی ہے مجھے خوف ہے کہ میری غیر موجودگی میں وہ ضائع نہ ہو جائے۔ میں چاہتی ہوں کہ میرے سفر سے واپس آنے تک وہ تیرے پاس رہے میں نے ہاں میں جواب دیا۔ حقیقت میں وہ بچی نہیں بلکہ قریب البلوغ بے ریش بچہ تھا۔ اور اس کو بالکل بچیوں کی طرح بناؤ سنگھار کیا گیا تھا۔ مجھے اس کے بچہ ہونے کا شک تک نہیں ہوا۔ میں اس کو بچی سمجھ رہی تھی۔ چنانچہ وہ میرے بدن کے وہ حصے دیکھتا رہا جو ایک بچی دوسری بچی کے دیکھتی ہے۔ ایک دن میں سوئی ہوئی تھی وہ میرے ساتھ گلو گیر ہو کر مجھ پر چڑھا مگر مجھے نیند کی وجہ سے کوئی خبر نہیں ہوئی بیدار ہو کر حالت دیکھی میرے قریب ایک چھری پڑی ہوئی تھی۔ اس سے اس کو قتل کر دیا۔ اور راستہ میں اس مقام پر رکھوا دیا جو آپ کو معلوم ہے۔ اس سے میں حاملہ ہو گئی۔ جب بچہ پیدا ہوا، اس کو اس کے باپ کی جگہ چھوڑ دیا۔ واللہ حقیقت بالکل یہی ہے جو میں نے آپ کے سامنے بیان کر دی۔ حضرت عمر نے فرمایا: بارک اللہ: تم نے بالکل سچ کہا، پھر اس کو کچھ وصیت کی اس کے لئے دعا کی اور گھر سے باہر تشریف لے گئے اور اس کے والد سے کہا: اللہ تعالیٰ تیری بیٹی کو بابرکت بنادے آپ کی یہ بیٹی بہت نیک اور اچھی بیٹی ہے۔ یہ کہہ کر تشریف لے گئے۔

مدینہ منورہ میں گشت کرنا:

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم مدینہ منورہ میں حضرت عمر کے ساتھ رات کے وقت گشت میں تھے۔ ایک خیمے کے پاس پہنچ کر دیکھا کہ ایک ہلکی سی روشنی آرہی ہے کبھی جلتی ہے کبھی بجھتی ہے اور اندر سے ایک غمگین سی آواز آرہی

ہے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اپنی جگہوں پر رہو،خود چل کر خیمے کے قریب تشریف لے گئے۔غور سے سنا کہ ایک بوڑھی عورت حضور ﷺ کی مدح میں کچھ اشعار پڑھ رہی ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سن کر رونے لگے،روتے روتے آواز بلند ہوگئی اور خیمہ کے دروازے میں جا کر فرمایا: السلام علیکم !، السلام علیکم ! السلام علیکم ! تیسری مرتبہ سلام کہنے پر اندر جانے کی اجازت ملی، اندر جا کر دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت ہے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ذرا اپنے کلام کو دہرادیجئے اس نے انتہائی غمگین آواز میں آپ کا تذکرہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر گریہ طاری ہوگیا،اور بڑھیا سے کہا، اپنی دعاؤں میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ بھولیے۔بڑھیا نے دست دعا دراز کرتے ہوئے کہا: اے اللہ! عمر کو بخش دیجئے،آپ غفار ہیں۔ایک تابعی حضرت سائب بن جبیرؒ کہتے ہیں میں نے کئی حضرات صحابہ سے سنا، ایک رات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے، اکثر آپ رعیت کے حالات پر نگاہ رکھنے کے لئے ایسا کیا کرتے ایک گھر کے پاس سے گذرے گھر کا دروازہ بند تھا، اندر سے ایک عورت کے کچھ پڑھنے کی آواز آئی قریب جا کر کان لگا کر سنا تو وہ کہہ رہی تھی:

تطاول هذاالليل تسرى كو كبه
ارقنى ان لا ضجيع الاعبه
فوالله لو الله لاشئى غيره
يحرك من هذا السرير جو انبه

(ترجمہ) یہ رات طویل ہوگئی، ستارے غروب ہونے کو ہوگئے، اس بات نے مجھے بے کل کر دیا کہ مجھ سے ہم پہلو ہو کر کھیلنے والا نہیں تو اللہ کی قسم: اللہ تعالیٰ کا خوف نہ ہوتا تو میری چارپائی کے اطراف حرکت کرنے لگتے" یہ اشعار سنتے ہی اپنی صاحبزادی ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے دروازے پر دستک دی تو حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اس وقت کیسے تشریف آوری ہوئی؟ فرمایا: میری لخت جگر! مجھے یہ بتا دیجئے کہ شادی شدہ عورت کو کتنی مدت میں شوہر کی ضرورت پڑتی ہے؟ جواب دیا: چھ مہینے میں اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکر کے لوگوں کو چھ مہینے کے اندر رخصت دینے کا حکم نافذ فرمایا۔

حضرت اسلمؒ فرماتے ہیں: ایک رات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ میں گشت فرمارہے تھے میں بھی ساتھ تھا چلتے چلتے تھک گئے۔ایک گھر کی دیوار پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئے، گھر سے ایک عورت کی آواز آئی جو اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی، بیٹی اٹھو، اس دودھ کے ساتھ پانی ملادو، بیٹی نے کہا: اماں جان! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ امیر المومنین نے آج کیا حکم نامہ نافذ فرمایا؟ ماں نے کہا: وہ کیا حکم ہے؟ بیٹی نے کہا: آج اعلان کرایا گیا ہے کوئی بھی دودھ کے ساتھ پانی نہ ملائے اس کی والدہ نے کہا: چل اٹھ، دودھ میں پانی ملالے اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہیں دیکھ رہے ہیں نہ ان کا کوئی کارندہ، بیٹی نے کہا: اماں جان! میں ایسا ہرگز نہیں کرسکتی لوگوں کے سامنے ظاہراً ان کی اطاعت کروں اور پوشیدہ طور پر ان کی نافرمانی کروں یہ نہیں ہوسکتا ہے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ساری گفتگو سن رہے تھے اسلم سے فرمایا: اس گھر کو یاد میں رکھنا اور جگہ کو ذہن میں رکھ لو۔جب صبح ہوئی، تو حضرت اسلمؒ سے فرمایا: اسلم! ذرا جا کر دیکھ لو کہ اس گھر میں گفتگو کرنے والے کون ہیں اور عورت جو جواب دے رہی تھی شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ ہے؟ اسلم فرماتے ہیں: میں وہاں جا کر دیکھا کہ وہاں ایک ماں اور ایک بیٹی ہے۔بیٹی کی ابھی شادی نہیں ہوئی ہے۔اور گھر میں کوئی اور مرد نہیں ہے آکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتا دیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹوں کو بلا کر پوچھا: تم میں سے کسی کو نکاح کی ضرورت تو نہیں ہے اگر ہے تو میں اس کا نکاح کرادوں؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میری بیوی موجود ہے اور حضرت عبدالرحمٰن نے بھی کہا: میں بھی شادی شدہ ہوں حضرت عاصمؒ نے عرض کیا: اباجان میری شادی نہیں ہوئی ہے میری شادی کرادیں۔چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لڑکی کا نکاح اپنے بیٹے عاصم سے کرادیا اس کے بطن سے ایک بیٹی پیدا ہوئی اور اس بیٹی کے بطن سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ پیدا ہوئے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک رات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گشت فرمارہے تھے، گشت کرتے کرتے ایک کھلے میدان کی طرف نکلے، دیکھا بالوں سے بنا ہوا ایک خیمہ ہے جو پہلے یہاں نہیں ہوا کرتا تھا۔اس کے قریب گئے اندر سے کراہنے کی آواز آنے لگی، اور اس کے قریب ایک شخص کو بیٹھا دیکھ کر اس کے قریب گئے سلام کیا، پوچھا: تم کون ہو؟

کہنے لگا: میں دور کے ایک دیہات سے آیا ہوں۔ امیر المومنین کے پاس جانا ہے تا کہ ان سے کچھ عطیات وصول کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: یہ کراہنے کی آواز کیا ہے اس نے کہا: اللہ آپ کو جزائے خیر دے آپ جا سکتے ہیں اس کی تحقیق نہ کیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ضرور بتانا ہوگا اس نے کہا: یہ میری بیوی ہے۔ دردزہ میں مبتلا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: اس کے پاس کوئی عورت بھی ہے؟ کہا نہیں ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً وہاں سے چلے سیدھے گھر آئے اور اپنی اہلیہ محترمہ حضرت کلثوم بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تم کو ایسا اجر وثواب چاہیے جو اللہ تعالیٰ تجھے میسر فرمادے؟ وہ کہنے لگی وہ کس طرح؟ فرمایا: یہاں قریب میدان میں ایک مسافر عورت ہے جو دردزہ میں مبتلا ہے اس کو سنبھالنے کے لئے کوئی عورت نہیں ہے۔ کہنے لگیں، جیسے آپ چاہیں۔ فرمایا: بچے کی پیدائش کے وقت کا ضروری سامان ساتھ لیجئے، اور ہاں: ایک ہانڈی بھی لا دیجئے اور کچھ گھی اور دانے وغیرہ بھی دیجئے، یہ سارا سامان ساتھ لیکر چل پڑے۔ خیمے کے دروازے پر پہنچ کر بیوی سے فرمایا: جاؤ اندر جا کر اس کی دیکھ بھال کرو، خود اس شخص کے پاس آئے ہانڈی کے نیچے آگ جلائی اور ہانڈی میں کھانا تیار کیا۔ ادھر خیمہ کے اندر سے اہلیہ نے آواز دی امیر المومنین! اپنے ساتھی کو بتا دیجئے کہ ان کا بیٹا پیدا ہوا ہے، امیر المومنین کا لفظ سن کر وہ شخص خوف زدہ سا ہو گیا اور ایک طرف کو ہونے لگا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جہاں بیٹھے ہو وہیں ٹھہرے رہو۔ پھر ہانڈی اٹھا کر خیمہ کے دروازے کے سامنے رکھ کر آواز دی لیجئے اس کو کھلائیے، بیوی نے تعمیل حکم کر کے اس کو کھلا کر اس کے پیٹ بھرنے کے بعد ہانڈی پھر باہر رکھ دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اٹھا کر اس شخص سے کہا لیجئے کھاؤ، تم نے ساری رات جاگ کر گذاری ہے وہ کھانے لگا۔ پھر آپؓ نے اپنی اہلیہ کو چلنے کو کہا اور اس شخص سے کہا، صبح ہمارے پاس آجانا، ہم تمہاری ضرورت کی چیزیں تمہیں دیں گے۔ چنانچہ وہ صبح حاضر خدمت ہوا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی ضرورت اور درخواست کو پورا فرمایا۔ روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے وقت مدینہ منورہ میں گشت فرما رہے تھے ایک گھر کے پاس سے گذر رہے تھے کہ اندر سے اشعار پڑھنے کی آواز آئی جن میں سے چند اشعار یہ تھے:

امام الهدى لا تبلى الطرد مسلما　　له حرمة معروفة و زمام
هل من سبيل الى خمر فاشربها　　أم هل سبيل الى نصربن حجاج

(ترجمہ) ''اے ہدایت کے امام! کسی مسلمان کو دھتکار کر مبتلائے مصیبت نہ کیجئے کیوں کہ مسلمان کی بڑی حرمت ہے کیا شراب پینے کی کوئی گنجائش ہے یا نصر بن الحجاج کے پاس جانے کی کوئی صورت ہے''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اشعار سن کر فرمایا: میری زندگی میں تو یہ نہیں ہوسکتا، جب صبح ہوئی تو نصر بن حجاج کے متعلق معلوم کرایا کہ وہ ہے کون؟ معلوم ہوا وہ قبیلہ بنوسلیم کا ایک شخص ہے اس کو بلوایا۔ دیکھا وہ انتہائی خوبصورت بالوں والا خوبرو شخص تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو بال کٹوانے کا حکم دیا۔ بال کٹوائے تو حسن میں مزید اضافہ ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں عمامہ باندھنے کا حکم دیا، عمامہ باندھا تو حسن دوبالا ہوگیا۔ سب لوگ انہیں دیکھ کر منجر ہوگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو حکم دیا، تم یہاں نہیں رہ سکتے، یہ کہہ کر اس کو بصرہ جانے کا حکم دیا اس نے کہا: امیر المومنین! میرا گناہ کیا ہے؟ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بس یہ میرا حکم ہے تم چلے جاؤ، چنانچہ وہ بصرہ چلا گیا۔ اور بصرہ میں کافی مدت گذارنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ایک خط لکھا جو منظوم تھا۔ خط پڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب تک مسند خلافت پر میں ہوں اس وقت تک تم نہیں آسکتے پھر بصرہ میں ایک گھر اسے دلوایا اور کچھ مال بھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال تک نہ آسکا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد آ گئے بعض روایات میں آتا ہے کہ وہ بصرہ پہنچ کر ابوموسیٰ کے نائب مجاشع بن سعود کے پاس ٹھہرا۔ مجاشع کی بیوی بڑی خوبصورت تھی ایک مرتبہ وہ مجاشع کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ مجاشع کی بیوی بھی ایک طرف بیٹھی ہوئی تھی۔ نصر بن حجاج نے زمین پر ہاتھ سے لکھا ''خدا کی قسم میں تجھے بہت چاہتا ہوں'' مجاشع کی بیوی نے اسے پڑھ کر کہا: اللہ کی قسم! میں بھی، مجاشع نے اپنی بیوی سے کہا اس نے تمہیں کیا کہا؟ جس کے جواب میں تم نے ''اللہ کی قسم! میں بھی'' کہا۔ بیوی نے کہا: اس نے مجھ سے کہا: تمہاری اونٹنی کا دودھ کس طرح اچھا ہے؟ مجاشع نے کہا: تمہارا جواب تو اس کے موافق نہیں؟ مجھے صحیح صحیح بتاؤ عورت نے کہا: صحیح بات یہ ہے کہ اس

نے کہا: تمہارے گھر کے سامان کی ترتیب کس طرح اچھی ہے: اس پر بھی مجاشع نے کہا: نہیں تمہارا جواب اس کے مطابق بھی نہیں ہے۔ پھر مجاشع نے قریب آ کر دیکھا کہ زمین پر کچھ لکھا ہوا ہے وہ پڑھ نہیں سکتا تھا اس نے قریب مکتب سے کسی بچے کو بلوایا بچے سے کہا، اس کو پڑھو بچے نے پڑھ کر سنایا: ''انا واللہ احبك''، ''خدا کی قسم: میں تجھے بہت چاہتا ہوں مجاشع نے کہا: بالکل درست ہے۔ بیوی کا لکھا پڑھا: اس نے لکھا تھا ''انا واللہ احبک، اور تم نے کہا: ''انا واللہ'' یہ جواب اس کے مطابق ہے پھر بیوی کو طلاق دی اور نصر بن حجاج سے کہا: اے بھتیجے! حلال طریقے سے اس سے نکاح کروا گر یہ تجھے پسند ہے۔ پھر ابوموسیٰ کے پاس آ کر یہ ساری باتیں بتلا دیں تو حضرت ابوموسیٰ نے قسم کھا کر کہا: میں عمر رضی اللہ عنہ کی بصیرت کو داد دیتا ہوں، اسی لئے عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو مدینہ سے نکال دیا تھا لہٰذا تم یہاں سے بھی چلے جاؤ اس کو فارس کی طرف نکال دیا۔

ابو اسید کے غلام ابوسعید کا کہنا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز کے بعد مسجد میں چکر لگاتے اور کسی کو وہاں رہنے نہ دیتے اور سونے کا حکم دیتے الا یہ کہ کوئی نماز پڑھ رہا ہو ایک رات مسجد میں ایک جگہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے، ان میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی تھے چونکہ مسجد میں اندھیرا تھا قریب آ کر پوچھا: تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا: آپ ہی کی قوم کے کچھ لوگ ہیں۔ فرمایا نماز کے بعد کس غرض سے بیٹھے ہوئے ہو؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ذکر اللہ کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے درمیان بیٹھے پھر فرداً فرداً سب سے کہا کہ دعا کرو، پھر خود دعائیں کرنے لگے اور سب سے زیادہ روئے۔ دعا کے بعد فرمایا۔ اب منتشر ہو جاؤ اور اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔

جہاد میں شمولیت:

تمام علماء سیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدر و احد اور دیگر تمام غزوات میں شریک رہے ہیں۔ کسی بھی غزوہ سے غائب نہیں رہے ہیں۔ غزوات کے علاوہ سرایا میں جانے کی سعادت بھی آپؓ کو حاصل ہے۔ چنانچہ محمد بن سعدؒ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ

نے ۷ھ میں تینتیس آدمیوں کی معیت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو''تربہ'' کے علاقے میں جو مدینہ منورہ سے چار دن کے فاصلہ پر ہے ہوازن کی سرکوبی کے لئے بھیجا تھا۔ چنانچہ آپ رات کے وقت چلتے اور دن کے وقت چھپ جاتے جب تربہ پہنچے۔تو ہوازن والے بھاگ نکلے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے محلوں تک پہنچ گئے مگر ایک شخص بھی نہیں ملا آپ اپنے ساتھیوں کولیکر مدینہ منورہ لوٹے۔

آپ کی فتوحات اور حجوں کا تذکرہ:

آپ کے دور خلافت میں فتوحات تو بہت زیادہ ہوئیں مگر ان میں سے چند ایک کا یہاں تذکرہ کروں گا۔

محمد بن عبداللہ بن سواد، طلحہ بن اسلم اور زیاد بن سرخس الاحمری بیان کرتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس رات وفات پا گئے، اسی رات لوگوں کو نماز فجر سے مثنی بن الحارث الشیبانی کے ہمراہ فارس کی طرف بغرض جہاد جانے کے لئے تیار کیا۔اس طرح تین دن مسلسل لوگوں کو تیار کرتے رہے۔ کیونکہ یہ ایک بہت مشکل ترین محاذ تھا کیوں کہ فارس والے اقتصادی اور دفاعی لحاظ سے کافی مضبوط تھے، چنانچہ مدینہ منورہ اور اس کے اطراف میں سے ایک ہزار افراد کو تیار فرمایا۔ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پر امیر مقرر فرمایا۔ اور یرموک کی طرف مبعوث فرمایا: پہلی فتح، فتح یرموک ہے جو خلافت کی مسند پر رونق افروز ہونے کے صرف بیس دن بعد ہوئی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں: جب ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور اہل فارس کے جنگ کے لئے یک جا ہونے کی خبر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچ گئی تو مہاجرین و انصار میں منادی کرادی اور خود مدینہ سے نکل کر''صرار'' نامی مقام پر جو جانب عراق مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے تک پہنچ گئے، طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میمنہ جبکہ میسرہ کے لئے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ میں اپنے نائب کے طور پر مقرر فرمایا۔ اور خود بعض حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مشورہ سے قادسیہ تک جا کر واپس آ گئے۔

مخلد بن قیس العجلی کہتے ہیں کہ کسریٰ کی تلوار اور پیٹی (کمر بند) جب آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے تو فرمایا: دیکھو، ان چیزوں کو حفاظت سے لانے والے کتنے امانتدار ہیں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے عفت اختیار فرمائی ہے تو اس کا اثر آپ کی رعیت پر بھی پڑا وہ بھی پاک دامن ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بصرہ، الاہواز، رام ہرمز، تستر، اسوس، جندیسابور، خراسان، تور، جور، اصطخر، فسا، دار بجز (جس پر ساریہ بن الجبل والی مقرر تھے وہ ساریہ جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ فرمایا تھا یا ساریہ الجبل) کرمان، سجستان، مکران، حمص اور قلنسر فتح ہوئے تھے۔ (طبقات قلنسرین b/۴۰)

ابو معشرؒ کا قول ہے کہ: آپ کے خلافت کی مسند پر رونق افروز ہونے کے پانچ ماہ بعد شام کا علاقہ فحل فتح ہوا اور رجب ۱۴ھ میں دمشق فتح ہوا، اور اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا، اس طرح فتح یرموک کے سال ۱۵ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے عمواس اور جابیہ ۱۶ھ میں فتح ہوئے اس سال بھی حج کیا، ۱۷ھ میں سرغ فتح ہوا۔ اس سال بھی حج کی سعادت حاصل کی، ۱۸ھ میں واقعہ مادی سخت قحط سالی ہوئی، اور عمواس میں طاعون کی وباء پھیل گئی۔ اس سال بھی حج کیا۔ ۱۹ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ''جلولاء'' اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ''قیساریہ'' فتح ہوا۔ اس سال بھی حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔

۲۰ھ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مصر فتح ہوا۔ اس سال بھی حج ادا کیا ۲۱ھ میں نہاوند حضرت نعمان بن مقرن اعزنی کی زیر کمان فتح ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سال بھی حج ادا کرنے کے لئے تشریف لے گئے، ۲۲ھ میں آذربائیجان حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے زیر امارت اسلامی قلمرو میں داخل ہوا۔ اس سال بھی انہیں حج نصیب ہوا۔ ۲۳ھ میں، اصطخر اور ہمدان اسلامی امارت کا حصہ بن گیا تو اس سال بھی حج کے لئے تشریف لے گئے۔ (طبقات ابن سعد: ۳/۲۸۴)

اہل سواد کو ان کی زمینوں پر برقرار رکھ کر خراج معین کرنا:

جب سواد فتح ہوا تو مجاہدین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ان زمینوں کو غانمین

(مجاہدین) کے درمیان تقسیم کیجئے، آپؓ نے فرمایا: نہیں۔ مجاہدین نے کہا: ہم نے بزور بازو جہاد کر کے اسے فتح کیا ہے فرمایا: تمہارے بعد آنے والے مسلمانوں کے لئے کیا بچے گا، اور مجھے اندیشہ ہے کہ تقسیم کی صورت میں اس کے پانی اور حد بندی کے سلسلے میں باہم دست وگریبان ہو جاؤ گے یہ کہہ کر اہل سواد ہی کو ان کی زمینوں پر برقرار رکھ کر ان پر جزیہ اور زمینوں پر خراج مقرر فرمایا: غانمین میں اس کو تقسیم نہیں فرمایا

حضرت اسلمؒ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر فرمایا: اگر میں تمام مسلمانوں کو ایک جیسی مالی کمزوری کی حالت میں نہ چھوڑتا تو یہ زمینیں تقسیم کرا دیتا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو فتح کرنے کے بعد غانمین میں اس کی زمینوں کو تقسیم فرمایا تھا۔ یزید بن ابی حبیب نے کہا ہے، عراق فتح ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا۔ خط کا مضمون یہ تھا۔ اما بعد: آپ کا خط موصول ہوا۔ آپ نے مال غنیمت کی تقسیم کے متعلق دریافت کیا ہے۔ سنو! منقولہ اشیاء جن کو مجاہدین نے کفار سے حاصل کیا ان کو غانمین میں تقسیم کیجئے، اور جائیداد غیر منقولہ کو اور پانی کو تقسیم نہ کیجئے، ان کو سرکاری تحویل میں ہی رہنے دیجئے، کیوں کہ اگر آپ اس کو مجاہدین کے درمیان تقسیم کریں گے تو دوسرے مسلمانوں کے لئے کچھ نہیں بچے گا۔

حکمؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان بن احنف کو اہل سواد کی طرف یہ کہہ کر مبعوث فرمایا: کہ ایک جریب زمین جو پانی والی ہو، آباد ہو یا غیر آباد ایک صاع گندم یا جو اور درہم خراج مقرر کرو۔ بقول وکیع انگور کے باغ کے ایک جریب پر دس دراہم اور کھجور کے باغ پر پانچ دراہم مقرر فرمائے۔

امام شعبیؒ نے روایت کیا ہے۔ عثمان بن احنفؒ نے سواد کی زمینوں کو ناپا۔ تو لاکھوں جریب نکلی۔ اس پر فی جریب درہم مقرر فرمایا۔

محمد بن السائب فرماتے ہیں: علاقہ سواد کو سواد اس لئے کہا جاتا ہے کہ سواد کالے رنگ کو کہا جاتا ہے۔ جب اہل عرب نے اس علاقے کو دیکھا کہ وہ ہر طرف انگوروں، کھجوروں اور کھیتوں سے گھرا ہوا ہے تو اس کو سواد کہنے لگے۔

رعایا کے ساتھ عدل وانصاف:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ میرا دل سختی میں پتھر سے زیادہ سخت تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے متعلق مکھن سے بھی نرم ہو گیا۔

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس فیصلے کے لئے دو حریف آ جاتے تو دوزانو بیٹھ جاتے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے:

''اللھم اعنی علیھما فان کل واحد یرید نی علی دینی''

(ترجمہ) ''اے اللہ! ان کے معاملے میں میری مدد فرما''

ابوفراس کہتے ہیں: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں نزول وحی ہوتا تھا۔ تمہاری باتیں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو بذریعہ وحی بتاتا تھا، اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے ہیں وحی کا سلسلہ منقطع ہے، اب ہم تم کو احکامات ماننے کی صورت میں پہچان لیں گے اور اس کے متعلق خیر کا گمان کریں گے۔ اور اس کے ساتھ محبت کا اظہار کریں گے اور جس سے حکم عدولی کا ظہور ہوا اس کے متعلق ہمارے گمان اچھے نہیں ہوں گے اس کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھیں گے۔ باقی رہا تمہارے باطن کا معاملہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کا معاملہ ہے۔ ہاں البتہ علامات کے ذریعے اس کے نیک و بد ہونے کا گمان کریں گے۔ جو تلاوت قرآن کریم کرے گا۔ ہم سمجھیں گے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھتا ہے۔ اگر چہ بعض لوگ قرآن پڑھ کر دنیا بھی چاہتے ہیں۔ اپنی تلاوت اور اعمال صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کرو میں اپنے عمال اور کارندوں کو تمہارے پاس اس لئے نہیں بھیجتا کہ وہ تمہارے اوپر ظلم کریں اور تمہارے اچھے اچھے اموال کو وصول کریں بلکہ اس غرض کے لئے بھیجتا ہوں کہ وہ تمہیں دین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ سے آگاہ کریں گے جو عامل ان دو کاموں کے علاوہ کوئی کام لے، تو مجھے اطلاع کیا کرو، اللہ کی قسم میں برابری کا معاملہ کروں گا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر سوال کیا: امیر المومنین اگر کوئی حکومتی کارندہ رعایا کو ادب سکھانے کی غرض سے دارو گیر کرے گا تو کیا آپ اس کا بدلہ اس

سے لیں گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں عمر رضی اللہ عنہ کی جان ہے۔ تب بھی اس سے اس کا بدلہ دلاؤں گا۔ اور ایسا کیوں نہ کروں جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود اپنے آپ سے بدلہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ سن لو! مسلمانوں کو تذلیل کرنے کے لئے نہیں مارو، ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہرگز نہ کرو، اور ان کو ہلاکت کی طرف مت دھکیلو۔

جریر بن عبداللہ البجلیؒ سے روایت ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک قوای اور بھاری آواز والا آدمی تھا۔ وہ دشمن کو اپنی آواز کے ذریعے ڈراتا دھمکاتا تھا۔ دشمن پر غلبہ حاصل ہوا۔ مال غنیمت حاصل کیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے غنیمت تقسیم فرمائی تو اس شخص نے کہا یہ سارا مال میرا حق ہے، اور اس کو قبول کرنے سے انکار کیا، تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو سو کوڑے لگوائے، اور اس کے سر کے بال منڈوا ڈالے۔ اس نے یہ سارے بال ایک تھیلے میں ڈالے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور تھیلے میں ہاتھ ڈال کر بال نکالے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سینے پر دے مارے اور کہا **و اللہ لو لا** ...... اللہ کی قسم اگر جہنم کی آگ کا خوف نہ ہوتو .... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا پھر اس نے سارا واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط لکھا: سلام و تحیہ کے بعد لکھا: فلاں شخص نے آپ کے متعلق یہ یہ باتیں بتلائیں اگر تم نے اس کے ساتھ کوڑا لگانے اور سر منڈانے کا معاملہ لوگوں کے مجمع میں کیا ہے تو یہ اس کا بدلہ لوگوں کے مجمع میں تجھ سے لیگا، اگر یہ سلوک خفیہ طور پر کیا ہے وہ بھی اس کا بدلہ خفیہ طور پر تجھ سے لے گا۔ وہ یہ حکم نامہ لیکر واپس لوٹا لوگوں نے معاف کرنے کی سفارشیں کیں اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں کسی کے کہنے پر اس کو ہرگز معاف نہیں کروں گا، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بدلہ دینے کے لئے جب لوگوں کے مجمع میں بیٹھ گئے تو وہ شخص معاملہ کو برابر کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ اور پھر اپنا رخ آسمان کی طرف کر کے کہنے لگا: یا اللہ! میں نے صرف آپ کی رضا کے لئے معاف کیا۔

عمرو بن عتبہ نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ کہ ایک مرتبہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

نے بنو نجیب کے ایک شخص کو منافق کہا۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! جب سے دولت اسلام سے سرفراز ہوا ہوں اس کے بعد کبھی منافقت نہیں کی ہے۔ اب میں غسل کروں گا نہ سر کو تیل لگاؤں گا جب تک امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر نہ کر دوں، چنانچہ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: امیر المومنین! عمرو رضی اللہ عنہ نے مجھے منافق کہا ہے۔ اللہ کی قسم! جب سے مسلمان ہوا ہوں اس کے بعد کبھی بھی منافق نہیں ہوا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جب عمر رضی اللہ عنہ عمرو بن العاص کو غصے میں خط لکھتے تو لکھتے ابن العاصی: خط میں لکھا: امابعد: معلوم ہوا ہے قبیلہ بنو نجیب کے فلاں شخص کو تم نے منافق کہا ہے۔ میں نے اس کو حکم دیا ہے۔ کہ وہ دو گواہ پیش کرے، اگر اس نے دو گواہ پیش کیے تو وہ تجھے چالیس یا ستر کوڑے مار یگا۔ اس شخص نے واپس آ کر مسجد میں اعلان کیا۔ جس نے عمرو رضی اللہ عنہ کو مجھے منافق کہتے ہوئے سنا ہے وہ کھڑا ہو جائے، تو اکثر اہل مسجد کھڑے ہو گئے، اس کو کسی قریشی شخص نے کہا: کیا تم امیر کو کوڑے مارو گے؟ معاف کرنے کے لئے بھاری معاوضے پیش کئے گئے۔ اس نے کہا اگر تم پوری مسجد کو مال سے بھر دو گے تب بھی میں معاف نہیں کروں گا۔ تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چھوڑ و اس کو کر گذرنے دو، عمر رضی اللہ عنہ نے کوڑے لگانے کا اسے حکم دیا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس نے عمرو بن العاص سے کہا: تم اپنی طاقت سے مجھے اس عمل سے روک سکتے ہو؟ کہنے لگے: نہیں روک سکتا جو تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ کر گذرو۔ تو اس شخص نے کہا: میں نے اللہ کی رضا کے لئے تجھے معاف کر دیا۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ مال آیا۔ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اس کی اطلاع ہوئی۔ وہ تشریف لائیں اور فرمایا: اس مال میں میرے اقرباء کا بھی حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اقرباء کے حقوق کے متعلق حکم فرمایا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری لخت جگر! میرے رشتے داروں کا حق میرے مال کے ساتھ متعلق ہے۔ یہ مال میرا نہیں ہے یہ مسلمانوں کا مال ہے۔ تم نے رشتہ داروں کے ساتھ تو خیر خواہی کی مگر والد کی خیر خواہی کی بات نہیں کی چلی جاؤ، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اٹھ کر تشریف لے گئیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج کے لئے آ کر ہمارے ہاں تشریف لائے صفوان بن امیہ نے آپ کے لئے کھانے کا انتظام کیا۔ کھانا تیار ہوا ایک بڑے برتن میں کھانا رکھ کر چار آدمی اٹھالائے۔ کھانا لگایا گیا۔ لوگ کھانے لگے۔ مگر خادم حضرات کھڑے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ خدام کھانے میں شریک کیوں نہیں ہوئے۔ کیا یہ ہمارے ساتھ کھانا پسند نہیں کرتے۔ سفیان بن عبداللہ نے کہا نہیں ہم پہلے کھائیں گے ہمارے بعد وہ کھائیں گے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ غضبناک ہوئے، اور فرمایا: لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ خادموں کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک نہیں کرتے پھر خادموں سے فرمایا کھانے میں شریک ہو جاؤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کھانے سے تناول نہیں فرمایا۔

حضرت سائب بن الاقرع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک دفعہ میں ایوان کسریٰ میں بیٹھا ہوا تھا میری نظر ایک بت کی طرف گئی۔ میں نے دیکھا کہ بت ہاتھ سے ایک طرف اشارہ کر رہا ہے۔ میرے دل میں فوراً خیال آیا یہ کسی خزانے کی طرف مشیر ہے۔ میں نے اس طرف کھودنا شروع کیا، دیکھا واقعتہً وہاں بڑا خزانہ تھا۔ میں نے اسے نکال لیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا ہے کہ مجھے ایک خزانہ ملا ہے جس میں کسی اور کے عمل کا کوئی دخل نہیں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا۔ تم مسلم امراء میں سے ہو۔ اس کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کرو۔

عبدالرحمٰن بن حاطب کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ آنے کا اتفاق ہوا جب مکہ پہنچے تو اہل مکہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا امیر المومنین! ابوسفیان نے وادی کے اندر مکان بنایا ہے جس سے ندی کا پانی جمع ہو کر ہمارے مکانوں کے لئے خطرہ بن سکتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً جائے وقوعہ پر گئے۔ اور حضرت ابوسفیان کو حکم دیا کہ یہ پتھر یہاں سے اٹھاؤ اور یہ یہاں سے دور کرو، اس طرح وہ حکم دیتے رہے اور ابوسفیان تعمیل کرتے رہے پھر فرمایا: الحمدللہ! یہ وقت بھی آیا کہ اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کو یہ درجہ دیا کہ مکہ کے اندر ابوسفیان کو حکم دیتا ہے اور وہ بلا تامل تعمیل حکم کرتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں: ایک مرتبہ بڑے بڑے سرداران قریش میں سے سہیل

بن عمرو رضی اللہ عنہ الحارث بن ہشام ابوسفیان بن حرب اور بھی قریشی سردار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آئے اتنے میں آزاد شدہ غلاموں میں سے حضرت صہیب، بلال، اور دوسرے بدری صحابی بھی آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے گھر کے اندر جانے کی اجازت طلب کی۔ تو ان لوگوں کو اجازت مل گئی۔ ان سرداروں کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوئی۔ تو ابوسفیان نے کہا: آج کا یہ دن بھی دیکھنا پڑا کہ ان غلاموں کو اجازت مل رہی اور ہم جیسے سرداروں کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی جا رہی ہے۔ سہیل بن عمرو زیرک آدمی تھے کہنے لگے میں تمہارے چہروں پر ناگواری محسوس کر رہا ہوں اگر تمہیں غصہ آ رہا ہے تو اپنے نفسوں پر آنا چاہئے۔ کیوں کہ دین اسلام کی طرف دعوت عام دی گئی۔ ان لوگوں نے قبول کرنے میں پہل کی اور تم لوگوں نے تاخیر کی۔ اور کیا حال ہوگا تمہارا کہ کل قیامت کے دن ان لوگوں کو بلایا جائے اور تمہیں چھوڑ دیا جائے۔

نوفل بن عمارہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سرداران قریش میں سے الحارث بن ھشام اور سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں حضرات مہاجرین اولین آ گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے الحارث بن ھشام اور سہیل کو کہا تم ذرا پیچھے ہو کر ان کو جگہ دو تو یہ لوگ پیچھے ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرات انصار رضی اللہ عنہم تشریف لائے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حارث اور سہیل کو اور پیچھے ہونے کو کہا: ہوتے ہوتے یہ مجمع کے سب سے آخر میں چلے گئے۔ وہاں سے نکلتے وقت حارث نے سہیل سے کہا: سہیل! دیکھ لیا عمر رضی اللہ عنہ نے ہمارے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ سہیل نے کہا: ارے: اس معاملے میں عمر رضی اللہ عنہ کو ملامت کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں خود اپنے نفسوں کو ملامت کرنا چاہئے۔ ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے اسے فوراً قبول کیا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ہمیں بھی دعوت اسلام دی گئی مگر ہم نے پس و پیش سے کام لیا اور تاخیر کی۔ اس کے بعد یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہنے لگے ہم اپنی حیثیت پہچان گئے ہمارے لئے اس تاخیر کے تدارک کی کوئی صورت ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اور تو کوئی صورت نظر نہیں آتی الا یہ کہ تم روم کی سرحد پر جا کر جہاد میں شریک ہو جاؤ۔ چنانچہ یہ لوگ جہاد کے لئے شام کی طرف چل پڑے اور وہیں وفات پا گئے۔

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: ایک دفعہ ایک شخص نے سخت پیاس کی حالت میں ایک بستی والوں سے پانی طلب کیا، بستی والوں نے انہیں پانی نہیں دیا جس کی وجہ سے وہ پیاس برداشت نہ کر سکا اور لقمہ اجل بن گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا تو بستی والوں کو اس کی دیت ادا کرنے کا حکم دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ ہم عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک مصری شخص حاضر ہو کر کہنے لگا: امیر المومنین! اب آپ سے پناہ مانگنے کا وقت آ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا ہوا تجھے؟ اس نے کہا: عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی گھوڑی کے پیچھے میرا گھوڑا پڑ گیا جب لوگوں نے دیکھا تو عمرو کا بیٹا محمد کھڑا ہو کر کہنے لگا: رب کعبہ کی قسم! یہ میرا گھوڑا ہے، جب قریب آیا تو میں نے دیکھ کر پہچان لیا کہ میرا گھوڑا ہے میں نے فوراً کہا: رب کعبہ کی قسم! یہ میرا گھوڑا ہے۔ یہ کہنا تھا محمد بن عمرو رضی اللہ عنہ مجھے چابک سے مارنے لگا۔ اور کہنے لگا لے لو، لے لو، میں شریف ماں باپ کا بیٹا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مصری سے باتیں سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ اور فوراً حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا، جب میرا خط پہنچ جائے تو فوراً اپنے بیٹے محمد کو ساتھ لیکر میرے پاس آ جاؤ، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خط پڑھ کر بیٹے کو بلا کر پوچھا کیا تم نے کچھ گڑبڑ کی ہے؟ یا کسی خیانت کے مرتکب ہوئے ہو۔ بیٹے نے کہا: نہیں میں نے کچھ نہیں کیا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تو پھر امیر المومنین نے تیرے بارے میں کیوں لکھا ہے؟

اپنے بیٹے کو لیکر امیر المومنین کے پاس چل پڑے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اس وقت بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک چادر اور تہہ بند زیب تن کر کے آ رہے تھے؟ اور ہم منیٰ میں تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جستجو کی نظروں سے دیکھتے رہے کہ اس کا بیٹا بھی آ رہا ہے۔ دیکھا وہ بھی باپ کے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ مصری کہاں ہے؟ اس نے کہا: امیر المومنین میں یہاں ہوں، جب وہ پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصری کے ہاتھ میں کوڑا دیکر فرمایا، لیجئے ابن الاکرمین (شریف ماں باپ کے بیٹے) کو مارو۔

مصری چابک لیکراس کو مارتا رہا حتی کہ اس کو نیم بے ہوش کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصری سے کہا۔ اب عمرو کو بھی مارو۔ اس نے کہا: امیر المومنین! جس نے مجھے مارا تھا اس سے میں نے بدلہ لے لیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ان کے بیٹے نے باپ کی حکمرانی کی شہہ پر تمہیں مارنے کی جرأت کی ہے۔ مصری نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو نہیں مارا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصری شخص کو خطاب کر کے فرمایا: واللہ! اگر تم اس کو مارتے تو ہم حائل نہ ہوتے جب تک تم خود نہ چھوڑتے، پھر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: لوگوں نے اپنی اولاد کو آزاد جنا ہے اور تم لوگوں نے انکو غلام بنا رکھا ہے پھر مصری سے کہا، جاؤ، اگر کوئی گڑبڑ ہونے کا شک بھی ہو تو مجھے بذریعہ خط اطلاع دو۔

بیت المال کا قیام:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سب سے آخری مال جو آنحضرت ﷺ کے دربار میں لایا گیا وہ بحرین سے آمدہ مال تھا، جو آٹھ لاکھ درہم تھے آپؐ نے اپنی مجلس سے اٹھنے سے پہلے اس کو تقسیم فرمایا اور ختم کر دیا۔ آپؐ کا کوئی بیت المال نہیں تھا نہ ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیت المال قائم ہوا۔

مالک بن اوس کا کہنا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین قسمیں کھایا کرتے تھے۔(۱) وہ کہا کرتے تھے اللہ کی قسم! بیت المال میں تمام مسلمانوں کا برابر حق ہے کسی کو کسی پر زیادہ حق نہیں اور نہ میں زیادہ حقدار ہوں۔ (۲) اللہ کی قسم! غلاموں کے علاوہ کسی بھی مسلمان کو محروم نہیں کیا جائے گا۔ البتہ تقسیم میں کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ چنانچہ اسلام میں ابتلاء و آزمائش، اسلام لانے میں پہل کرنے والوں کو مقدم رکھا جائے گا۔ (۳) اللہ کی قسم! صنعاء یمن کے پہاڑوں میں بکریاں چرانے والے چرواہے کو بھی اس کا حق پہنچ کر رہے گا۔

موسیٰ بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ کے مقام پر لوگوں سے خطاب میں فرمایا: جن لوگوں کو قرآن کریم سے متعلق کچھ پوچھنا ہو وہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے دریافت کریں، جو میراث کے متعلق معلومات چاہے وہ زید بن

ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جائے اور جس کو فقہ کے متعلق مسائل پوچھنا ہوں وہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات حاصل کرے۔ اور جس کو مال کے متعلق کچھ معلومات مطلوب ہوں اس کو چاہئے کہ مجھ سے رابطہ کرے اللہ تعالیٰ نے مجھے خازن اور قاسم بنایا ہے۔ اور میں مال کی تقسیم میں سب سے پہلے حضرات ازواج مطہراتؓ کو ان کے بعد مہاجرین اولین کو حیثیت دوں گا، میں اور میرے ساتھی مکہ سے نکالے گئے تھے۔ پھر حضرات انصار کرام کو دوں گا کہ جنہوں نے حضور ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے گھر بار پیش کیے پھر ان لوگوں کا نمبر آئے گا جنہوں نے ہجرت میں پہل کی جو لوگ ہجرت میں تاخیر کئے رہے ان کا نمبر بھی تاخیر سے آئے گا اس میں وہ کسی کو ملامت نہ کریں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ عراق سے بہت سارا مال آیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو تقسیم کرنے لگے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: امیر المومنین! اگر اس مال میں سے دشمن کے مقابلے اور تیاری کیلئے کچھ علیحدہ کر کے رکھ لیتے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: لگتا ہے شیطان نے تیری زبان سے یہ کلمات جاری کرا دیئے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمارے لئے کافی ہے اللہ کی قسم! میں کل کے لئے آج اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ لیکن میں دشمنوں کے لئے اسی طرح تیاری کروں گا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے تیاری کی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں عراق سے پانچ لاکھ (درہم یا دینار) لیکر آیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیش کیے، عشاء کی نماز ان کے ساتھ پڑھی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ نے جب مجھے دیکھا۔ تو میں نے آگے ہو کر سلام عرض کیا، سلام و کلام کے بعد فرمایا: تم کیا لیکر آئے ہو؟ میں نے عرض کیا، پانچ لاکھ فرمایا: سمجھ بھی رہے ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا: ایک لاکھ، پھر ایک لاکھ، پھر ایک لاکھ، پھر ایک لاکھ پھر ایک لاکھ، اس طرح کر کے میں نے گن لیا، تو فرمایا: لگتا ہے تم نیم خوابی کی حالت میں ہو جاؤ، سو جاؤ، صبح آ جانا، صبح میں حاضر ہوا تو فرمایا: کیا لیکر آئے ہو میں نے کہا: پانچ لاکھ۔ فرمایا: وہ پاک مال ہے؟ میں نے کہا مجھے اس کے سوا کوئی اور معلوم نہیں ہو رہا ہے۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: یہ عراق سے بہت سارا مال لیکر آئے ہیں مجھے مشورہ دو کہ میں ان کو گن گن کر تقسیم کروں، یا

پیمانے میں تول تول کر بانٹوں؟ تو ایک شخص نے کہا: عجمی لوگ رجسٹر بنا کر اس میں حساب لگا کر تقسیم کرتے ہیں۔ تو آپ نے ایسا کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرات مہاجرین کے لئے، پانچ ہزار انصار کے لئے چار ہزار اور حضرات ازواج مطہرات کے لئے بارہ ہزار مقرر فرمایا۔

(طبقات ابن سعد: ۳۰/۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آٹھ لاکھ درہم لیکر حضرت عمر بن الخطاب کے پاس حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا، آٹھ لاکھ درہم لیکر آیا ہوں۔ فرمایا، شاید تجھے غلط فہمی ہوگئی ہے اسی ہزار درہم ہوں گے، میں نے ان کے سامنے شمار کر کے انہیں حوالہ کیا۔ رات کا وقت تھا سنا کہ یہ ساری رات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پریشانی کے عالم میں گزاری، جب صبح ہوئی تو بیوی نے کہا: کیا بات ساری رات بے قراری کی کیفیت رہی؟ کہنے لگے: ابن خطاب کو کس طرح نیند آئے آج رات اتنا مال آیا جتنا پہلے کبھی نہیں آیا۔ اگر تقسیم سے پہلے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو موت آجائے تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماخوذ ہوگا۔ کہ حقدار تک حق کی رسائی نہیں ہوئی۔ پھر مسجد نبوی تشریف لائے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہوگئے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مال اتنا آیا ہوا ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنی مقدار میں مال نہیں آیا، مجھے مشورہ دو کہ میں اس کو کس طرح تقسیم کروں پیمانے کے حساب سے یا گن گن کر۔ حضرات نے مشورہ دیا۔ تول کر دینے میں سب کو پورا نہیں ہوگا۔ کیوں کہ مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ پھر فرمایا: یہ بھی مشورہ دو کہ ابتداء کن لوگوں سے کروں؟ بعض نے فرمایا: اپنی صوابدید کے مطابق شروع کیجئے بعض نے مشورہ دیا امیر المومنین! پہلے اپنی ذات سے ابتداء کیجئے فرمایا: نہیں! بلکہ پہلے حضرات اہل بیت، پھر الاقرب فالاقرب پھر دوسرے لوگ اس طرح آپؓ نے پہلے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کو پھر بنی عبد الشمس پھر بنی نوفل بن عبد مناف کو دیا۔

ابن سیرینؒ نے لکھا ہے کہ احنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک باندی وہاں سے گذری ہم نے کہا یہ امیر المومنین کی باندی ہے اس نے کہا: یہ امیر المومنین کی نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے مال میں سے ایک مال ہے۔ کیا یہ امیر المومنین کے لیے حلال ہے؟ ہماری گفتگو کے متعلق حضرت

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چل گیا ہمیں بلا کر پوچھا: کہ تم نے کیا بات کہی ہے؟ ہم نے کہا ہم نے کوئی غلط بات نہیں کہی ہے ہم نے یہ یہ کہا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سن لو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ امیر المومنین کے لئے حلال ہے ایک جوڑا کپڑا سردیوں کے لئے۔ ایک گرمیوں کے لئے حج وعمرہ پر جانے کے لئے ایک سواری میرے اور میرے گھر والوں کا نفقہ جو درمیانہ خرچ کے مطابق ہے۔ باقی میں عام مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں، جو ان کو ملے گا مجھے بھی ملے گا۔

ابن سعد نے محمد بن ابراہیم کے حوالے سے لکھا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ صرف دو درہم خرچ کرتے تھے، اور حج میں ایک سواسی درہم خرچ کرتے۔

ابن سعد نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں مسلمانوں کے مال، جو میری تحویل میں ہے، کے ساتھ یتیم کے مال جیسا معاملہ کرتا ہوں اگر میرے پاس ذاتی مال آتا ہے۔ تو اس سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہوں۔ اگر مجبور ہو جاتا ہوں تو اس مال سے خرچ کرتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے، میری اور مسلمانوں کی مثال اس طرح ہے کہ کچھ لوگ سفر کے لئے نکلے ہوں اور اپنی رقم ایک آدمی کے پاس جمع کئے ہوئے ہوں اور اس سے کہہ رکھا ہو کہ اس کو ضرورت کے مطابق خرچ کرنا کیا یہ شخص اس مال کو اپنی ضرورت کے مطابق خرچ کرسکتا ہے؟ لوگوں نے کہا: یا امیر المومنین! خرچ کرنا اس کے لئے جائز نہیں ہے، فرمایا: بس میری مثال بھی ایسی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب قادسیہ اور دمشق فتح ہوئے اور وہاں کے اموال آ گئے، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کیا، فرمایا: میں تاجر تھا اور میری مالی حالت درست تھی۔ مگر اب میں امور خلافت کی وجہ سے تجارت نہیں کرسکتا۔ اور کوئی کام بھی نہیں کرسکتا آپ لوگ مجھے بتادیں کے میرے لئے اس مال میں سے کتنی مقدار میں لینا جائز ہے؟ لوگوں نے مختلف مشورے دیئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: آپ کچھ نہیں بولتے؟ فرمایا: آپ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات میں معروف طریقے کے مطابق خرچ کرسکتے

ہیں اس کے علاوہ کچھ خرچ کرنا آپ کے لئے جائز نہیں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بس حقیقت یہی ہے جو ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمائی۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا، امیر المومنین! سرکاری مال میں سے آپ کے لئے کتنا استعمال کرنا جائز ہے؟ فرمایا: سال میں دو جوڑے ایک سردی اور ایک گرمی کے لئے حج وعمرہ کے لئے سواری جہاد وغیرہ کے لئے سواری۔

الربیع بن زیاد الحارثی نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ میں وفد کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کوئی ثقیل چیز کھانے کی وجہ سے آپ بیمار تھے تکلیف ہو رہی تھی میں نے عرض کیا امیر المومنین! آپ سب سے زیادہ حق دار ہیں کہ بیت المال میں سے اچھا کھائیں اچھا پہنیں اور اچھے کپڑے استعمال کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے اٹھ کر بیٹھ گئے ان کے پاس ایک شاخ کا ٹکڑا تھا۔ اسے میرے سر پر مارا فرمایا: نہیں تجھے ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا مجھے تجھ سے ایسا کہنے کی توقع نہیں تھی۔ سن لو میری مثال اس شخص کی سی ہے کہ چند مسافروں نے اپنے خرچ کے پیسے اس کے پاس جمع کئے ہوں۔ اور سفری اخراجات میں خرچ کرنے کا اختیار دے رکھا ہو۔ تم مجھے یہ بتاؤ کیا وہ شخص اس مال میں سے اپنی ضرورت کے لئے خرچ کرسکتا ہے؟ میں نے کہا نہیں فرمایا تو پھر میں کیسے خرچ کرسکتا ہوں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ موذنین، ائمہ مساجد، معلمین اور قضاۃ کا نفقہ بیت المال سے دیا کرتے تھے۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں چکر لگا رہے تھے دیکھا ایک بچی کمزوری کی وجہ سے کبھی اٹھ کر چلتی اور کبھی گرتی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کمزور لاغر بچی کس کی ہے تم میں سے کوئی اس کو جانتا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امیر المومنین! یہ تمہاری اولاد میں سے ہے نہیں پہچانتے ہو؟ فرمایا: کون ہے؟ عبداللہ نے فرمایا: یہ میری فلاں بچی ہے فرمایا یہ (اس طرح) کمزور ولاغر کیوں ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کے پاس جو کچھ ہے اس میں سے اس کو نہیں ملتا فرمایا: میں دوسرے مسلمانوں کو جو دیتا ہوں اتنا تمہیں بھی ملتا ہے۔

واللہ! جو عام مسلمانوں کو ملتا ہے تمہیں بھی وہی ملے گا۔ چاہے آپ کے لئے پورا ہو یا نہ ہو۔ یہ میرے اور تیرے درمیان اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ ہے۔

حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ صبح کی نماز کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بلایا میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا وہ مسجد میں تشریف فرما تھے، اللہ تعالیٰ کی تحمید و تعریف کے بعد فرمایا: میری تحویل میں جو مال ہے اس میں سے اپنے محدود نفقہ کے علاوہ لینا میرے لئے جائز نہیں ہے لہٰذا اس میں سے تجھے کچھ نہیں دے سکتا البتہ عالیہ کی کھجوروں کے پھل میں نے تجھے دیدیے، ان کو فروخت کر کے اس کی قیمت حاصل کر کے اپنی قوم کے کسی تاجر کے ساتھ مل کر مشترکہ تجارت کرو، اور اس سے اپنے اور اپنے اہل وعیال کا نفقہ نکال لو چنانچہ میں نے تعمیل حکم کرلیا۔

حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے میرے لئے بیت المال میں سے صرف اتنا کھانا جائز وحلال ہے جتنا میں اپنے مال میں سے خرچ کرتا تھا۔ اس سے مزید خرچ کرنا میرے لئے حلال نہیں ہے۔

ناشرہ بن سمی ایزنی کہتے ہیں: جابیہ کے مقام پر میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطاب کے دوران فرماتے ہوئے سنا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اس مال کا خازن اور قاسم مقرر فرمایا ہے اس کی تقسیم میں، ابتداء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ سے کروں گا۔ پہلے ان کو حصہ دوں گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کو پھر دوسرے اشراف کو پھر اسلام میں قربانی دینے والوں کو دوں گا پھر اس میں سے حضرات ازواج مطہراتؓ کے لئے دس دس ہزار درہم مقرر فرمایا۔ اور مہاجر اصحاب بدر کے لئے پانچ پانچ ہزار انصار بدرین کے لئے چار چار ہزار دراہم اور شہداء احد کے لئے تین تین ہزار درہم مقرر کئے پھر پہلے ہجرت کرنے والوں کو پہلے اور تاخیر کرنے والوں کو بعد میں دیا۔

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل بدر کے لئے چھ چھ ہزار اور حضرات ازواج مطہرات کے لئے دس دس ہزار درہم مقرر فرمائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے دو ہزار کا مزید اضافہ

فرمایا۔ باقی مہاجرات کے لئے ایک ایک ہزار درہم مقرر فرمائے۔

امام زہریؒ کے بقول حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لئے دس ہزار مقرر کیا۔

حضرت ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن کہتے ہیں: تقسیم مال کے سلسلے میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ تو حضرت عبدالرحمٰن، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا پہلے اپنے لئے مقرر فرمالیجئے پھر دوسروں کے لئے، فرمایا: نہیں تقسیم کی ابتداء آل رسول ﷺ سے کروں گا چنانچہ سب سے پہلے عم رسول ﷺ حضرت العباس رضی اللہ عنہ کے لئے مقرر کیا پھر بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے پانچ پانچ ہزار دراہم دیے۔ احد اور حدیبیہ میں شریک ہونے والوں کو چار چار ہزار پھر درجہ بدرجہ تقسیم فرماتے گئے۔ حتیٰ کہ ان مجاہدین کے لئے حصص مقرر فرمائے جنہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مرتدین کی سرکوبی کی تھی پھر جنگ قادسیہ والوں کو پھر اہل شام اور یرموک میں حصہ لینے والوں کو دو دو ہزار عطا فرمائے۔

ابوسلمہ کی روایت کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لئے پچیس ہزار مقرر کرنا بھی آتا ہے اور حضرات بدریین کی عورتوں کے لئے پانچ پانچ ہزار اور ان کے بعد حدیبیہ میں شامل ہونے والوں کی عورتوں کے لئے چار چار ہزار ان کے بعد قحط میں مبتلا ہونے والوں کی عورتوں کے لئے تین تین ہزار اور پھر ان کے بعد دوسرے جہادوں حتی کے قادسیہ کے جہاد میں شریک ہونے والوں کی عورتوں کے لئے دو دو ہزار مقرر فرمائے۔ ان کے بعد والوں کے لئے برابری کے بنیاد پر عطا فرمایا۔ بدری حضرات اور دوسرے غزوات میں شریک ہونے والوں کے بچوں کے لئے ایک ایک سو عطا فرمایا حضرات ازواج مطہرات آپؓ نے دس دس ہزار مقرر فرمایا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے مزید دو ہزار عطا کیے آپؓ نے لینے سے انکار کیا تو فرمایا: حضور ﷺ کے نزدیک آپ کی منزلت کی بنیاد پر دیا جارہا ہے۔ وصول کیجئے۔

ابوسلمہ، محمد، المہلب، اور طلحہ کا کہنا ہے: ۱۵ھ میں جب اس طرح الاول فالاول کے اعتبار سے تقسیم فرمایا۔ تو صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہما کو قادسیہ والوں کے حصص کے برابر حصہ دیا۔ تو صفوان نے کہا میں یہ نہیں لوں گا۔ کیوں کہ حسب ونسب کے لحاظ

سے مجھ سے کم تر لوگوں کو مجھ سے زیادہ دیا گیا ہے مجھے یہ قبول نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ یہ تقسیم حسب کے لحاظ سے نہیں بلکہ اسلام میں اولیت اور جہاد میں سبقت کی بنیاد پر ہوئی ہے تو کہنے لگا تب ٹھیک ہے۔ اس کے وہ حقدار ہیں۔ یہ مجھے منظور ہے۔

سیف بن عبدالملک بن عمر سے روایت ہے، جب مدائن فتح ہوا۔ تو بہت سارا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اس میں ایک انتہائی قیمتی بچھونا بھی تھا باقی مال تقسیم ہو گیا اور اس کی تقسیم سے اس کے ضائع ہونے کا امکان تھا کیوں کہ وہ بہت بڑا تھا کسریٰ والوں نے اس کو سردیوں کے لئے بنایا تھا اور اس پر بیٹھ کر شراب پیتے تھے اور اس میں پھول بوٹے اور درخت بنے ہوئے تھے۔ اس کی زمین سونے اور نقش و نگار چاندی وغیرہ کے تھے حضرت سعد نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا اور فرمایا اس کو کاٹا جائے تو اس کی افادیت ختم ہو گی اور ایسا بھی نہیں ہو سکتا کہ اس کو فروخت کیا جائے کیوں کہ کسی کے اندر اسکو خریدنے کی اہلیت نہیں البتہ ایسا کر سکتے ہیں کہ اس کو امیر المومنین کی صوابدید پر چھوڑ دیتے ہیں اور وہ اس کو جس مد میں رکھیں گے ہم راضی ہو جائیں تو تمام نے ہاں میں جواب دیا۔ چنانچہ وہ مدینہ پہنچایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے متعلق حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو بعض نے کہا آپ ہی لے لیں۔ بعض نے کہا آپ اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کریں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا: امیر المومنین! آپ اپنے علم کو جہل، اور یقین کو شک کیوں بناتے ہیں۔ دنیا سے آپ کو اتنا استفادہ کرنا چاہیئے جو عطا کر کے ختم کریں پہن کر پرانا کر دیں اور کھا کر ختم کریں اس سے زیادہ نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ نے سچ کہا: پھر اس کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ تو اس کا ٹکڑا حضرت علی کے حصے میں بھی آیا جس کو فروخت کر کے بیس ہزار درہم وصول کیے۔

ابووائل کہتے ہیں: ابن زیاد نے مجھے بیت المال کا نگران مقرر کیا تھا۔ ایک دن ایک شخص ابن زیاد کی پرچی لیکر آیا کہ صاحب مطبخ کو آٹھ سو درہم دیدو میں نے اس سے کہا ابھی ٹھہر جاؤ! میں سیدھا ابن زیاد کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قضا اور بیت المال کے عہدے عطا فرمائے تھے عثمان بن الاحنف کو فرات کی زمینوں کا نگران اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز اور فوج کا نگران مقرر فرمایا تھا۔ ان سب حضرات کے لئے صرف ایک بکری یومیہ وظیفہ مقرر فرمایا تھا جس میں نصف حصہ اور پائے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے، ایک چوتھائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے، جبکہ ایک چوتھائی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مقرر کیا۔ اور آپ نے ایک باورچی کو اتنا زیادہ دے دیا ابن زیاد نے مجھ سے بیت المال کی چابی لیکر کہا: جاؤ جہاں چاہتے ہو چلے جاؤ۔

مظالم سے ڈرنا اور قصاص کے لئے خود کو پیش کرنا:

الاحنف بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ایک مرتبہ ہم ایک عظیم فتح کی خبر لیکر وفد کی صورت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے پوچھا: کہاں ٹھہرے ہوئے ہو ہم نے کہا فلاں مقام پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے ساتھ ہماری سواریوں کے مقام پر تشریف لائے سواریوں پر نظر دوڑا کر فرمایا: ان کے متعلق تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے ہو ان جانوروں کا بھی تم لوگوں پر حق ہے، ان کو آزاد چھوڑ دیتے تاکہ گھاس وغیرہ چر لیتے میں نے عرض کیا: امیر المومنین! ہم چونکہ ایک عظیم فتح کی خوشخبری لیکر آئے تھے۔ ہم جلدی سے امیر المومنین اور مسلمانوں کو خوش کرنے کی غرض سے ان کو باندھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اس کے بعد واپس چلے راستے میں ایک شخص سامنے آیا کہنے لگا: امیر المومنین! فلاں شخص نے میرے ساتھ ظلم کیا ہے چلیے میرے ساتھ میری مدد کیجئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں درہ تھا اس سے اس کے سر کو دبا کر نیچے کر دیا۔ اور فرمایا: میں مسلمانوں کے اہم امور میں مشغول ہوتا ہوں اور تم آکر کہتے ہو آؤ میری مدد کرو، وہ بڑبڑا کر چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو بلایا اس پر خوف طاری ہو گیا۔ جب وہ قریب آیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ یہ لو درہ اس سے میرے سر پر مار کر اپنا بدلہ لے لو اس نے کہا۔ میں نے اللہ کے لئے اور آپ کے لئے معاف کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: متعین کرو کہ کس لئے معاف کیا۔ اللہ کے لئے یا میرے لئے کہنے لگا: اللہ کے لئے۔ فرمایا:

اب چلے جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے سیدھا گھر آئے ہم آپ کے ساتھ آپ کے گھر گئے گھر پہنچتے ہی نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرمایا: اے ابن خطاب! تو کم حیثیت تھا اللہ تعالیٰ نے تمہیں صاحب حیثیت بنایا۔ تو بے راہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو دولت اسلام سے نوازا ہدایت کی عظیم نعمت عطا فرمائی اور عزت سے نوازا پھر مسلمانوں کے امور کا ذمہ دار بنایا۔ اور تم، تم مدد طلب کرنے والوں کو مارتے ہو کل دربار الٰہی میں کیا جواب دو گے؟ اس طرح اپنے نفس کو مسلسل کوستے رہے مجھے یقین ہوگیا وہ روئے زمین پر تمام انسانوں سے بہتر انسان ہیں۔

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں بازار میں جارہا تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس سے گذرے آپ کے ہاتھ میں درہ تھا، درے سے مجھے مار کر کہا راستے کے ایک طرف ہو کر چلو۔ درہ مجھے نہیں لگا۔ صرف میرے کپڑے کے ایک کونے کو لگ کر گذر گیا۔ میں ایک طرف کو ہوگیا۔ آپ چلے گئے، بات ختم ہوگئی۔ پورے ایک سال کے بعد پھر بازار میں میری ان سے ملاقات ہوئی تو فرمایا۔ اے سلمہ! تم حج کو جانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں، یا امیر المومنین! پھر میرا ہاتھ پکڑ کر ادھر اپنے گھر لے گئے، اور ایک تھیلہ نکالا جس میں چھ سو دراہم تھے مجھے عطا کر کے فرمایا ان کو اپنی ضروریات میں استعمال کرو اور یہ ذہن میں رکھو کہ پچھلے سال بازار میں میرا درہ تجھے لگا تھا یہ اس کا عوض سمجھو میں نے عرض کیا۔ یا امیر المومنین! یہ بالکل میرے ذہن سے محو ہوگیا تھا۔ آپ نے ابھی یاد دلایا، فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس کے بعد اس کو بھولا نہیں۔ حضرت عاصم بن عبداللہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ کے راستے میں ایک درخت کے نیچے قیلولہ فرمارہے تھے گرمی کی دھوپ پڑی جس کی وجہ سے چادر کو سر کے اوپر لیا اور اٹھ کھڑے ہوگئے اتنے میں قریب سے ایک شخص نے آواز دی، امیر المومنین! کیا آپ ایک شخص کی مدد کریں گے جس کو اس کی ضرورت نے محبوس کر لیا ہے اور وہ طویل انتظار کرتا رہا ہے؟ فرمایا: کس نے اس کو محبوس کیا ہے؟ کہنے لگا: آپ نے آپس میں تو تو میں میں ہوگیا حتی کہ معاملہ این جا رسید کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو درے سے مارا۔ اس نے کہا: آپ نے میرے متعلق جلد بازی سے کام لیا۔ اگر میں

مظلوم تھا تو آپ میرا حق مجھے واپس لوٹا دیتے اگر ظالم تھا مجھے ظلم سے باز رکھتے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درہ اس کے ہاتھ میں دیکر فرمایا اپنا بدلہ لے لو، اس شخص نے کہا: میں بدلہ نہیں لیتا فرمایا: تم ضرور یہ عمل کرو، جیسا کہ ایک منصف اپنا حق وصول کرتا ہے۔ اس نے کہا: میں نے معاف کر دیا۔

سالم بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کوئی غلطی کرتے ہوئے دیکھ کر اس کو ایک درہ رسید کیا۔ اس نے کہا: امیر المومنین! اگر میں نے درست کام کیا ہے تو آپ کا یہ عمل مجھ پر ظلم ہے اگر مجھ سے غلطی ہوئی ہے تو آپ مجھے تنبیہ کرتے اور آپ نے سکھانے سے پہلے مارا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے سچ کہا: میرے لئے معافی کی دعا کرو، اور یہ لو، اپنا بدلہ لے لو، اس نے کہا: میں نے اللہ کے لئے معاف کر دیا، اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف فرمادے اور آپ کو بھی۔

عمار بن خزیمہ بن ثابت کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر کسی کو کسی علاقے کا حکمران مقرر فرماتے تو ایک معاہدہ نامہ لکھتے (اس پر ایک بڑی جماعت کو گواہ بناتے) کہ وہ گھوڑے پر سوار نہیں ہوگا نفیس کھانا نہیں تناول کرے گا۔ اپنے دروازے کو ضرورت مند مسلمانوں کے لئے بند نہیں کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے اللھم اشھد۔

عمرہ بن مرہ سے روایت ہے۔ حضرت عمر امراء کو خط لکھتے کہ اے امراء کی جماعت رعایا پر تمہارا حق ہے اور رعایا کا تم پر حق ہے سن لو۔ بردباری سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ کو پسند نہیں اور نہ ہی اس سے بڑھ کر کوئی چیز نافع ہے خصوصاً حکمرانوں کے لئے۔ اور حکمران کی جہالت اور اس کی ترش و کرخت طبیعت سے بڑھ کر کوئی چیز ضرر رساں نہیں ہے اور یہ بھی گوش گذار رکھیں کہ کسی کے لئے عافیت و آرام چاہنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزول راحت و عافیت کا باعث بنتا ہے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے میرے کسی عامل کی طرف سے کسی پر ظلم کرنے کی مجھے اطلاع پہنچے اور میں اس عامل کو سبکدوش نہ کروں تو گویا میں نے اس پر ظلم کیا۔

عیاض الاشعری کہتے ہیں: جب شام کے فتح ہونے کی اطلاع آئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا: اپنے کاتب کو بلا کر مسجد میں تمام مسلمانوں کے سامنے پڑھواؤ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرا کاتب نصرانی ہے۔ مسجد میں نہیں داخل ہوسکتا فرمایا: نصرانی سے کیوں لکھوایا؟

اشق کہتا ہے میں نصرانی تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا مسلمان ہو جاؤ تاکہ بعض اسلامی امور میں تم سے ہم کام لیں گے غیر مسلموں سے مسلمانوں کے معاملات میں کام لینا ہمارے لئے مناسب نہیں ہے۔ میں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا۔ تو مجھ کو آزاد کر کے فرمایا۔ جہاں جانا چاہتے ہو چلے جاؤ۔

الاحنف بن قیس کہتا ہے، میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا۔ تو انہوں نے ایک سال تک مجھے اپنے پاس روکے رکھا ایک سال مکمل ہونے کے بعد فرمایا: احنف! میں نے ایک سال کے اندر تجھے آزمایا تیرے ظاہری اعمال درست ہیں میں امید رکھتا ہوں باطن بھی درست ہوگا ہم یہ جانتے ہیں اس امت کے لئے پڑھا لکھا منافق سخت ہلاکت خیز ہوگا۔ اور تجھے معلوم ہے ہم نے تم کو ایک سال کیوں محبوس رکھا؟ ہم نے تجھے اس لئے محبوس کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں پڑھے لکھے منافق سے ڈرایا کرتے تھے اب ہمیں معلوم ہوا کہ آپ منافق نہیں ہیں۔

عبدالرحمٰن ابن سابط سے روایت ہے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا کہ بعض لوگ ان کے مقرر کردہ حکمرانوں کی اطاعت نہیں کرتے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کو اور حکمرانوں کو اپنے پاس بلایا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: اے رعیت! ہمارے کچھ حقوق تم پر لازم ہیں وہ یہ ہیں (۱) ہماری خیر خواہی کرنا۔ (۲) خیر کے امور میں ہماری معاونت کرنا ہے۔ اور حکمرانوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اے حکمرانو! رعایا کے بھی تمہارے اوپر حقوق ہیں۔ یقین کرو حلم و بردباری سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ خصوصاً امام وقت اور حکمرانوں کی بردباری نہایت ہی انفع ہے، اور جہالت و تندخوئی اللہ کو بہت زیادہ ناپسند ہے اور یہ بات خوب اچھی طرح جان لو کہ دوسروں کے آرام و عافیت کا خیال کرنا اپنی عافیت و آرام کا باعث ہوتا ہے۔

محمد بن دثار کہتے ہیں: حضرت عمر ﷛ نے ایک شخص سے استفسار کیا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں دمشق کا قاضی ہوں، فرمایا: کس طرح فیصلے کرتے ہو؟ کہنے لگا: کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کرتا ہوں، فرمایا: اگر کوئی کتاب اللہ میں تمہیں نہ ملے تو کیا کرتے ہو؟ کہنے لگا تو پھر سنت رسول ﷺ کی روشنی میں اپنے فیصلے کو بیان کرتا ہوں، فرمایا اگر اس میں بھی نہ ملے تو؟ کہنے لگا: اجتہاد کرتا ہوں اور اہل الرای ہم مجلس حضرات سے مشورہ کرتا ہوں، فرمایا: بہت اچھا پھر فرمایا اگر کرسی عدالت پر بیٹھ جاؤ تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرو، اے اللہ! علم کی روشنی میں فیصلہ کرنے، غضب و رضا ہر دو حالت میں عدل و انصاف کرنے کی توفیق کا تجھ سے خواستگار ہوں۔ گفتگو کے بعد وہ شخص چلا گیا تھوڑی دیر بعد واپس آیا حضرت عمر ﷛ نے پوچھا! کیوں واپس آ گئے؟ کہنے لگا میں نے دیکھا سورج اور چاند آپس میں لڑ پڑے ہیں اور ہر ایک کے پاس ستاروں کی ایک فوج ہے حضرت عمر ﷛ نے پوچھا: تو پھر آپ نے کس کا ساتھ دیا؟ کہنے لگا میں چاند کے ساتھ تھا حضرت عمر ﷛ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَا اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً۔

ترجمہ: ''اور ہم نے رات اور دن دو نمونے بنا دیئے اور پھر رات کے نمونے کو دھندلا کر دیا اور دن کا نمونہ نظر آنے کے لئے روشن کر دیا''

لہٰذا تو آئندہ کسی عہدے پر مقرر نہیں ہو سکتا۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں: حضرت عمر ﷛ فرمایا کرتے تھے اہل کوفہ نے بڑا تنگ کر رکھا ہے اگر کسی نرم آدمی کو ان پر امیر مقرر کرتا ہوں تو وہ اس کو کمزور سمجھتے ہیں اور کسی سخت آدمی کو مقرر کرتا ہوں تو اس کی شکایت کرتے پھرتے ہیں۔ میں چاہ رہا ہوں کہ مضبوط وقوی امانتدار شخص ملے۔ اس کو کوفہ کا عامل مقرر کروں؟ ایک شخص نے کہا: امیر المومنین! میری نظر میں اس کے لئے ایک انتہائی موزوں شخصیت موجود ہے فرمایا: وہ کون ہے؟ کہنے لگا: عبداللہ بن عمر ﷛ فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے تو نے صحیح مشورہ نہیں دیا۔

عاصم بن بہدلہ سے روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ احباب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی نے پاس سے گذرتے ہوئے کہا: ''ویل لك یا عمر من النار ''عمر! تیرے لئے آگ کا عذاب ہو۔ایک شخص نے کہا: امیر المومنین! اسے بلا کر پوچھ لیتے اس نے یہ جملہ کیوں کہہ دیا، اس پر اس کو سزا دیتے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس کو بلا لاؤ، وہ قریب آیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میرے لئے ''ویل من النار'' کیوں ہے؟ کہنے لگا کیوں کہ تم عامل مقرر کرتے ہو اور ان کے لئے شرائط بھی مقرر کرتے ہو اور وہ ان شرائط کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور تم ان سے پوچھ گچھ تک نہیں کرتے ہو فرمایا: کیوں کیا ہوا؟ کہا! آپ کا مقرر کردہ مصر کا عامل آپ کی کسی شرط پر بھی عمل نہیں کرتا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب عامل مقرر کرتے تو اس کو تاکید کرتے کہ کسی سواری پر سوار نہ ہوگا، موٹا لباس استعمال کرے گا۔اور نرم غذا تناول نہیں کرے گا اور ضرورت مندوں کے لئے اپنے دروازہ بند نہیں کرے گا۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو آدمیوں کے ذمہ لگایا کہ وہ مصر جا کر خفیہ معلومات کریں کہ ان کے متعلق جو شکایات ہیں وہ واقعۃً درست ہیں یا غلط ہیں فرمایا اگر شکایات غلط بھی ثابت ہوں تب بھی مجھے اطلاع دو اگر درست ثابت ہوں تو اس کا کوئی عذر سنے بغیر اس کو فوراً میرے پاس لے آؤ، چنانچہ وہ لوگ گئے۔معلومات کرنے پر پتہ چلا کہ واقعۃً ان کے متعلق شکایات مبنی بر حقیقت ہیں۔اور تصدیق کرنے کے لئے اس کے گھر گئے دروازہ پر دستک دی تو دربانوں نے کہا، ان کے پاس جانے کی اجازت نہیں ہے۔انہوں نے کہا ہم ان سے ضرور ملنا چاہتے ہیں۔ ہر حالت میں ان سے ملاقات کرنا ہماری مجبوری ہے پھر بھی اجازت نہیں ملی۔تو انہوں نے کہا اگر ملاقات کا وقت نہیں دیگا تو ہم اس دروازے کو جلا ڈالیں گے ان میں سے ایک تو آگ بھی لیکر آ گیا۔اس کو اطلاع ہوئی باہر آیا انہوں نے کہا: ہم امیر المومنین کے فرستادہ ہیں۔آپ کو لینے کے لئے آئے ہوئے ہیں اس نے تھوڑے پس و پیش سے کام لینے کی کوشش کی مگر وہ لوگ نہ مانے۔اس کو لیکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ کہنے لگا: میں مصر کا گورنر ہوں۔وہ دیہاتی آدمی تھا۔مصر کے پرتعیش ماحول اور خوشحالی سے فائدہ اٹھا کر اچھا خاصا صحت مند اور سفید ہو گیا تھا۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے تم کو مصر کا گورنر

مقرر کر کے کچھ حکم دیا تھا کہ اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔ مگر تم نے ان میں سے کسی ایک حکم پر بھی عمل نہیں کیا۔ اب اس پر تم سزا کے مستحق ہو۔ تمہیں ضرور سزا ملنی چاہیے۔ پھر ایک لاٹھی اور ایک آگے سے کھلی ہوئی قمیص منگوائی، اور فرمایا! جاؤ سرکاری بکریوں میں سے کوئی تین سو کے قریب بکریاں لے آؤ، بکریاں لائی گئیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ قمیص اور لاٹھی اسے دیکر فرمایا: یہ قمیص پہن لو اور لاٹھی ہاتھ میں لیکر فلاں مقام پر لے جا کر یہ بکریاں چرایا کرو، یہ کام تمہارے لئے بہتر ہے، اور یہ جبہ تیرے باپ کے جبے سے کئی گناہ بہتر ہے۔ سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سمجھ گیا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں؟ تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے تیسری مرتبہ جب فرمایا تو اس نے خود کو زمین پر ڈال دیا۔ اور کہنے لگا: واللہ میں ہرگز اس کی طاقت نہیں رکھتا یہ میرے بس کی بات نہیں۔ چاہو میری گردن اڑا دو، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر میں تم کو دوبارہ اس عہدے پر برقرار رکھوں تو کیا تم آدمی بنو گے؟ اس نے کہا تب تو آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عہدے پر اس کو برقرار رکھا اس کے بعد وہ سب سے بہتر حکمران ثابت ہوئے۔

المنصفق نے روایت کیا ہے ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص کو حکمران بنا کر معاہدہ نامہ لکھ کر ایک شخص کو عطا کیا۔ اتنے میں ان کی اولاد میں سے کوئی آ کر ان کے پاس بیٹھ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اٹھا کر گود میں بٹھا لیا۔ تو اس شخص نے کہا میں نے اس طرح اپنے بچے کو کبھی بھی گود میں نہیں لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحم کی صفت کو اٹھا لیا ہے تو میں کیا کروں؟ اللہ تعالیٰ رحم دل لوگوں پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے پھر وہ معاہدہ نامہ اس کے ہاتھ سے واپس لیکر اس کو معطل کر دیا۔

ابو عثمانؒ کا قول ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلہ بنو اسد کے ایک شخص کو کسی علاقہ کا حکمران مقرر فرمایا وہ ملنے کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بچہ ان کے پاس حاضر ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پیار کیا اور بوسہ دیا۔ اس نے کہا: امیر المومنین! آپ بوسہ دیتے ہیں؟ اللہ کی قسم! میں نے کبھی بھی اپنے کسی بچہ کو بوسہ نہیں دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: پھر تو تو حکمران بننے کا اہل نہیں ہے تو لوگوں کے ساتھ رحم کا معاملہ نہیں

کرے گا لہٰذا تو حکمران نہ بن یہ کہہ کر معاہدے کو منسوخ کر دیا۔

زید بن وہب کہتا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوج کا ایک دستہ جہاد کے لئے چل پڑا چلتے چلتے ایک نہر کے پاس پہنچے نہر پر پل نہیں تھا مگر اسے عبور کرنا ضروری تھا امیر لشکر نے ایک آدمی سے کہا: اس کے اندر گھس کر دیکھو کہ اس کو عبور کیا جانا ممکن ہے؟ سخت سردی کا زمانہ تھا اس نے کہا: اگر میں اس میں غوطہ لگاؤں گا تو سردی کی وجہ سے مر جاؤں گا۔ امیر جیش نے اس کو غوطہ لگانے پر مجبور کیا۔ تو وہ اس کے اندر گھس گیا۔ اوریا عمراہ یا عمراہ !اے عمر! اے عمر! کہہ کر اندر چلا گیا۔ اور ہلاک ہو گیا۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی اس وقت وہ مدینہ کے بازار میں تھے فرمایا: والبیکاہ، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں۔ چنانچہ امیر الجیش کو بلا بھیجا اور امارت سے اس کو سبکدوش کر دیا اور اس سے کہا: اگر رواج پڑنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تجھ سے قصاص بھی لیتا۔ آئندہ تم کسی بھی عہدے پر کبھی بھی کام نہیں کر سکتے ہو۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا: اگر میں زندہ رہا تو رعایا کی خبر گیری کے لئے پوری مملکت میں ایک سال کے لئے دورہ پر نکلوں گا۔ کیوں کہ دور کی رعایا کو مجھ تک رسائی نہیں ہوتی اور عمال حضرات ان کی شکایات مجھ تک پہنچاتے نہیں۔ میں جانتا ہوں لوگوں کی ضروریات اور مسائل ہیں میں دو مہینے شام میں گذاروں گا۔ پھر مصر چلوں گا، دو مہینے وہاں قیام کروں گا۔ پھر بحرین کی طرف نکلوں گا، دو مہینے وہاں رہوں گا، پھر کوفہ کی طرف کوچ کروں گا دو مہینے کا قیام وہاں ہوگا۔ پھر بصرہ میں دو مہینہ رہ کر واپس آؤں گا۔

بدعت کی سخت مخالفت اور سنت پر عمل:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک مرتبہ میں نماز پڑھ رہا تھا ہشام بن حکیم کو سورہ فرقان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا، کچھ حروف کو اس نے اس طرح نہیں پڑھا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے مجھے پڑھایا تھا میری دانست میں وہ غلط تھا، میں چاہ رہا تھا کہ اس پر اس کی سرزنش کروں مگر میں نماز میں تھا، نماز سے فارغ ہو کر میں نے اس کو پکڑا اور کہا: اس

طرح کس نے تمہیں پڑھایا: کہنے لگا، رسول اللہ ﷺ نے میں نے کہا تم جھوٹ بول رہے ہو، رسول اللہ ﷺ نے تمہیں اس طرح نہیں پڑھایا میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اس کو سورۃ الفرقان پڑھائی ہے۔ مگر یہ فلاں فلاں حروف کو اس طرح نہیں پڑھ رہا ہے جس طرح آپ نے مجھے پڑھایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ھشام سے فرمایا: پڑھو کس طرح پڑھتے ہو۔ چنانچہ وہ جس طرح پڑھتا تھا۔ اسی طرح پڑھا سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ھکذا انزلت '' اسی طرح نازل ہوا پھر مجھ سے فرمایا: عمر! تم پڑھو، میں نے بھی پڑھا: تو فرمایا ''ھکذا أنزلت'' پھر فرمایا: ان القرآن انزل علی سبعة احرف'' قرآن کریم سات حرفوں (طریقوں) پر نازل ہوا ہے۔

عابس بن ربیعہ کہتا ہے، میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے حجر اسود کی طرف دیکھ کر فرمایا اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تمہیں بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو بوسہ نہ دیتا یہ کہہ کر حجر اسود کو بوسہ دیا۔

عبداللہ بن سرجسؒ کا کہنا ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب حجر اسود کا استلام کرتے تو فرماتے میں خوب جانتا ہوں تم ایک پتھر ہو فائدہ پہنچا سکتے ہو نہ نقصان۔ میں اگر رسول اللہ ﷺ کو استلام کرتے ہوئے نہ دیکھتا تو تیری تقبیل نہ کرتا۔ (مسند احمد: ۱/ ۳۴ مسلم: کتاب الحج، ابوداؤد الطیالسی)

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت کو رونق بخشنے کے بعد پہلا حج جو کیا اس میں، میں بھی شریک تھا۔ آپؓ نے حجر اسود کے قریب پہنچ کر اس کو بوسہ دیا استلام کیا۔ پھر فرمایا: میں جانتا ہوں تم ایک پتھر ہو۔ نقصان پہنچا سکتے ہو نہ فائدہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تقبیل کرتے نہ دیکھتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا اور استلام نہ کرتا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات سن کر فرمایا: کیوں نہیں یا امیر المومنین! یہ نفع ونقصان دے سکتا ہے اگر قرآن کے معانی میں غور کریں گے تو آپ سمجھ جائیں گے جو کچھ میں آپ سے کہہ رہا ہوں ارشاد خداوندی ہے:

''وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى

شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِيْنَ۝

(الاعراف:۱۷۲)

ترجمہ: ’’اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں پر اقرار کرایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں انہوں نے کہا ہاں ہے ہم اقرار کرتے ہیں کہیں قیامت کے دن یہ کہنے لگو کہ ہمیں تو اس چیز کی خبر نہ تھی‘‘

جب تمام لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اپنی بندگی کا اقرار کیا تو اس اقرار کو لکھ کر اس پتھر کے اندر ڈال دیا گیا ہے۔قیامت کے دن اس کو اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہونگی اور زبان ہوگی۔اور جو اس معاہدے کی پاسداری کرے گا اس کے لئے گواہی دے گا۔وہ اس مقام پر اللہ کا امین ہے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ابوالحسن! اللہ تعالیٰ مجھے اُس زمین میں زندہ نہ رکھے جس میں تم نہ ہو۔

ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجر اسود کو اس طرح خطاب اس لئے کیا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس کو چھوتے اور اس کی عبادت کرتے۔اس لیے فرمایا: میں اس کو اس لئے ہاتھ لگاتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا۔

نافع نے کہا: جس درخت کے نیچے بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے بیعت رضوان لی تھا لوگ اس کے نیچے جا کر نماز پڑھنے لگے،حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس سے منع کیا اور اس درخت کو کٹوا دیا۔

معرور بن سوید سے روایت ہے: ایک مرتبہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حج کے لئے گئے ایک مقام پر پہنچ کر فجر کی نماز پڑھائی اور اس میں سورہ فیل اور سورہ قریش تلاوت کی،نماز سے فارغ ہو کر قافلہ چل پڑا تھوڑی دیر چلے تھے ایک مسجد نظر آ گئی۔لوگ اس میں نماز پڑھنے کے لئے تیزی سے آگے بڑھے۔پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا اس مسجد میں آپ ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔فرمایا اہل کتاب تو اس طرح ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کے نشانات کو عبادت گاہ بنالیا۔جس کو یہاں نماز کا وقت پیش آ جائے تو پڑھ لے اگر

نماز کا وقت نہ ہو تو اپنا سفر جاری رکھے۔

حضرت عنزہ سے روایت ہے کہ: ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوران خطاب ارشاد فرمایا: سنتوں پر عمل کرنے کے بجائے اپنی رائے پر عمل کرنے والے سنت کے دشمن ہیں۔ حدیثوں کو یاد کرنے سے بچنے کے لئے اپنی آراء پر عمل کرتے ہیں اور سنت کے خلاف مسئلہ بتا کر خود بھی گمراہ ہوتے ہیں دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں خوب غور سے سن لو، ہم آپ ﷺ کی تابعداری و پیروی کریں گے۔ اپنی طرف سے کوئی نئی چیز نہیں گھڑیں گے۔

حضرت میمون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا: امیر المومنین! ہم نے جب مدائن فتح کیا تو اس وقت ایک کتاب ملی تھی جس میں عجیب عجیب باتیں تھی اور اچھا کلام تھا۔ فرمایا: کتاب اللہ میں سے تھا! کہنے لگا: نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درہ منگوا کر اس کو ایک درہ رسید کیا۔ اور فرمایا: تم سے پہلے لوگ بھی اسی طرح ہلاک ہو گئے کہ اپنے علماء کی کتابوں کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں کو پس پشت ڈال دیا۔ حتیٰ کہ اس کے پڑھنے پڑھانے کو بھی ترک کر دیا۔ اس وجہ سے وہ علوم بھی ختم ہو گئے جبکہ تمہارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے پھر آیت تلاوت فرمائی:

"آلر تِلْكَ آيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ" (یوسف: ۱۔۳)

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے طواف قدوم میں شروع کے چکروں میں جو ہم رمل کرتے ہیں اور کندھے کو ننگا کر کے ہلا ہلا کر چلتے ہیں اب اس کا کیا مطلب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دیا ہے۔ وہاں کفار کا وجود ہی نہیں ہے۔ مگر ہم اس لئے کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایسا کیا ہے یہ ہم آپ کی تابعداری میں کرتے ہیں۔

السائب بن یزید سے روایت ہے ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر عرض کیا یا امیر المومنین! ہماری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو قرآن کریم کی تاویلات

کے بارے میں دریافت کرتا پھرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی یا اللہ! اس کی ملاقات مجھ سے کرا دیجئے چنانچہ وہ ایک مرتبہ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے اتنے میں ایک شخص نے آ کر ''وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا'' کی تاویل پوچھی وہ عمامہ پہنے ہوئے تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: تم وہی ہو اس کے بعد اٹھے آستین چڑھائی اور درہ ہاتھ میں لیکر اس کو مارتے رہے۔ اور فرمایا: اس کا عمامہ اتار دو عمامہ اتار کر دیکھا کہ اس کے سر کے اوپر بال تھے۔ فرمایا اگر تیرے سر کے بال صاف ہوتے تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ پھر حکم دیا۔ اس کو سواری پر بٹھا کر اس کے ملک لے چلو وہاں جا کر لوگوں کو جمع کر کے انہیں بتاؤ ضلیع نے علم غلط طریقے سے حاصل کرنے کی کوشش کی ذلیل ہو گیا۔

یزید بن ھارون کی روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو بصرہ کی طرف بھیجنے کا حکم دیا اور اہل بصرہ کو کہلا بھیجا کہ اس کے ساتھ مجالست اختیار نہ کرو اس سے دور دور رہو۔ ابو عثمان کہتے ہیں۔ وہ جہاں بھی آتا۔ اس کے آتے ہی لوگ متفرق ہو جاتے ایک سال اس طرح رہا لوگ اس سے دور رہنے لگے تو وہ سخت مشکل کا شکار ہو گیا۔ اور اپنے کردار سے رجوع کر کے توبہ کر لی۔ تو پھر اس کے ساتھ مجالست و مخالطت کی اجازت دی گئی۔ مگر اس کے نظریات سے بچے رہنے کا حکم دیا۔

امام الزھریؒ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضبیع التمیمی کو حروف مقطعات کے متعلق تحقیق کرنے پر سرزنش کی اور اتنا مارا کہ اس کی پیٹھ سے خون جاری ہوا۔

نافع کہتا ہے: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ طلحہ بن عبید کو رنگے ہوئے دو کپڑوں میں ملبوس دیکھ کر فرمایا: یہ کیا پہنے ہوئے ہو؟ عرض کیا: یہ بطور علاج کے کیا گیا ہے فرمایا: تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہو۔ لوگ تمہاری ہر ہر حرکت کو دیکھ کر تمہاری اقتداء و پیروی کرتے ہیں۔

جمع قرآن:

حسن بصریؒ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ قرآن کریم کی ایک آیت کے متعلق دریافت کیا (ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں) تو بتایا گیا وہ فلاں شخص کے پاس لکھا ہوا موجود ہے تو ''اناللہ'' کہا، اور جمع قرآن کی طرف متوجہ ہوئے یحییٰ

بن عبدالرحمٰن کے بقول جب آپ نے جمع قرآن کا حکم دیا تو لوگوں سے کہا: جس کے پاس قرآن کی آیت بھی لکھی ہوئی موجود ہے وہ میرے پاس لیکر آئے لوگ اپنی اپنی بساط کے مطابق اس کو اوراق، تختوں، کھجور کے پتوں پر لکھے ہوئے تھے آپؓ کم از کم دو آدمیوں کی گواہی کے بغیر اسے قبول نہ کرتے۔

عبداللہ بن فضالہ کہتے ہیں: جب آپؓ نے جمع قرآن کا ارادہ فرمایا اس کے لئے کچھ لوگوں کو متعین فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ کہیں کسی آیت کی لغت کے متعلق دو رائے ہوں تو اس کو لغت مضر کے مطابق لکھو کیوں کہ یہ قبیلہ بنو مضر کے ایک شخص پر نازل ہوا۔

صاحب کتاب عرض کرتا ہے: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیث کی تدوین کا بھی ارادہ فرمایا تھا پھر اس کے متعلق استخارہ کیا پورا ایک مہینہ استخارے کے بعد فرمایا مجھے امم سابقہ کا کردار یاد آ گیا کہ انہوں نے کتابیں لکھ کر کتاب اللہ کو ترک کر دیا تھا۔ اس لئے احادیث کو فی الحال جمع نہ کیا جائے۔

آپ کے خطوط:

ابو عثمان کہتا ہے: جس وقت ہم آذربائیجان میں تھے اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں خط لکھا، تنعم سے بچتے رہو کافروں کے لباس اور ریشم پہننے سے احتراز کرو کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشمی لباس پہننے سے منع فرمایا ہے۔

ابو عثمان النہدیؒ سے روایت ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم فرمایا: تنعم اور اہل عجم کی ہیئت مت اپناؤ ریشمی لباس پہننے سے احتراز کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ریشمی لباس پہننے سے منع فرمایا ہے۔

ابوامامہ بن سہل سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط میں لکھا: اپنے بچوں کو تیراکی اور تیراندازی کی تعلیم دو۔

عیاض الاشعری کہتا ہے: میں یرموک کی لڑائی میں شریک رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے فرمایا تھا اگر قتال کی نوبت آ جائے تو ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضرور بلا لو، چنانچہ لڑائی کے وقت ہم نے ابوعبیدہ کو خط لکھا کہ ہماری مدد کیجئے ہم شدت میں مبتلا ہیں۔ ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے خط کا جواب دیا۔ آپ لوگوں کا خط موصول ہوا۔ آپ نے مجھ سے مدد طلب کی ہے۔ میں تمہیں ایک ایسی ذات سے مدد طلب کرنے کا کہتا ہوں جو میری مدد سے بہت زیادہ تمہاری مدد کر سکتی ہے۔ جس نے بدر میں محمد ﷺ کی مدد کی جو تعداد میں تم سے بہت کم تھے وہ مدد کرنے والی ذات اللہ جل جلالہ کی ذات اقدس ہے جب میرا یہ خط پہنچ جائے تو بلا جھجک دشمن کے مقابلے میں جنگ میں حصہ لو اور پیچھے ہرگز نہ مڑو، اور میری مدد کی امید نہ کرو۔ چنانچہ ہم نے دشمن کے ساتھ لڑائی کی۔ دشمن کو شکست فاش دی۔ چار فرسخ تک ان کا پیچھا کیا بہت سارا مال غنیمت ہاتھ آیا۔

الحبق الھذلیؒ کہتے ہیں: بصرہ کے قریب ایک علاقہ ''ابلۃ'' کی فتح کے موقع پر میں بھی حاضر تھا قطبہ بن قتادہ السدوسی ہمارے امیر لشکر تھے غنیمت تقسیم ہوئی میرے حصے میں پیتل کی ہانڈی آئی جب میرے قبضے میں آئی تو غور سے دیکھنے کے بعد معلوم ہوا وہ پیتل کی نہیں بلکہ سونے کی ہے۔ دوسرے مسلمانوں کو پتہ چل گیا۔ انہوں نے امیر لشکر کو بتایا۔ امیر لشکر نے حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفسار کے لئے خط لکھا تو انہوں نے حکم دیا کہ اگر وہ اس بات کی قسم کھائے کہ تقسیم کے وقت اس کو وصول کرتے وقت اس کو پیتل ہی سمجھ رہا تھا سونا ہونے کا علم بعد میں ہوا۔ تو اسی کے پاس رہنے دیجئے اگر قسم کھانے سے انکار کر دے تو مجاہدین کے درمیان اس کو تقسیم کر دیجئے۔ چنانچہ خط کا جواب آنے کے بعد امیر نے میرے سامنے یہ بات رکھی تو چونکہ واقعہ میرے علم میں نہ تھا۔ میں نے قسم کھائی۔ تو امیر نے اس کو میرے پاس ہی رہنے دیا۔

الحبق کے پوتے کا بیان ہے کہ ان کے دادا نے چالیس ہزار مثقال کے عوض فروخت کیا۔ وہ مال اب تک ہمارے پاس موجود ہے وراثت میں اس کی بعض باقیات چلی آرہی ہیں۔

ابوسعید بن ابی بردہ کہتا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا ''حمد وصلاۃ کے بعد: بہترین وسعادت مند حکمران وہ ہے جس سے اس کی رعیت خوش ہو۔ بدبخت وشقی ہے وہ حکمران جس سے اس کی رعایا ناخوش ہوئی دل میں کجی پیدا کرنے اور حق سے روگردانی سے بچو کیوں کہ تم اگر کج رو ہو جاؤ گے، تو تمہاری رعایا پر بھی

اس کا اثر ہوگا وہ بھی اس طرح کج روی اختیار کریں گے۔ جیسا کہ جانور کسی سرسبز وشاداب زمین کو دیکھ کر پیٹ بھرنے کی غرض سے وہاں چرنے لگتا ہے جو اس کی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔ والسلام علیک۔ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک اور خط میں لکھتے ہیں: جس کی نیت خالص ہو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ معاملات وتعلقات کے لئے کافی ہوتا ہے۔ جو لوگوں کو خوش کرنے کی کوشش کرے گا اور خود کو مزین کریگا۔ تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے ہاں اس کی عزت کو گھٹا دے گا۔ وعلیک السلام

ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک اور خط میں فرماتے ہیں: آج کا کام کل پر مت ڈالو اس طرح امور کی کثرت ہوگی اور تم نمٹا نہیں پاؤ گے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو رعایا کے دلوں کے بغض، دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے اور خواہشات نفس کی تابعداری کرنے سے بچائے۔

ایک اور خط میں انہیں لکھا: آپ کا کاتب خط میں غلطیاں کرتا ہے۔ اس کی سرزنش کرو۔

یزید بن حبیب نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے منشی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ جس میں بسم اللہ کے سین کو نہیں لکھا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اپنے کاتب کو سزا دو، چنانچہ اس کو ایک کوڑا رسید کیا۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ کس وجہ سے تمہیں مارا گیا۔ کہنے لگا سین کی وجہ سے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں لکھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ تم تمام لوگوں کو جم غفیر کی صورت میں جمع کرتے ہو جب یہ خط تجھ تک پہنچ جائے تو اشرف ومعزز، اہلِ علم، متقی پرہیزگار اور دین دار لوگوں کو پہلے بلاؤ ان کو ان کی نشستوں میں بٹھانے کے بعد پھر عوام کو آنے کی اجازت دو۔

اپنے ماتحت حکمرانوں کو لکھے گئے خطوط کے آخر میں یہ بھی لکھا کرتے تھے خوشحالی میں اپنے نفس کا احتساب کیا کرو جو شخص خوشحالی میں خود احتسابی کے مراحل سے خود کو گذارے گا اس کا انجام خوشحال اور قابل رشک ہوگا۔

جو شخص خوشحالی میں غفلت کی زندگی گذارے گا اور خواہشات نفسانی کا اسیر بن جائے گا۔ تو انجام کار یہ غفلت اس کو ندامت اور حسرت کی طرف دھکیل دے گی۔ لہٰذا میری ان نصیحتوں پر

عمل کرو ضرورت کے وقت کام آئیں گی۔ نصیحت سے عقل والے ہی کام لیتے ہیں۔

ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں لکھتے ہیں: پانچ چیزوں پر پابندی سے عمل کرو تیرا دین محفوظ ہوگا۔ بے حد فوائد سے ہمکنار ہو جاؤ گے، اگر دو متخاصمین محاکمہ لیکر حاضر ہو جائیں تو عادل گواہوں اور قسم کے بغیر فیصلہ نہ کرنا، پھر کمزور کو اپنے قریب کرو تاکہ وہ کھل کر بول سکے اور اس کا دل مضبوط ہو۔ مسافر کا خاص خیال رکھو۔ اگر اس کا کام ہونے میں زیادہ وقت لگ جائے تو وہ اپنی ضرورت اور کام کو چھوڑ کر اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹ جائے گا۔ اگر کسی کے حق کو ضائع کر دیا گیا تو وہ ناامید ہو کر اس کو دوبارہ حکام کے سامنے نہیں اٹھائے گا۔ اگر معاملہ واضح نہ ہو تو صلح کرانے کی بھرپور کوشش کرو، والسلام۔

ابوحدیدالازدی کی روایت ہے: ایک شخص اکثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اونٹ کی ران کا گوشت ہدیہ کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص کے ساتھ اس کی مخاصمت ہوگئی فیصلہ کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے خصم کو لیکر حاضر ہوا کہنے لگا امیر المومنین! ہمارے درمیان ایسا واضح فیصلہ کریں جیسا اونٹ کی ران کو اونٹ کے بدن سے جدا کیا جاتا ہے۔ اور وہ اس بات کو بار بار دہراتا رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کثرت سے اس کا تذکرہ کرنے سے مجھے اندیشہ سا ہو گیا۔ فیصلہ میں نے اس کے خلاف تو دیدیا۔ مگر اپنے ماتحت حکمرانوں کو لکھ بھیجا کسی کا ہدیہ قبول کرنے سے از حد بچنے کی کوشش کرو، کیوں کہ یہ رشوت کے زمرے میں آتا ہے۔

ایک مرتبہ سفر کے دوران دور سے ایک آدمی کو تیزی سے چل کر آتے دیکھ کر فرمایا: ٹھہر جاؤ لگتا ہے وہ شخص ہماری طرف کسی کام کی غرض سے آرہا ہے۔ تھوڑی دیر وہاں انتظار کیا۔ اتنے میں وہ پہنچ گیا۔ اس کی حالت کو دیکھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور اس سے پوچھا: کیوں پریشان ہو؟ کہنے لگا: امیر المومنین! میں نے شراب نوشی کی تھی۔ جس پر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے مجھے کوڑے لگوائے، میرا چہرہ کالا کر کے بازار میں پھرایا۔ اور تمام لوگوں کو میرے ساتھ نشست و برخاست سے منع کیا ہے۔ تو میں نے قصد کیا کہ تلوار لیکر ابوموسیٰ کی گردن اڑا دوں۔ یا آپ کے پاس آجاؤں کہ آپ مجھے کسی ایسے علاقے کی طرف

منتقل کر دیں کہ وہاں مجھے کوئی نہ پہچانے یا کسی کافر ملک میں جا بسوں، اس کی گفتگو سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے، فرمایا: مجھے یہ گوارا نہیں کہ تم کسی غیر مسلم و مشرک ملک میں چلے جاؤ پھر ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا، فلاں شخص میرے پاس آیا تھا یہ یہ باتیں بتائی میرے خط پہنچنے کے بعد لوگوں کو حکم دو کہ اس کے ساتھ نشست و برخاست رکھیں، اگر یہ شراب نوشی سے تائب ہو جائے تو اس کی گواہی بھی قبول کرو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں پہننے کے لئے کپڑے دیئے۔ اور دو سو درہم عطا کرنے کا حکم بھی دیا۔

الاحنف بن قیس کے چچے جزء بن معاویہ کی روایت ہے: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سے ایک سال قبل ان کا ایک خط و حکم نامہ میرے پاس آیا۔ جس میں لکھا تھا جادوگروں کو قتل کرو، اور مجوسیوں میں دیکھو کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنے کسی محرم سے نکاح کیا ہو۔ تو ان میں جدائی کرادو، اور کھانے کے وقت منہ بند کر کے آواز پیدا کرنے پر پابندی لگا دو، چنانچہ ہم نے حکم نامے پر عمل کرتے ہوئے تین جادوگروں کو قتل کر دیا اور محارم سے نکاح کرنے والوں میں تفریق کر دی اور کھانے کے وقت آواز نکالنے سے منع کر دیا۔ حتی کہ میں نے کھانے کا انتظام کر کے انہیں مدعو کیا۔ تو وہ بغیر آواز مخصوص نکالے کھانا کھاتے۔

یزید بن الاصم کہتا ہے: ایک شامی شخص جو کافی مضبوط تھا اور لڑائی میں پیش پیش تھا، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا کرتا تھا، کافی زمانہ سے غائب رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہیں بتایا گیا وہ شراب پی کر خوف کی وجہ سے غائب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے منشی کو بلا کر فرمایا اس کو میری طرف سے ایک خط لکھو کہ میں تیرے سامنے اللہ کا تعارف کراتا ہوں جسکے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کی شان یہ ہے:

غافر الذنب و قابل التوب شدید العقاب ذی الطول لا اله الا هو الیه المصیر۔ (الغافر:۳)

"گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ کو قبول کرنے والا سخت عذاب دینے والا، قوت والا، اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اسی کی طرف لوٹنا ہے"

پھر اس کے لئے کچھ دعائیں دی اور جس کے پاس ٹھہرا ہوا تھا اس کو امان دینے کا حکم دیا اور حکم دیا کہ اس کو توبہ کرنے کی مہلت دو، تا کہ وہ اپنی حالت بدل سکے۔ جب خط پہنچا تو خط کو پڑھنے لگا اور کہنے لگا۔ میرے معاف کرنے والے اللہ نے میرے گناہ معاف کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور سخت عذاب سے مجھے ڈرایا ہے۔ اور خیر کثیر والا ہے، لا الہ الا ھو، الیہ المصیر ، ان الفاظ کو وہ بار بار دہراتا رہا۔ اور روتا رہا۔ پھر شراب نوشی ترک کر دی اور صالح ہو گئے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا۔ تم اس طرح لوگوں کی اصلاح کیا کرو، جب تم اپنے کسی مسلمان بھائی کو لغزش کرتے دیکھو تو اس کو درست کرنے کی کوشش کرو، اس کے لئے دعا کرو، کہ اللہ تعالیٰ اس کو توبہ کی توفیق دے تم اس کے خلاف شیطان کے معاون مت بنو۔

معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط میں لکھتے ہیں: امابعد:

" فا لزم الحق ینزلك الحق منازل اهل الحق یوم لا یقضی الابالحق، والسلام"

ترجمہ: حق پر سختی سے عمل کر و حق کے ساتھ فیصلے کے دن میں اللہ تعالیٰ آپ کا حشر اہل حق کے ساتھ کریں گے"

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اپنے بعض عمال کو یہ بھی حکم لکھ بھیجا دنیا سے بے رغبت ہو جاؤ، بزرگوں کے اقوال و ملفوظات قلمبند کرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر فرشتے مقرر فرما رکھے ہیں۔ وہ زبانوں سے وہ باتیں نکالتے ہیں جو ملھم من اللہ ہوتی ہیں۔

حضرت ابوعبید اللہ بن ادریس کہتا ہے: سعد بن ابی بردہ کے پاس ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان مکاتیب کا مجموعہ تھا جن کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے نام لکھا تھا۔ میں نے ان کے پاس جا کر وہ مکاتیب دیکھے ان میں سے ایک خط میں حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھتے ہیں: امابعد: قضا اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ فریضہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت متبعہ ہے، اگر کوئی کیس تیری عدالت میں آ جائے، تو اس کو نافذ کئے بغیر محض زبانی کلامی باتوں پر اکتفاء مت کرو، اپنی عدالت میں آئے ہوئے متخاصمین کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرو، تا کہ

کسی بڑے آدمی کو آپ کے بارے میں اپنے ساتھ خصوصی طور پر اچھا سلوک کرنے کا طمع اور کمزور کو اپنی کمزوری کی وجہ سے ناامیدی نہ ہو۔فہم وفراست سے کام لینے کی اشد ضرورت ہے۔بعض دفعہ کسی معاملے کا حکم قرآن وسنت میں تجھے نہ ملنے کی وجہ سے مشکلات بھی پیش آئیں گے، ایسی صورت میں اشباہ وامثال اور اس سے ملتے جلتے فیصلوں کی مدد سے کام لو، اور اپنے سابقہ فیصلوں کی طرف بھی رجوع کروان سے بھی مدد لو اور اپنی دانست میں حق کے قریب ترین فیصلے کے مطابق فیصلہ کر کے اس پر بھرپور اعتماد کرو تمام مسلمانوں کی گواہی قابل قبول ہے الا یہ کہ وہ کسی پر تہمت لگانے کی پاداش میں سزا یافتہ ہوں۔ یا اس کے جھوٹ بولنے کی عادت معروفہ ہو۔جو کسی کے خلاف دعویٰ کرے، اس کو اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے اور گواہ لانے کے لئے وقت مقرر کرو، اگر وقت مقررہ کے اندر ثابت کر سکا تو اس کا حق اس کو دیدو، اگر اس مدت میں وہ ثابت نہ کر سکا۔ تو ''البینة علی المدعی و الیمین علی من انکر'' کے فرمان کے موجب مدعی علیہ سے قسم لیکر اس کے حق میں فیصلہ کرو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے اور مجلس قائم کرنے سے اکتاؤ مت، اس لئے کہ اس پر اجر عظیم ملنے کا وعدہ ہے۔البتہ فیما بینك و بین الله اپنی نیت درست اور خالص رکھو، اللہ کی مدد شامل حال ہوگی۔لیکن اگر عمل محض دکھلاوے کے لئے ہو اور نیت خالص نہ ہو تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں سے اس کے مرتبے کو پست کر دیتا ہے۔

لوگوں کے دلوں پر آپؓ کی ہیبت:

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کے پاس کچھ مستورات بیٹھی ہوئیں تھیں اور بلند آواز میں باتیں کر رہی تھیں۔اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو وہ فوراً حجاب کی طرف چل پڑیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا بات ہے مجھ سے ڈر رہی ہو حضور ﷺ سے نہیں ڈرتیں کہنے لگیں۔ہاں رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں آپ تندخو اور طبیعت کے سخت ہیں۔

ایک مرتبہ حجام آپ کے سر کے بال کاٹ رہا تھا اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کھانسی آئی۔حجام کے خوفزدہ ہونے کی وجہ سے ہوا خارج ہوگئی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو چالیس درہم دیئے۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت حسن بصریؒ کی روایت ہے: ایک عورت کے متعلق معلوم ہوا کہ اس کے پاس کچھ مرد بیٹھ کر بات چیت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے پاس آدمی بھیجا۔ جب پیغام پہنچ گیا تو وہ خوف زدہ ہوئی۔ اور اتنی خوف زدہ ہوئی کہ اسقاط حمل ہو گیا بچہ پیدا ہو کر مر گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ تو حضرات انصار و مہاجرین صحابہ کو جمع فرما کر مشورہ کیا۔ تو مجلس کے پیچھے سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا امیر المومنین! میں مودب تھا اور آپ داعی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ کہنے لگا۔ اگر یہ لوگ آپ کی ہیبت کی وجہ سے آپ کی پیروی کریں گے تو یہ آپ کے ساتھ خیر خواہی نہیں ہے۔ اگر اپنی رائے سے فیصلے کریں تب بھی درست فیصلہ نہیں کر پائیں گے۔ میں عرض کروں۔ آپ اس کی دیت ادا کریں تو یہ بہتر ہوگا۔ کسی نے حضرت حسنؒ سے پوچھا: یہ شخص کون تھے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

حضرت اسلمؒ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ کچھ مسلمان حضرات حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے، آپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہہ دیجئے ہم ان سے بہت زیادہ ڈرتے ہیں حتیٰ کہ آنکھ اٹھا کر ان کی طرف دیکھ بھی نہیں پاتے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا فرمایا: کیا انہوں نے واقعۃً ایسا کہا ہے؟ واللہ میں ان کے لئے اتنا نرم ہو گیا حتیٰ کہ اس کے معاملے میں اللہ سے ڈرا اور میری نرمی و شدت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ وہ جتنا مجھ سے ڈرتے ہیں میں اس سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں۔

عمرو بن مرۃ کہتا ہے: قریش کے کچھ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کر کے ان سے درخواست کی آپ ہمارے لئے نرم ہو جایئے ہمارے دل میں آپ کا خوف بہت بڑھ گیا ہے فرمایا: کیا اس میں ظلم ہے؟ کہنے لگے نہیں: فرمایا پھر میری ہیبت کو اپنے دل میں اور بڑھا دیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے ایک آیت کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ پوچھنا تھا۔ ایک سال گذرنے کے باوجود ان کی ہیبت کی وجہ سے ان سے دریافت نہ کر سکا۔ (فتح الباری: ۲۸۵/۱۰)

دنیا سے بے رغبتی:

حضرت مجاہد کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ہم نے اعلیٰ ترین و بہترین زندگی صبر کے اندر پائی ایک مرتبہ آپؓ کے سامنے گوشت اور گھی پیش کیا گیا۔فرمایا: ان میں سے ہر ایک مستقل سالن ہے، دونوں کو کھانے سے انکار فرمایا۔ایک مرتبہ عراق سے کچھ مہمان آ گئے آپ نے ان سے فرمایا: اے اہل عراق! اگر میں چاہتا تو آپ کے لئے نرم غذا بنا لیتا مگر میں دنیا سے اپنا حصہ آخرت کے لئے بچاتا ہوں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا"

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم: میں چاہتا تو میں نرم ترین غذا کھا سکتا تھا اور خوش عیش ہو سکتا تھا، میں کوہان اور ران کے بھنے ہوئے گوشت سے بے خبر نہیں ہوں۔مگر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں خوش عیش لوگوں کو کوئی اچھے الفاظ سے ذکر نہیں فرمایا ہے۔ارشاد خداوندی ہے:

"اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا"

(الاحقاف:۲۰)

ترجمہ: "تم (اپنا حصہ) پاک چیزوں میں سے دنیا کی زندگی میں لے چکے اور تم ان سے فائدہ اٹھا چکے"

ایک دفعہ ارشاد فرمایا: میں نے غور کیا، اگر دنیا چاہتا ہوں تو وہ آخرت کے لئے نقصان دہ ہے اور آخرت چاہتا ہوں تو وہ دنیا کے لئے ضرر رساں ہے۔جب یہ بات ہے تو ہمیشہ کے فائدے کے پیش نظر فانی دنیا کے نقصان کو ہی ترجیح دی۔

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے دوران ایک مرتبہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔میں نے دیکھا آپ کے کپڑوں پر بارہ مقامات پر پیوند لگے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قمیص کے شانے پر چار مقامات پر مختلف رنگ کے پیوند لگے دیکھے ہیں۔ابو عثمان النہدی کا کہنا ہے کہ میں نے دیکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ازار پر چمڑے کا پیوند لگا ہوا ہے۔اور انہی سے روایت

ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طواف کرتے ہوئے دیکھا۔آپ کی قمیص کے اندر بارہ جگہوں پر پیوند لگے تھے ان میں سے ایک سرخ چمڑے کا تھا۔

عبدالعزیز بن ابی جمیلہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کی نماز کے لئے تاخیر سے آئے۔منبر پر بیٹھ کر معذرت کرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے اس قمیص کی وجہ سے تاخیر ہوئی اس کے علاوہ میرے پاس اور کوئی قمیص نہیں تھی۔اس کو سلانے میں وقت لگا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیر سے آئے منبر پر بیٹھ کر فرمایا: تاخیر کی وجہ یہ ہوئی کہ میرے یہ کپڑے دھلے ہوئے تھے سوکھنے میں دیر ہوگئی۔میرے پاس ان کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہیں تھا جسے میں پہن کر آتا۔

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بازار میں چلتے ہوئے دیکھا کہ درہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔اور آپ کی قمیص کے اندر بارہ مقامات پر پیوند لگے ہوئے تھے۔جس میں سے بعض چمڑے کے تھے۔

خالد بن ابی کریمہ کا بیان ہے۔میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے دور خلافت میں دیکھا آپ کے ازار میں چمڑے کے پیوند لگے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کبھی بھی تین کپڑوں میں ملبوس نہیں دیکھا۔گھر کے اندر نہ باہر۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی معمول تھا۔میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ کے لباس مبارک میں پیوند لگے ہوتے تھے۔میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اپنی عبا کے گریبان کو کانٹوں سے جوڑے ہوئے تھے حضرت حسنؒ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر میں آٹے کو چھاننے سے منع فرمایا تھا۔قحط کے زمانے میں گھی کا سالن استعمال کرنا چھوڑ دیا تھا۔جس کی وجہ سے آپ کے پیٹ میں گڑبڑ شروع ہوئی تو فرمایا: جب تک دوسرے لوگ خوشحال نہیں ہوتے اس وقت تک گھی والا سالن استعمال نہیں کروں گا۔ایک مرتبہ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے ایک ادنیٰ قمیص پیش کی گئی۔گریبان کو گلے میں ڈالتے ہی فرمایا: الحمدلله الذی کسانی ما اواری به عورتی، و اتجمل به فی حیاتی ''تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے مجھے پردہ کرنے کے لئے اور زینت کے لئے کپڑا عطا فرمایا: مجلس کی طرف متوجہ ہو کر

فرمایا: میں نے دیکھا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نئے کپڑے پیش کئے گئے۔ آپ نے ان کو زیب تن فرما کر یہ کلمات ارشاد فرمایا: الحمد لله الذی کسانی ما اواری به عورتی، و اتجمل به فی حیاتی ''ان کلمات کے بعد آپؐ ارشاد فرمایا:

و الذی بعثنی بالحق مامن عبدمسلم کساه الله ثیابا
جد دافعمد سمل من اخلاق ثیابه فکساها عبدا مسلما
سکینا لایکسوه الا الله الاکان فی حوز الله و جوار الله
و فی ضمان الله ماکان علیه منها سلك حیا و متیا۔

(الترمذی: ۳۵۵۵)

ترجمہ: ''قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا جس مسلمان کو اللہ تعالیٰ نے لباس عطا فرما دیا اور وہ پرانا ہونے پر اس کو خالص اللہ کی رضا کے لئے کسی اور کو پہنا دے گا تو جب تک اس کا ایک دھاگہ بھی باقی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں ہوگا''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بتانے کے بعد بازو دراز کر کے دیکھا تو آستین تھوڑی سی بڑی تھی ہاتھ کے برابر کے زائد حصے کو کاٹنے کا حکم دیا۔ چھری منگوا کر اس کو کاٹا۔ کسی نے کہا: آستین کے کٹے ہوئے حصے میں سلائی کرا دیں۔ فرمایا نہیں ایسا ہی رہنے دیا جائے۔ ابوامامہؓ کہتے ہیں میں نے دیکھا آستین کے دھاگے بار بار آپ کے انگلیوں کو لگتے۔

عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ سے مکہ تک اور مکہ مکرمہ سے واپس مدینہ تک کا سفرِ حج حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کرنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا: اس پورے سفر کے عرصے میں آپ نے کوئی مستقل خیمے کا انتظام نہیں کیا۔ صرف چمڑے کا ایک ٹکڑا درخت کے اوپر ڈال دیا جاتا۔ اس کے سائے میں بیٹھ جاتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ قمیص پہن لی اس کی آستین لمبی تھیں چھری سے زائد حصے کو کٹوایا۔ کٹنے کی وجہ سے دھاگے باہر نکلے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا: ابو! اجازت ہو تو اس کو سی دوں؟ فرمایا: نہیں، ایسے ہی چھوڑ دیجئے میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے اور پہنتے ہوئے دیکھا۔ اس کے

دھاگے نکل کر قدمین تک آ جاتے۔ (حلیہ ابونعیم: ۴۵/۱)

علاء بن ابی عائشہ کا کہنا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ زیر بغل بال صاف کرنیکے لئے نائی کو بلایا۔لوگوں نے اس کو خلاف سنت سمجھ کر استفسار کیا۔تو فرمایا مجھے معلوم ہے کہ یہ سنت کے خلاف ہے۔لیکن نورہ بال صفا بھی نعمت ہے۔اس کو استعمال کرنا اچھا نہیں لگتا۔

ایک گفتگو میں فرمایا: اگر مجھے حسنات میں کمی ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں خوش عیشی میں تمہارا شریک کار ہوتا۔

آپ ہمیشہ جو (یا گندم اور جو کا) یا ملایا ہوا آٹا استعمال کرتے مرتے دم تک اس پر عمل پیرا رہے بے چھنا آٹا کھانے کی وجہ سے کبھی کبھی پیٹ خراب بھی ہو جاتا اور پیٹ سے آوازیں بھی آتیں۔تو انگلی سے پیٹ پر مارتے ہوئے کہتے ابھی صبر کرو۔ابھی تجھے کھلانے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ملنے تک صبر سے کام لو۔کبھی کبھار فرمایا کرتے، ہم نرم غذا سے ناواقف نہیں۔مگر ہم نے اس کو اس دن کے لئے ترک کر دیا ہے۔ جس دن خوف کی وجہ سے عورتوں کا حمل اسقاط ہوگا اور مائیں دودھ پلانا بھول جائیں گی۔

ایک مرتبہ گھر تشریف لائے۔آپ کو بھوک لگی تھی۔ بیوی سے فرمایا: کھانے کو کچھ ہے؟ بیوی نے کہا: چارپائی کے نیچے برتن میں کچھ کھجوریں ہیں۔اس میں سے تناول کیجئے، اس سے کچھ کھجوریں لی اور پانی پی کر پیٹ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: ہلاکت ہے اس کے لئے جس کے پیٹ میں آگ داخل ہو۔ (حلیہ ابونعیم: ۴۵/۱)

لیک مرتبہ مجلس میں فرمایا: اگر آخرت میں حساب و کتاب کا ڈر نہ ہوتا تو مرغن گوشت کا حکم دیدیتا۔ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ پورے دن میں گیارہ لقموں سے زیادہ تناول نہیں فرماتے تھے۔

حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ عرض کیا، ابا جان! اللہ تعالیٰ نے اب وسعت عطا فرمائی ہے۔ اگر موٹے لباس کے بجائے نرم لباس اور سخت اور بے چھنے جو کی روٹی کے بجائے نرم غذا استعمال فرماویں تو بہتر نہیں ہے؟ فرمایا: میں خود تجھے حکم دیتا ہوں۔ تم مجھے یہ بتاؤ کیا رسول اللہ ﷺ نے آخر عمر تک عسرت کی زندگی کو پسند نہیں فرمایا اور اسی کو اختیار نہیں فرمایا؟ یہ الفاظ بار بار دہراتے رہے اور روتے رہے۔ پھر فرمایا: واللہ اگر مجھ سے

ہوسکا تو میں حضور ﷺ اور ابوبکر صدیق کی طرح زندگی گذارنے کی بھرپور کوشش کروں گا۔ تاکہ انہی کے ساتھ آخرت کی پرسکون اور کشادہ زندگی کو پاسکوں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب خلیفہ بنایا گیا آپ کا وظیفہ وہی مقرر کیا گیا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مقرر تھا۔ اس سے اپنی ضروریات پوری کرتے تھے۔ مگر ضروریات کے لئے یہ ناکافی تھا۔ مشکل پیش آتی تھی۔ بعض حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے آپس میں مشورہ کیا (جن میں حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین بھی تھے) کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نفقہ میں کچھ اضافہ کریں اور اس سلسلے میں ان سے درخواست کریں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ان کو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ ہم یہ بات آمنے سامنے ان کو نہیں کہہ سکتے۔ البتہ ہم حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جائیں گے۔ وہ ہمارے نام لئے بغیر ہماری طرف سے ان سے درخواست کریں۔ اس پر اتفاق ہوا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ بات ان کے سامنے رکھی اور ناموں کو ظاہر نہ کرنے کی درخواست کی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی آپ نے فرمایا: یہ مشورہ دینے والے کون لوگ تھے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ان کے ناموں سے کیا غرض؟ آپ اپنی رائے بتا دیجئے۔ فرمایا: اگر میں ان کو پہچانتا تو ان کے چہروں پر سیاہی ڈالتا۔ پھر فرمایا: تم ہمارے درمیان اس طرح فیصلہ کرسکتی ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے لباس، کھانے اور بستر کے متعلق بالکل صحیح معلومات مجھے فراہم کردو، پھر پوچھا: حضور ﷺ جب آپ کے گھر تشریف فرما ہوتے تو آپؐ کا لباس کیسا ہوتا۔ عرض کیا: سامنے سے کھلے ہوئے دو کپڑے ہوتے جن کو جمعہ اور وفود کے آنے کے موقع پر زیب تن فرمایا کرتے پھر پوچھا آپ کا کھانا کس قسم کا ہوتا تھا؟ عرض کیا: جو کی روٹی ہم آپ کے لئے پکاتے، اس پر کبھی تیل اور کبھی کوئی میٹھی چیز لگا کر پیش کرتے آپؐ اسے تناول فرماتے۔ پھر پوچھا: آپؐ کا بستر وبچھونا کیسا ہوتا تھا۔ بتایا کہ: ایک موٹی چادر ہوتی تھی گرمی کے موسم میں اس کو تہہ کرکے آپؐ نیچے بچھاتے اور سردیوں میں آدھا نیچے بچھاتے اور آدھے کو اوپر لیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حفصہ! آپ میری طرف سے ان لوگوں کو بتادیں۔

کہ آپ ﷺ طرز زندگی مقرر فرما گئے ہیں۔ میں بالکل ان ہی کی طرح کی طرز معیشت اختیار کروں گا۔ میری اور میرے پیشروؤں کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے تین افراد سفر کے لئے نکلے ہوں۔ ایک راستہ پر رواں دواں ہوں۔ ان میں سے ایک نے اپنا زادراہ لیکر چلا اور منزل مقصود تک پہنچ گیا۔ پھر دوسرا بھی اس کے نقش قدم پر چل کر منزل تک پہنچ گیا پھر تیسرا اگر ان کے راستے پر چلا تو ان تک اس کی رسائی ہو جائے گی اور ان کے ساتھ ہو گا۔ اگر ان کے راستہ کے علاوہ پر چل پڑا تو کبھی بھی ان تک نہیں پہنچ پائے گا۔

الربیع بن زیاد الحارثی کہتا ہے: ایک مرتبہ ایک وفد کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ آپؓ نے وفد کے ہر ہر فرد کو ایک ایک جبہ عنایت فرمایا: اتنے میں ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پیغام آیا: امیر المومنین! یہ عراق کے سربرآوردہ اور خاص الخاص لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ ان کا بہتر طریقے سے اکرام کرنا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ایک عباء (جبہ) سے زائد کچھ نہیں دوں گا۔ پھر حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ ﷺ کا اعلیٰ ترین بستر جو آپ نے استعمال کیا ہے۔ کس طرح تھا۔ اور آپ کا اعلیٰ ترین کھانا جو آپ نے زندگی میں تناول فرمایا تھا۔ بتایئے وہ کیا تھا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: خیبر کے موقع پر دستیاب اون کی ایک چادر تھی جس کو میں آپ کے لئے بچھاتی تھی۔ آپ رات کے وقت اس پر آرام فرماتے ایک دن میں نے اس کو چار تہہ کر کے بچھا دیا۔ صبح آپ ﷺ نے پوچھا: حفصہ! رات آپ نے نیچے کیا بچھایا تھا۔ میری نماز میں خلل ڈال دیا؟ میں نے عرض کیا کچھ بھی نہیں وہی چادر تھی جس کو میں نے چار تہہ کر دیا تھا۔ فرمایا ایسا نہ کیا کرو جس طرح پہلے بچھاتی تھی ایسے ہی بچھا دیا کرو، یہ تھا آپ کا اعلیٰ ترین بستر اور کھانے میں یہ تھا کہ ایک مرتبہ ہمارے پاس سفید جو موجود تھا۔ اس کو میں نے پیس کر روٹی بنائی اور ہمارے پاس کچھ گھی رکھا ہوا تھا روٹی کو اس میں تل کر پیش کیا اتنے میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے انہوں نے فرمایا: یہ گھی تو بہت کم ہے۔ میرے پاس کچھ گھی موجود ہے۔ میں لیکر آتا ہوں۔ چنانچہ وہ جا کر گھی لائے اور اس میں سے کچھ روٹی کے ساتھ ملا کر تناول فرمایا: یہ آپ کا اعلیٰ ترین کھانا تھا۔ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں۔ اور فرمایا: واللہ! ایک

عباء سے زیادہ ان کو نہیں دوں گا۔ دیکھ لیا حضور ﷺ کا بستر اوران کا طعام کس طرح تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے آ کر دیکھا کہ لوگوں کے سامنے برتن رکھے ہوئے ہیں اور وہ کھا رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے پاس بلایا۔ دیکھا ان کے سامنے بے چھنے آٹے کی روٹی اور تھوڑا سا گھی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ آپ مجھے اپنے پاس بلا کر یہ کھلا رہے ہیں، روٹی اور گوشت کھانے کو نہیں دیا؟! فرمایا: میں نے اپنے ذاتی کھانے کی طرف بلایا ہے۔ جو یہ کھا رہے ہیں یہ اجتماعی کھانے کا حصہ ہے۔

ابوامامہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ مدینہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ اشعث بن قیس بھی ہمارے ساتھ تھے، چل پھر کر تھک کر ایک مقام پر تشریف فرما ہوئے اشعث آپ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں آپ کی خدمت میں ایک برتن پیش کیا گیا۔ جس میں گوشت تھا۔ آپ نے اس میں سے ایک بوٹی اٹھائی۔ تو اشعث نے کہا اگر اس کو گھی میں تلوا دیتے تو بہتر ہوتا اور لذیذ بھی ہو جاتا اور مزیدار بھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: دو سالن ایک ساتھ؟ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں نے اپنے پیش رؤوں کے ساتھ زندگی گذاری ہے میں ان کے طریقے کی خلاف ورزی ہرگز نہیں کر سکتا۔ ان کے طریقے کے خلاف کر کے ان کے ساتھ نہیں مل پاؤں گا۔

ایک دفعہ آپ نے کچھ مشروب کا تقاضا کیا۔ شہد ملا ہوا شربت پیش کیا گیا۔ تو اس کو ہاتھ میں ڈال کر چھاننے لگے فرمایا میں ایسا اس لئے کرتا ہوں تاکہ اس کی حلاوت زائل ہو جائے اور کڑواہٹ باقی رہے۔ پھر بھی اس کو نوش نہیں کیا۔ پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص کو دیا اس نے پی لیا۔

الاحنف بن قیس کا کہنا ہے: ایک دفعہ ہم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی معیت میں بصورت وفد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے۔ وہاں کھانے کے وقت صرف تین روٹیاں پیش کی جاتیں۔ کبھی ان کو گھی میں تل کر پیش کیا جاتا۔ کبھی دودھ کے ساتھ اور ایک دن گوشت کے ساتھ۔ لوگ کھاتے مگر اس کو کم اور ناکافی سمجھتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ لوگ اس کو کم محسوس کر رہے ہیں فرمایا: میں سمجھتا ہوں تم اس کو کم سمجھ رہے ہو میں یہ بھی سمجھ رہا ہوں تمہاری زندگی کیسی ہے اگر میں بھی چاہوں تو بہترین گوشت مرغن غذائیں اور بھنا ہوا گوشت کھا سکتا ہوں، لیکن ان کو ترک کر کے میں نے اپنی نیکی آخرت

کے لئے باقی رکھی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے خوش عیشی کی تعییب فرمائی ہے۔ فرمایا ہے:

''اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا''

(الاحقاف: ۲۰)

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کپڑوں کے جوڑے آ گئے آپ نے انہیں تقسیم فرمایا ہر ایک کو ایک ایک کپڑا ملا جب آپ خطبہ دینے کے لئے منبر پر تشریف ہوئے تو فرمایا: لوگو! سن لو حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ہم نہیں سنیں گے، فرمایا: اے ابو عبداللہ کیوں؟ عرض کیا: کیوں کہ آپ نے کپڑوں کی تقسیم میں ہمیں ایک ایک کپڑا دیا اور خود دو کپڑوں میں ملبوس ہو۔ فرمایا: ٹھہرو جلد بازی سے کام نہ لو، پھر عبداللہ کو آواز دی۔ فرمایا: اے عبداللہ بن عمر! عرض کیا: امیر المومنین! میں حاضر ہوں، فرمایا: یہ چادر جو میں نے پہن رکھی ہے کس کی ہے؟ عرض کیا میری ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اب بیان کرو ہم سنیں گے۔

ابو عثمان روایت کرتے ہیں عتبہ بن فرقد جب آذربائیجان آئے۔ تو ان کے سامنے خمیص (کھجور اور گھی کا آمیز کردہ طعام) پیش کیا گیا۔ کھایا تو بہت زیادہ لذیذ اور مزیدار لگا۔ کہنے لگے اللہ کی قسم! میں اس طرح کھانا بنا کر امیر المومنین کو پیش کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے خمیص بنا کر دو بڑی دیگوں میں ڈال کر اونٹ پر لاد کر دو آدمیوں کے ذمہ لگا دیا کہ یہ امیر المومنین کی خدمت میں پیش کرو ان حضرات نے جب اس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیا تو فرمایا: کیا ہے یہ؟ عرض کیا خمیص ہے آپؓ نے اس سے چکھ لیا۔ فرمایا لشکر کے تمام لوگ سیر ہو گئے؟ قاصدوں نے کہا نہیں ہوئے ہیں، فرمایا: تو پھر میں اس کو قبول نہیں کروں گا تم اس کو واپس لے جاؤ اور عتبہ کو خط لکھا: یہ مسلمانوں کا حق ہے تمہارے ماں باپ کی کمائی نہیں ہے۔ پہلے ان کو کھلاؤ۔

اس روایت کو خود عتبہ اس طرح بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں خمیص بنا کر بڑے بڑے برتنوں میں بھر کر امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا: یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ صبح صبح امور خلافت نمٹانے اور مسلمانوں کے درمیان فیصلے کرنے میں مشغول ہوتے ہیں۔ میں نے چاہا آپ ان امور سے فارغ ہو کر اس میں سے کچھ کھایا کریں تو آپ کو قوت ہو گی اور صحت برقرار رہے گی۔ ایک برتن کا منہ کھول کر چکھ کر فرمایا: اے عتبہ! میں

تجھے یہ حکم دیتا ہوں کہ جب واپس جاؤ گے تو لشکر کو اس طرح بنا کر کھلا دینا۔ میں نے عرض کیا: امیر المومنین! اگر میں سارا مال بھی صرف کر دوں تو پورا نہیں ہوگا۔ فرمایا تو پھر مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ میں اس کو نہیں کھا سکتا۔ پھر مجھے کھانے کے لئے اپنے ساتھ شریک کیا۔ دیکھا بے چھنے آٹے کی روٹی اور گردن کے گوشت کا سالن ہے۔ میرے ساتھ بڑے شوق سے کھانے لگے۔ برتن میں ایک سفید بوٹی نظر آئی۔ میں خوش ہوگیا شاید کوہان کا گوشت ہوگا۔ اٹھا کر منہ میں ڈالا اور چبانے لگا۔ تو ٹوٹنے اور پسنے کا نام ہی نہ لے معلوم ہوا وہ گوشت نہیں بلکہ پٹھوں کی رگ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نظر بچا کر منہ سے نکال کر دسترخوان میں برتن کے نیچے چھپا کر رکھ دی۔ کھانے سے فارغ ہو کر سرکہ منگایا۔ مجھے بھی پیش کیا مگر کڑواہٹ کی وجہ سے مجھ سے پیا نہ گیا۔ وہ بآسانی پی گئے۔ پھر فرمایا: عتبہ! سن لو! ہمارے ہاں روزانہ ایک اونٹ ذبح ہوتا ہے۔ اس کا گوشت اور چربی باہر سے آنے والے مسلمانوں کے لئے پکتے ہیں۔ گردن اور پٹھے عمر کے اہل و عیال کھاتے ہیں۔ یہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اہل و عیال کی خوراک اور مشروب ہے۔ کبھی اس سے پیٹ کو نقصان بھی ہو جاتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں عتبہ الفرقد اسلمی یوں فرماتے ہیں: میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں حاضر ہوا۔ وہاں روزانہ اونٹ ذبح ہوتا تھا۔ اس کا گوشت آفاق سے آنے والے مسلمانوں اور امہات المومنین کو دیا جاتا۔ البتہ گردن کا حصہ اور پھٹے وغیرہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر والے استعمال کرتے تھے۔ میں ان کے ساتھ کھانے میں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا بے چھنے آٹے کی روٹی، سخت روٹی اور گردن والی ہڈی کا گوشت تھا۔ میں نے ایک ٹکڑا منہ میں ڈال کر بسیار چبانے کی کوشش کی مگر اس کے باوجود بھی نہیں چبا سکا۔ پھر ایک سفید بوٹی پر نظر پڑی میں نے سمجھا یہ کوہان کا گوشت ہوگا۔ اٹھا کر منہ میں ڈالا تو وہ گردن کا حصہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا یہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سفید آٹا ہے۔ یہ وہ عراق کا آٹا نہیں جس کو تم اور تمہارے ساتھی کھاتے ہیں۔

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ مجھے اپنے اہل و عیال اور مال کے ختم ہونے کا کوئی غم نہیں ہوتا۔ ان کے ختم ہونے پر انا للہ و انا الیہ راجعون کہوں گا مگر عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے متعلق میری خواہش ہے کہ میرے بعد بھی زندہ رہے۔

ابو احنف المؤذن کا کہنا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ کچھ کھجوریں تناول کر کے اس کے اوپر پانی نوش کر کے فرمایا: ''من ادخله بطنه النار فابعده الله '' جو شخص اپنے پیٹ میں آگ داخل کر دے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا۔

آپؓ کی تواضع:

جبیر بن نفیر نے کہا: ایک مرتبہ بعض حضرات نے گفتگو میں کہا اے امیر المومنین! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عدل وانصاف کے مطابق فیصلہ کرنے، بے دھڑک حق کی بات کہنے والا اور منافقین کی سب سے زیادہ سرکوبی وسرزنش کرنے والا آپ سے بڑھ کر ہم نے کوئی نہیں دیکھا۔ آپ سب سے بہترین ہیں۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: تم لوگوں نے غلط کہا۔ واللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ بھی میں نے دیکھا ہے۔ لوگوں نے کہا وہ کون ہے؟ فرمایا: وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: عوف نے بالکل سچ کہا ہے تم لوگوں نے درست نہیں کہا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مشک سے بھی زیادہ خوشبودار جبکہ میں اپنے اونٹ سے بھی زیادہ بے راہ تھا۔ راوی کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اس لئے فرمایا کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے پہلے اسلام میں داخل ہوئے تھے اس وقت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حالت کفر میں تھے۔

حضرت مجاہد بن سعید سے روایت ہے: جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی کہ رستم پہلوان نے قادسیہ کی طرف رخ کیا ہے تو اسلامی لشکر کی خیر خبر لینے کے لئے صبح سے لیکر ظہر تک مدینہ سے باہر جاتے اور آنے جانے والوں سے معلومات حاصل کرتے رہتے دن ڈھلنے کے بعد واپس مدینہ تشریف لاتے۔ ایک دن باہر گئے ہوئے تھے کہ فتح کی خوشخبری لانے والے سے ملاقات ہوئی، اس سے پوچھا: اے اللہ کے بندے کہاں سے آرہے ہو؟ کہنے لگا: میں قادسیہ سے آرہا ہوں، فرمایا: جنگ کی صورت حال کے متعلق کوئی خبر؟ کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے دشمن کو ہزیمت اور شکست سے دوچار کر دیا اور دشمن مغلوب ہو گیا آپؓ یہ سن کر خوش ہوئے۔ پیغام رساں کو معلوم نہیں تھا یہ امیر المومنین ہیں وہ اپنی سواری پر یہ پیدل مدینہ کی طرف آ گئے، مدینہ کے اندر داخل ہو گئے تو سامنے آنے والوں نے السلام علیکم یا

امیر المومنین کہا: تو اسے معلوم ہوا۔ کہ یہی امیر المومنین ہے عرض کیا: حضرت! آپ مجھے پہلے بتا دیتے، فرمایا: نہیں میرے بھائی اس کی ضرورت نہ تھی۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم نامہ نافذ کیا کہ تم اپنی عورتوں کا مہر چالیس درہم سے زیادہ مقرر نہ کرو جو اس مقدار سے زائد مہر مقرر کرے گا اس سے وصول کر کے بیت المال میں جمع کرا دیا جائے گا۔ اتنے میں صف کے آخر سے ایک عورت کھڑی ہو گئی کہنے لگی کیوں اس کی کیا ضرورت پیش آ گئی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: تمہیں اشکال کیوں ہوا؟ عرض کیا اشکال اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

"وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا"۔ (النساء:۲۰)

ترجمہ: "اور ایک کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ کیا تم اسے بہتان لگا کر اور صریح ظلم کر کے واپس لو گے"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ایک عورت نے درست کہا اور ایک مرد سے غلطی ہوئی۔

سرقہ مسروف بن الاجدعؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر فرمایا: تم اپنی عورتوں کے مہر کیوں زیادہ مقرر کرتے ہو؟ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ مہروں کو زیادہ مقرر نہیں فرماتے چار سو درہم سے زیادہ مناسب نہیں۔ اگر مہر کی زیادتی باعث تقویٰ یا باعث عزت ہوتی تو تم ان سے ہرگز آگے نہیں بڑھ سکتے لیکن مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر کئے ہوں۔ جب منبر سے نیچے اترے تو ایک قریشی عورت نے اشکال کیا۔ اور کہا: امیر المومنین! آپ نے چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر کرنے سے منع فرمایا؟ کیا آپ نے قرآن کریم کی آیت نہیں سنی؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہ کونسی آیت ہے؟ عرض کیا: ارشاد باری یہ ہے:

"وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنتے ہی فرمایا: "اللھم اغفر" "اے اللہ معاف فرما دیجئے مجھ سے تو ہر انسان زیادہ سمجھدار ہے، پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا: لوگو! میں

نے تم کو چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر کرنے سے روکا تھا اب میں یہ کہتا ہوں۔ اب جو چاہے مہر مقرر کردے اسے اختیار ہے۔ (مجمع الزوائد: ۴/ ۲۸۳)

ابو العالیہ الشامی کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ جابیہ (شام کے قریب علاقہ) تشریف لائے، آپ نے سوتی کپڑے کی قمیص زیب تن کی ہوئی تھی۔ جو میلی ہوگئی تھی۔ گریبان پھٹا ہوا تھا۔ فرمایا: گاؤں کے سربراہ کو بلالاؤ، اس کو بلاکر لایا گیا۔ اس سے فرمایا: مجھے عاریۃً ایک قمیص دیدو، اور میری قمیص کو دھلادو اور سلوادو، چنانچہ کتان کی ایک قمیص پیش کی گئی۔ فرمایا یہ کس چیز کا کپڑا ہے؟ بتایا گیا کتان کا، فرمایا: کتان کیا ہوتا ہے؟ تفصیل بتائی گئی اپنی قمیص اتاردی کتان والی قمیص کو زیب تن فرمایا۔ اس کو دھویا گیا۔ اور پیوند لگایا گیا۔ گاؤں کے رئیس "الجلموس" نے عرض کیا آپ عرب کے بادشاہ ہیں۔ اس علاقے میں سواری کے لئے اونٹ استعمال نہیں ہوتے۔ گھوڑے استعمال ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک گھوڑا بغیر زین اور کپڑے کے پیش کیا گیا۔ آپ نے اس پر سواری کی۔ پھر فرمایا: اس کو روکو، روکو، میرا خیال نہیں تھا کہ لوگ شیطان پر سوار ہوتے ہیں۔ چنانچہ اپنے اونٹ پر ہی سوار ہوئے۔

ایک مرتبہ شام تشریف لے گئے لشکر کے امراء ملاقات کے لئے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: میرا بھائی کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ کون ہے؟ فرمایا! ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے: ابھی آنے والے ہیں۔ اتنے میں وہ اپنی اونٹنی کو رسی کی لگام ڈال کر حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام کا جواب دینے اور حال احوال پوچھنے کے بعد دوسرے لوگوں کو جانے کی اجازت دی اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کے گھر تشریف لے گئے گھر میں دیکھا کہ سوائے ایک تلوار ایک کمان اور کجاوہ کے کچھ بھی نہیں۔ فرمایا: ابوعبیدہ! کچھ اور سامان بھی رکھتے تو بہتر ہوتا۔ عرض کیا۔ یاامیر المومنین! یہ ہمیں ہماری آرام گاہ تک پہنچانے کے لئے کافی ہے۔

ایک مرتبہ شام کے سفر میں پانی سے گذرنا پڑا۔ تو سواری سے اترے موزے اتارے جوتے اور موزے ہاتھ میں پکڑ کر چادر اوپر کو اٹھا کر لگام ہاتھ میں تھام کر ننگے پاؤں پانی کے اندر گھس گئے۔ حضرت ابوعبیدہ بھی ساتھ تھے عرض کیا: امیر المومنین! آپ نے یہ کیا طریقہ اختیار کیا۔ یہ لوگ آپ کو دیکھ رہے ہیں۔ اس طرح کرنے کو پسند نہیں

کرتے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے سینے میں ایک گھونسہ رسید کر کے فرمایا: ابوعبیدہ یہ جملہ تم نہ کہتے تمہارے علاوہ کسی اور کی زبان سے نکلتا تو اچھا ہوتا۔ پھر فرمایا: سن لو، تم لوگ تمام لوگوں میں کمزور اور حقیر و ذلیل جانے جاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے تمہیں عزت عطا فرمائی، اگر اسلامی طریقے کے علاوہ کسی اور طریقے میں عزت تلاش کرو گے اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل کر دے گا۔ (حلیہ ابونعیم ۱/۴۷)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام حضرت اسلمؒ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ شام تشریف لے جا رہے تھے، میں بھی ساتھ تھا شام کے قریب پہنچ کر تھوڑی دیر کے لئے آرام کیا۔ اور اپنی ضرورت کے لئے گئے تو میں نے اپنی پوستین اتار کر اپنے کجاوے پر ڈال دی۔ جب ہم چلنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری اونٹنی پر سوار ہوئے میں ان کے اونٹ پر سوار ہوا اور چل پڑے۔ اور شام میں داخل ہوئے، جب لوگ ہمارے قریب ہوئے، تو میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کو بتا تا رہا۔ تو وہ آپس میں چہ مگوئیاں کرنے لگے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہچان کر فرمایا شاید تمہاری نظریں ایسے لوگوں کی سواریوں پر ہیں جن کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد اہل عجم کی سواریاں ہیں۔ شام کے سفر میں لوگوں نے آپ سے عرض کیا۔ یہاں اونٹ کی سواری کا رواج نہیں ہے اگر آپ گھوڑے پر سوار ہوتے تو اچھا ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: حکم وہاں سے آیا ہے یہاں (شام) سے نہیں چلو میری سواری کو چلنے دو۔

روایت میں آتا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کی چھت پر ایک پرنالہ تھا۔ ایک دن ان کی چھت پر مرغی ذبح ہوگئی تھی اس کا خون نیچے بہہ رہا تھا اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے گذرے اس کی چھینٹیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑوں پر پڑ گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پرنالہ اکھاڑنے کا حکم دیا حکم کی تعمیل کی گئی واپس گھر جا کر کپڑے تبدیل کر کے آپ جمعہ کے لئے جا رہے تھے۔ مسجد جا کر جمعہ کی نماز پڑھائی، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا یہ وہ پرنالہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے خود وہاں رکھا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں حکم دے رہا ہوں آپ میری پیٹھ پر کھڑے ہو کر پرنالے کو اسی مقام پر رکھ

دیں جہاں رسول اللہ ﷺ نے رکھا تھا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ایک باغ میں داخل ہوئے میں بھی ایک دیوار کی آڑ میں آپ کے قریب تھا۔ آپ خود کو خطاب کر رہے تھے، ابن الخطاب اے مومنین کے امیر! اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو ورنہ وہ تمہیں سزا دے گا۔

(طبقات ابن سعد: ۲۹۳/۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: وہ شخص مجھے سب سے زیادہ پسند ہے جو مجھے میرے عیوب بتایا کرے۔ (طبقات ابن سعد: ۲۹۳/۳)

عبدالرحمٰن بن فصیحہ کہتے ہیں: میں اپنے قبیلہ بنو ضبہ کے لوگوں کے ساتھ وفد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ اپنے کام مکمل کر کے مجھے چھوڑ کر کے چلے گئے میں چھوٹا سا لڑکا تھا۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار میں اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر گذرے میں یک دم جست لگا کر آپ کی اونٹنی پر سوار ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہاتھ میرے شانے پر مارتے ہوئے فرمایا: تم کہاں کے ہو؟ میں نے عرض کیا۔ میں ضبی ہوں۔ فرمایا جسور (جسارت کرنے والا) ہو؟ میں نے عرض کیا: دشمن پر۔ فرمایا: دوست پر اپنی ضرورت کے لئے؟ چنانچہ میری حاجت روائی فرمائی اور مجھ سے فرمایا: اب تو میری سواری کو چھوڑ دو۔

عبدالرحمٰن بن حاطب کہتے ہیں: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج یا عمرہ کے لئے جا رہے تھے مکہ مکرمہ ضجنان نامی پہاڑی گھاٹیوں سے جب گذرنے لگے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہماری طرف متوجہ ہوئے فرمایا ایک زمانہ تھا میں ان گھاٹیوں میں خطاب کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ اور لکڑیاں جمع کرتا تھا کبھی ان کو اپنی پیٹھ پر اور کبھی اونٹوں پر لاد کر گھر لے آتا نہ کرنے کی صورت میں سخت سرزنش ہوتی کیونکہ میرے والد خطاب سخت تند مزاج شخصیت کے حامل انسان تھے اب میری یہ حالت ہے، کہ لوگ میری قوت کو بطور مثال بیان کرتے ہیں پھر یہ اشعار پڑھنے لگے:

لا شئی مماتری تبقی بشاشته له' الا الالٰه و یودی المل و الولد۔

''سوائے اللہ کے کسی چیز کی بشاشت باقی رہنے والی نہیں ہے مال اور اولاد سب ختم ہونے والے ہیں''

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اعلان

کرادیا لوگو! جماعت کھڑی ہے۔ بار بار یہ اعلان ہوتا رہا۔ آپ خود منبر پر بیٹھ گئے، جب مسجد پوری بھر گئی تو کھڑے ہو کر فرمایا: الحمدللہ! مجھے یاد ہے کہ میں ایک وقت کے کھانے کے لئے مزدوری کرتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ دن بھی دکھا دیا۔ جو آپ دیکھ رہے ہیں یہ کہہ کر منبر سے نیچے اترے۔ تو کسی نے کہا امیر المومنین آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا: یہ میں نے اظہار تشکر کے لئے کیا۔

حضرت حسن فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ان کی تعریف کی تو فرمایا خود کو بھی ہلاک کرتے ہو اور مجھے بھی ہلاک کرنا چاہتے ہو۔

قبیلہ بنو جہینہ کا ایک شخص کہتا ہے: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں میرے والد نے مجھے بکری کا ایک بچہ دیکر مدینہ میں فروخت کرنے کے لئے بھیجا جب میں مدینہ کے قریب پہنچا تو ایک شخص کو دیکھا جو مدینہ کی طرف جارہا تھا۔ گدھے پر لدا ہوا میرا سامان ٹیڑھا ہو گیا تھا، میں نے اس شخص سے کہا: اے اللہ کے بندے گدھے کا بار سیدھا کرنے میں میری مدد کیجئے، کہنے لگا! بہت اچھا پھر میرے ساتھ اس کو درست کر کے پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: میں فلاں ابن فلاں الجہینی ہوں۔ وہ کہنے لگے، میری طرف سے اپنے والد کو سلام کہہ دینا اور کہنا کہ بکری کے بچے کو ہرگز ذبح نہ کرنا، بھیڑ کے بچے کی چربی بکری کی اوجڑی سے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا آپ کون ہیں؟ فرمایا عمر ہوں۔ امیر المومنین!

ایک مرتبہ فارس سے ایک وفد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے کے لئے آیا، گھر میں نہ ملے تلاش کرتے کرتے مسجد پہنچ گئے ان کو بتایا گیا کہ امیر المومنین مسجد میں ہیں، چنانچہ یہ لوگ مسجد میں ان کے پاس گئے دیکھا کہ ان کے پاس کوئی محافظ ہے نہ کوئی شخص وہ آپس میں کہنے لگے، بادشاہ یہ ہے نہ کہ کسریٰ۔

آپؓ کی بردباری:۔

ایک مرتبہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ اپنے بھتیجے الحر بن قیس کے پاس گئے الحر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب تر لوگوں میں سے تھے۔ حضرات علماء و قراء کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قریب رکھتے تھے چاہے وہ بڑے ہوں یا چھوٹے عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا: میرے بھتیجے آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات کے لئے اجازت لے دو، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے ملاقات کی اجازت دی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ کر اس نے کہا: اے ابن خطاب! آپ ہمیں کچھ عطا کرتے ہو نہ ہی عدل و انصاف سے کام لیتے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غضبناک ہوئے قریب تھا کہ اس کی سرزنش کرتے اتنے میں عیینہ کے بھتیجے الحر نے کہا: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں:

''خذ العفو و امر بالعروف و اعرض عن الجاھلین''

(الاعراف:۱۹۹)

''درگذر کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے الگ رہ''

یہ جاہل ہے۔ آیت سن کر آپ کا غصہ بالکل ختم ہو گیا۔ اس کو معاف کر دیا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ چادریں آ گئیں آپ نے ان کو مہاجرین وانصار کے درمیان تقسیم کرا دیا۔ ان میں ایک اعلیٰ قسم کی چادر تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ یہ کسی کو دوں گا تو اس کے دوسرے احباب اعتراض کریں گے۔ کہ ان کو اعلیٰ والا دیدیا۔ ہم کو اس سے کم تر تو ایسی شخصیت کی نشاندہی کرو، جو بہتر ہو اور جس کی نشو ونما خوشحالی میں ہوئی ہو حضرات نے حضرت مسور بن مخرمہ کا نام پیش کیا چنانچہ وہ چادر انہیں عطا کر دی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چادر کو دیکھ کر فرمایا: مسور! یہ کیا ہے؟ فرمایا: حضرت امیر المومنین نے عطا فرمائی ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے کہنے لگے، مجھے آپ نے یہ چادر پہنائی اور میرے بھتیجے کو اعلیٰ ترین چادر سے نوازا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے ابواسحاق! بات اصل میں یہ تھی یہ آپ میں سے کسی کو دیدیتا تو سب اشکال کرتے، انہیں اس لئے دی کہ اس نے خوشحالی میں تربیت پائی ہے۔ تاکہ کسی کو اعتراض نہ ہوگا اور وہم نہ ہوگا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے تو قسم کھائی ہے کہ یہ چادر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر دے ماروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سر نیچے کر کے فرمایا یہ لو سر حاضر ہے۔ البتہ ایک بوڑھے کو دوسرے بوڑھے کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا چاہئے۔

ایک مرتبہ ان کے ساتھ کسی شخص کی نوک جھونک ہوئی۔ اس شخص نے کہا امیر المومنین ذرا خوف خدا کرو، پاس ایک آدمی نے کہا! ارے تم امیر المومنین کو ایسی بات کہہ رہے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: چھوڑیئے ان کو کہنے دیجئے انہوں نے بڑی اچھی بات کہی

ہے۔ایسی باتیں منہ میں کہو گے تو تمہارے لئے بھلائی نہیں ہو گی اور ہم اگر ان باتوں کو قبول نہ کریں ہم بھی بھلائی سے خالی رہیں گے۔

علی بن رباحؒ سے روایت ہے: جابیہ کی فتح کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطاب فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے ان اموال پر خازن اور قاسم بنایا ہے۔ بلکہ اس کی تقسیم کرنے والا اللہ ہی ہے۔اللہ کے حکم سے سب سے پہلے ان میں سے میں اہل بیت نبوی ﷺ کو دوں گا۔چنانچہ حضرات ازواج مطہرات کے لئے سوائے حضرت جویریہ، حضرت صفیہ اور میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سب کے لئے دس دس ہزار درہم مقرر کیا۔تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: حضور ﷺ ہمارے درمیان برابری فرماتے تھے۔تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب کے لئے دس، دس ہزار مقرر فرمایا۔ پھر فرمایا: اس کے بعد میں پہلے مہاجرین اولین کو عطا کروں گا کیوں کہ ہم کو اسلام کی پاداش میں ظلماً ہمارے گھروں سے نکالا گیا تھا ان میں سے اس کے بعد مہاجرین اصحاب بدر کے لئے پانچ پانچ ہزار اور بدر کے عام حاضرین کو چار چار ہزار اور شرکاء حدیبیہ کو تین تین ہزار عطا فرمایا پھر ہجرت میں مقدم حضرات کو عطا میں مقدم کیا۔اور تاخیر سے ہجرت کرنے والوں کو عطا میں بھی مؤخر کیا پھر فرمایا مؤخر حضرات کسی کو ملامت نہ کریں خود اپنے آپ کو ملامت کریں۔پھر فرمایا: میں خالد بن ولید کے متعلق ایک معذرت کر رہا ہوں وہ یہ کہ میں نے ان کو کو حکم دیا تھا کہ وہ اس مال کو ضعفاء میں تقسیم کر دیں۔مگر انہوں نے صاحب قوت اور صاحب لسان لوگوں کو بھی نوازا چنانچہ میں نے ان کی جگہ ابوعبیدہ کو امیر مقرر کیا ہے۔ابوعمرو حفص بن المغیر ہ کھڑے ہو کر بولنے لگے عمر! ہم آپ کا عذر قبول نہیں کریں گے۔آپ نے ایک ایسے عامل اور امیر کو معزول کیا جس کو خود رسول اللہ ﷺ نے عامل مقرر فرمایا تھا۔آپ نے ایک ایسی تلوار کو میان میں کر دیا جس کو رسول اللہ ﷺ نے میان سے نکالا تھا آپ نے ایک ایسے جھنڈے کو اتار دیا جس کو رسول اللہ ﷺ نے بلند فرمایا تھا۔آپ نے رشتے داری کا خیال نہیں کیا بلکہ اس کو توڑ دیا اور اپنے چچازاد سے حسد کیا۔تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ نے یہ بات اس کے قریبی رشتہ دار ہونے اور حدیث السن ہونے کی بنا پر بحالت غصہ کہہ رہے ہیں۔

اصبغ بن بناتہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں اپنے والد کے ساتھ مدینہ کو چلا صبح کی روشنی پھیلنے سے پہلے ہم مدینہ پہنچے تو لوگ نماز پڑھ کر اپنے اپنے کاموں کی طرف جا رہے تھے

ہمارے سامنے بازار میں ایک شخص آیا، جس کے ہاتھ میں درہ تھا۔ کہنے لگے اے دیہاتی! تم اس کو فروخت کررہے ہو؟ پھر بھاؤ تاؤ کرتے کرتے ایک قیمت پر رضامندی ہوئی مگر قیمت ادانہیں کی تھی۔ درہ ہاتھ میں لئے بازار کا چکر لگاتے اور لوگوں کو خوف خدا اختیار کرنے کی تلقین ونصیحت فرماتے اور بار بار آتے جاتے اور میرے والد کے پاس آکر ہر بار کہتے آپ کے حق کی وجہ سے میں محبوس ہوگیا ہوں بازار کے باہر نہیں جاسکتا۔ تیسری بار کہنے پر میرے والد کو غصہ آیا۔ کہنے لگے تم ویسے مجھے ٹرخارہے ہو، مجھ پر ظلم کررہے ہو، یہ کہہ کر ان کے گریبان پکڑ کر سینے پر ایک مکا رسید کیا، لوگوں نے اٹھ اٹھ کر کہا! اے اللہ کے دشمن! تم امیر المومنین کو مکا مار رہے ہو؟ امیر المومنین میرے والد کو گریبان سے پکڑ کر ایک قصائی کے پاس لے گئے۔ اس سے کہا، اس کا حق اس کو دیدو اور میرا منافع تم لے لو، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بکری فروخت کرنے کے لئے اس کو دی تھی۔ قصائی نے کہا کوئی بات نہیں اس کو رقم میں دیتا ہوں۔ آپ اپنا منافع بھی لے لیجئے چنانچہ اس نے میرا حق دیدیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے والد سے فرمایا: اب اپنا حق پورا پورا لے لیا؟ میرے والد نے کہا لے لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: باقی رہا آپ کا مکا۔ اس کو میں نے اللہ کے لئے اور تمہارے لیے معاف کردیا۔ اصبغ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا بائیں ہاتھ میں گوشت اور دائیں ہاتھ میں درہ کولیکر چلتے چلتے گھر تشریف لے گئے۔

سخت گرمی کے دنوں میں ایک چادر سر پر رکھ کر جارہے تھے اتنے میں ایک جوان دراز گوش پر سوار ہو کر پاس سے گذرا اس سے فرمایا: ارے نوجوان! مجھے اپنے ساتھ سوار کرلو نوجوان فوراً نیچے اترا اور کہنے لگا: اے امیر المومنین! سوار ہو جایئے، فرمایا: نہیں، میں آپ کے پیچھے بیٹھوں گا آپ آگے بیٹھئے میں تیرے پیچھے بیٹھوں گا چنانچہ اس طرح اس کے پیچھے بیٹھ کر مدینہ میں داخل ہوئے، اور لوگ آپ کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ورع وتقویٰ کا ذکر:

حضرت مسور بن مخرمہؓ کہتے ہیں: ورع وتقویٰ حاصل کرنے کے لئے ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر پڑے رہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے ایک اونٹ خریدا۔

اوراس کو چراگاہ میں چھوڑ دیا۔ جب وہ خوب موٹا ہوگیا تو اس کو مدینہ کے بازار میں لے آیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار تشریف لائے تو ایک مضبوط موٹا اونٹ دیکھ کر فرمایا: یہ کس کا اونٹ ہے؟ کسی نے بتایا: کہ یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے۔ فرمانے لگے، واہ واہ امیر المومنین کے بیٹے کا ہے میں جلدی جلدی ان کے پاس آ گیا۔ عرض کیا، امیر المومنین کیا ہوا؟ فرمایا یہ اونٹ کس طرح ہے؟ میں نے عرض کیا یہ میں نے خریدا تھا اور چراگاہ میں جہاں دوسرے لوگوں کے اونٹ چر رہے ہیں چھوڑا ہوا تھا فرمانے لگے۔ یہ کہہ کر چھوڑ چھوڑ نا تھا کہ امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹ کا خیال کرنا۔ پھر فرمایا: عبداللہ! اپنا اصل راس المال گن کر باقی منافع بیت المال کے اندر داخل کرادو۔ (الریاض للفضائل:۸۳۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ فتح جلولاء کے موقع پر میں حاضر تھا۔ میں نے مال غنیمت میں سے چالیس ہزار درہم کے بدلے چیزیں خریدیں اور انہیں لیکر مدینہ منورہ چلا آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر مجھ سے فرمایا: عبداللہ! اگر مجھ کو آگ کے اندر ڈالا گیا فدیہ دیکر مجھے چھڑاؤ گے؟ میں نے عرض کیا۔ میں اپنا تمام مال دیکر چھڑاؤں گا فرمایا: تیرے اس مال کے متعلق میرا ایک اشکال ہے مجھے لگتا ہے جلولاء کے مقام پر لوگوں نے آپ کو صحابیٔ رسول اور امیر المومنین کا بیٹا ہونے کے ناطے چیزیں فروخت کرنے میں رعایت کی ہوگی، اور اس وجہ سے سستے داموں آپ نے یہ چیزیں خریدی ہیں۔ اس کے بعد سات دن تک خاموش رہے، سات دن کے بعد تاجروں کو بلا کر اس مال کو ان کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ اور مجھے مناسب منافع دیکر باقی قیمت کو حضرت سعد کے پاس یہ کہہ کر بھیج دیا کہ یہ مال جلولاء کے جہاد میں شریک مجاہدین میں تقسیم کر دیں اگر ان میں سے کسی کا انتقال ہو گیا ہو تو اس کے حصے کو ان کے ورثاء تک پہنچایا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے جہاد پر جانے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی تو مجھ سے فرمایا: مجھے تمہارے متعلق زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ میں نے عرض کیا: ابا جان! مجھ سے آپ یہ توقع رکھتے ہیں؟ فرمایا: اصل میں بات یہ ہے۔ تم کفار سے جہاد کرو گے، تمہیں فتح نصیب ہوگی۔ کفار کے لوگوں کو قیدی اور ان کے مالوں کو غنیمت بناؤ گے۔ غنیمت میں باندیاں بھی ہوں گی، اس کو خریدنے

کے لئے اعلان کیا جائے گا کہ کون اس کو خریدے گا۔ تم اس کو خریدنے کے لئے تیار ہو جاؤ گے، لوگ تمہاری رعایت کریں گے۔ امیر المومنین کا بیٹا ہونے کی وجہ سے جبکہ اس میں اللہ، اس کے رسول اور رسول اللہ کے رشتے داروں اور تمام مومنین کا حق ہے تم اس باندی کو خرید کر اس کے ساتھ جماع کرو گے تو یہ زنا ہوگا۔ چلو آرام سے بیٹھ جاؤ۔

ایک دفعہ بحرین سے مشک وعنبر آیا اپنی بیوی عاتکہ سے کہا ایسی عورت کے متعلق بتاؤ جو ان چیزوں کا صحیح صحیح وزن کر سکے ان کی بیوی نے کہا۔ مجھے اس کا بہتر طریقہ آتا ہے میں خود وزن کرتی ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں۔ بیوی نے کہا: کیوں؟ فرمایا اس سے خوشبو تیری انگلی پر لگ جائیگی جس کو تم اپنے کانوں میں اسی طرح مل لوگی اور اپنے کپڑے پر لگاؤ گی اور مسلمانوں کا حق اس طرح ان کو نہیں پہنچ پائے گا۔

العطارۃ کہتی ہیں: باہر سے حکومتی مال میں خوشبو آتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بیوی سے کہتے اس کو فروخت کر کے قیمت مجھے دیدیا کرو تاکہ بیت المال میں داخل ہو میں ایک مرتبہ خوشبو خریدنے کے لئے اس کے پاس گئی۔ وہ دانتوں سے کاٹ کر وزن کی کمی بیشی کو پورا کیا کرتی تھی۔ ایک دن کچھ خوشبو انگلی پر لگی۔ اس کو اپنے دوپٹے پر لگا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھر آکر پوچھا: یہ خوشبو کیسے آرہی ہے؟ آپ نے اس کی وجہ بتادی تو فرمانے لگے مسلمانوں کی خوشبو کو تم استعمال کرتی ہو؟ پھر سر سے دوپٹہ لیکر اس پر پانی ڈالنے لگے پھر مٹی اس پر ملنے لگے، العطارہ کہتی ہیں کچھ دنوں کے بعد میں خوشبو لینے کے لئے دوبارہ گئی تو وزن کی کمی بیشی کو پورا کرنے کے لئے دانت سے توڑا جس سے خوشبو کا کچھ حصہ انگلی پر بھی لگا جس کو وہ مٹی سے صاف کرنے لگی میں نے کہا: یہ کیا کر رہی ہو؟ پہلے کبھی ایسا نہیں کرتی تھی۔ کہنے لگیں: تجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کیا ہوا؟ پھر سابقہ پوری تفصیل بتادی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک اونٹنی تھی۔ غلام دودھ ان کی خدمت میں پیش کرتا تھا۔ ایک دن دودھ پیش کیا۔ تو وہ پہلے سے مختلف تھا پوچھا: دودھ کا ذائقہ کچھ مختلف سا ہے؟ کہنے لگے۔ اصل بات یہ ہے کہ اونٹنی کا دودھ اس کے بچے نے پی لیا۔ میں نے صدقے کی اونٹنی کا دودھ نکال کر آپ کو پیش کیا ہے۔ فرمانے لگے ارے تیری ہلاکت ہو تم نے مجھے آگ پلادی ہے۔ پھر فوراً حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ وہ تشریف لائے ان سے فرمایا:

اس نے تو صدقے کی اونٹنی کا دودھ مجھے پلایا ہے میرے لئے وہ کہاں تک جائز ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: امیر المومنین! نہ صرف اس کا دودھ آپ کے لئے جائز ہے بلکہ گوشت بھی آپ کے لئے حلال ہے۔

خوف الٰہی کی کیفیت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان سے فرمایا: ایک مرتبہ آپ کے والد نے میرے والد کے ساتھ ملاقات کی میرے والد نے ان سے فرمایا: اگر تیرے اعمال کے مطابق تجھ سے کوئی حساب کتاب نہ ہو، بلکہ نیک اعمال کو بداعمال اور بداعمال کو نیک اعمال کے بدلے برابر قرار دیا جائے تو تجھے خوشی ہوگی، اور تم اس کو پسند کرو گے؟ تو تیرے والد محترم نے کہا: اے امیر المومنین! میں بصرہ میں تعینات تھا۔ وہاں کے لوگ ظلم میں مشہور ہیں۔ میں نے ان کو قرآن وحدیث کی تعلیم دی دین سے ان کو روشناس کرایا۔ اور ان کو لیکر جہاد فی سبیل اللہ کیا۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا مجھے عظیم بدلہ عطا فرمائے گا میرے والد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: لیکن میں اس بات کو پسند کروں گا میرے اعمال نیک و بد برابر کر کے مجھے حساب سے چھٹکارہ مل جائے اور نہ مجھے کچھ ملے نہ مجھ پر کچھ ہو۔ میرا عمل خالص رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہو۔ تو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: آپ کے والد میرے والد سے بہت بہتر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے اگر دریا فرات کے کنارے ایک بکری بھی ضائع ہو جائے تو مجھے اندیشہ ہے کہ اس کا بھی مجھ سے مواخذہ کیا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ایک مرتبہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اونٹ پر سوار ہو کر تیزی کے ساتھ چلتا ہوا دیکھ کر عرض کیا: اے امیر المومنین! کہاں تشریف لے جا رہے ہو؟ فرمایا: صدقہ کا ایک اونٹ بدک گیا ہے۔ اس کو تلاش کرنے نکلا ہوں۔ میں نے عرض کیا۔ اس طرح کر کے آپ نے بعد میں آنے والے خلفاء کو تکلیف میں ڈال دیا۔ فرمایا: اے ابوالحسن! آپ مجھے ملامت نہ کیجئے اس ذات کی قسم! جس نے محمد ﷺ کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا اگر دریا فرات کے اس پار بھیڑ کا ایک بچہ بھی ضائع ہو گیا تو کل قیامت کے دن عمر سے اس کا بھی مواخذہ ہوگا۔ کسی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے آدمی تھے؟ فرمایا: وہ خوف خدا میں اس پرندے کی مانند تھے جس کے لئے راستے کے ہر

طرف جال بچھے ہوئے ہوں اور وہ ہر طرف دیکھ کر خوف زدہ ہو۔

ابوسلامہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حرم میں دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حوض پر اکٹھے وضو کرنے والے مرد و زن کو مار مار کر علیحدہ کر رہے ہیں۔ پھر میرا نام لیکر کہا اے فلاں! میں نے عرض کیا لبیک یا امیر المومنین! فرمایا کوئی لبیک شبیک نہیں۔ میں نے تمہیں حکم دیا تھا۔ کہ مردوں کے وضو کے لئے علیحدہ اور عورتوں کے لئے علیحدہ حوض بنا دو تم نے اس پر عمل نہیں کیا۔ پھر وہاں سے چلے راستے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی ان سے فرمایا: مجھے اندیشہ ہے کہ میں ہلاک ہو چکا ہوں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کس چیز نے تجھے ہلاک کر دیا؟ فرمایا: میں نے اللہ کے حرم میں مردوں اور عورتوں کو مارا ہے۔ فرمایا: اے امیر المومنین! آپ قوم کے محافظ اور سربراہ ہیں اگر آپ نے ان کی پٹائی ان کی اصلاح اور خیر خواہی کی بنیاد پر کی ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے عذاب نہیں دے گا۔ اگر آپ نے بلا وجہ مارا ہے تو آپ ظالم اور مجرم ہیں۔

ایک مرتبہ مدینہ کی گلی میں گشت کے دوران یہ آیت خیال میں آئی:

والذین یؤذون المومنین و المومنات بغیر ما اکتسبوا۔

(الاحزاب: ۵۸)

''اور جو ایماندار مردوں اور عورتوں کو نا کردہ گناہوں پر ستاتے ہیں''

اور پڑھتے گئے اور دل میں خدشہ پیدا ہوتا گیا کہ شاید میں لوگوں کو ایذاء پہنچاتا ہوں سیدھے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر گئے وہ اپنے تکیہ پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر تکیہ ان کے لئے پیش کیا۔ فرمایا: لیجئے! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو واپس کر کے بیٹھ کر مذکورہ آیت تلاوت کی، فرمایا: میں اندیشہ کرتا ہوں کہ میں اس آیت کا مصداق بن گیا ہوں کہ میں مومنین اور مومنات کو ایذا دیتا رہتا ہوں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: انشاء اللہ! ایسا نہیں ہوگا لیکن آپ ادب سکھانے والے آدمی ہیں۔ لوگوں کی غلطیوں کو برداشت نہیں کر سکتے۔ ان کو بتاتے ہیں تا کہ لوگ ان غلطیوں سے باز آ جائیں۔ فرمایا: آپ نے تو کہہ دیا۔ بس اللہ ہی کو معلوم ہے کبھی کبھار ہاتھ آگ کے قریب کر کے خود کو خطاب کر کے فرمایا کرتے: اے خطاب کے بیٹے! تجھے اس آگ کو

برداشت کرنے کی طاقت ہے؟

کبھی کبھار فرمایا کرتے: کاش کہ میں انسان ہی نہ ہوتا تاکہ آخرت کے حساب و کتاب سے بچ جاتا۔ کبھی زمین سے مٹی اٹھا کر فرماتے، کاش! میں مٹی ہوتا یا پیدا ہی نہ ہوتا میری ماں مجھ کو نہ جنتی! کاش! میں نسیاً منسیاً ہوتا۔ ایک مرتبہ شام میں آپ کے لئے کھانا تیار کیا گیا جو پہلے کبھی دیکھا نہیں تھا۔ فرمایا: ہمارے لئے ایسا کھانا لائے ہو ان فقراء مسلمین کے لئے کیا ہے جن کا جو کی روٹی سے بھی پیٹ نہیں بھرتا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ان کے لئے جنت ہے اس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں۔ اگر ہمارے لئے یہ اور ان کے لئے جنت ہے تو ہمارے اور ان کے درمیان بڑا فرق ہوگا۔ ایک دفعہ کچھ لوگوں نے ان کے پاس سخت مشقت میں قحط کی شکایت کی تو ان کی آنکھوں سے آنسو سیل رواں کی طرح بہہ پڑے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر دربار الٰہی میں دعا کی: اے اللہ! ان کی ہلاکت کو میرے ہاتھوں پر نہ کر پھر ان کو گندم دینے کا حکم دیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح قادسیہ کے موقع پر روم کے بادشاہ (کسریٰ) کا جبہ اس کی تلوار، شلوار، قمیص، تاج اور اس کے جوتے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ارسال کیے۔ جب یہ چیزیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کے چہروں کی طرف ایک نظر دوڑائی پھر سراقہ بن مالک بن جعشم المدلجی (جو قد وقامت کے لحاظ سے سب سے زیادہ جسیم تھے) کو آواز دی فرمایا: کھڑے ہو کر اس کو پہن لو، سراقہ کہتے ہیں میرے دل میں طمع سا پیدا ہوا کہ شاید یہ مجھے عطا کریں گے، چنانچہ میں کھڑا ہو کر اس کو پہن لیا فرمایا: آگے پیچھے چل کر دکھاؤ، پھر فرمایا: واہ، واہ بنو مدلج کا ایک اعرابی (دیہاتی) کسریٰ کی قمیص اس کا جبہ اس کی تلوار و تاج اور جوتے زیب تن کیے ہوئے ہے۔ پھر فرمایا: انہیں اتار دو، میں نے اتار دیا۔ پھر فرمایا: اے اللہ! یہ چیزیں آپ نے اپنے محبوب رسول جو یقیناً ہم سب سے مکرم و معزز تھے کو نہیں عطا فرمائیں۔ پھر ان کے بعد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ہمارے مقابلہ میں آپ کے زیادہ قریب اور مکرم تھے کو نہیں دیں۔ اے اللہ! یہ چیزیں مجھے عطا فرما کر میری آزمائش کر رہے ہو اور امتحان لے رہے ہو۔ پھر بہت

زیادہ روئے حتیٰ کہ اہل مجلس کو ان پر رحم آ گیا پھر حضرت عبدالرحمٰن سے فرمایا: میں تمہیں قسم دیکر کہتا ہوں مغرب سے پہلے پہلے ان کو فروخت کر کے ان کی قیمت مسلمانوں کے درمیان تقسیم کرلو۔

جب تاجِ کسریٰ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا: لوگوں نے یہ مال اپنے امناء کے پاس بھیجے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ نے ان کے مالوں سے خود کو بچایا تو انہوں نے تجھے عطا کیا۔ اگر عفیف نہ ہوتے تو یہ چیزیں تیرے پاس نہ بھیجتے اور خود کھا جاتے۔

ابوالسنان الدولی کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا ہوا تھا آپ کے پاس حضرات مہاجرین میں سے کچھ افراد بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس عراق سے کچھ چیزیں آئی ہوئیں تھیں۔ جن میں ایک ٹوکری بھی تھی اس کو منگوایا، اس میں ایک انگوٹھی بھی تھی۔ ان کے بچوں میں سے کسی نے اس کو اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اس کے منہ سے نکال لیا۔ ٹوکری کو سامنے رکھ کر رونے لگے، لوگوں نے کہا: امیرالمومنین یہ تو رونے کا وقت نہیں ہے۔ یہ خوشی کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح مبین نصیب فرمائی ہے آپ کا دشمن مغلوب ہو گیا ہے۔ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"لا تـفـتـح الدنيا على احد الا القى الله بينهم العداوة و البغضاء الى يوم القيامة"

"دنیا کی آمد کے ساتھ بغض و عداوت بھی آتا ہے مجھے اس کا اندیشہ ہے۔ اس لئے رو رہا ہوں"

فتح جلولا (ایران کا علاقہ) کے موقع پر مال غنیمت مسجد کے صحن میں موجود تھا۔ سورج کی روشنی جب اس پر پڑی تو سونے چاندی کے برتن اور زیورات چمکنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے کسی نے کہا: یا امیرالمومنین! یہ تو غم کا دن نہیں ہے۔ اس میں رونا نہیں چاہئے۔ فرمانے لگے: مجھے پتہ ہے مگر بات یہ ہے جب مال آتا ہے تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان بغض و عداوت بھی ڈال دیتا ہے۔

جب کسریٰ کا خزانہ آیا۔ تو عبداللہ بن ارقم نے فرمایا: اس کو بیت المال میں رکھوا دیجئے، تا کہ بعد میں ہم تقسیم کریں گے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے واللہ ایسا نہیں ہوسکتا اس کو کسی چھت کے نیچے ہرگز نہ رکھوں گا اس کو تقسیم کراؤں گا۔ مسجد کے درمیان ان کو رکھوا دیا۔ رات حفاظت کے لئے آدمی مقرر کیا۔ جب صبح ہوئی ان پر سورج کی روشنی پڑی تو چمکنے لگے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یا امیر المومنین! اللہ کی قسم: یہ تو شکر کا دن ہے، فرحت و سرور کا وقت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کسی قوم پر جب دنیا کی فراوانی ہوتی ہے تو ان کے درمیان بغض و عداوت ڈال دی جاتی ہے۔

جلولا کے موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیس لاکھ مثقال حاصل ہوئے جس میں سے چھ لاکھ مثقال رکھ کر باقی زیاد بن ابی سفیان کے ہاتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا فرمایا اس کو کسی چھت کے نیچے نہیں رکھوں گا۔ پھر تقسیم کے وقت دیکھ کر رونے لگے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا یہ رونے کا وقت ہے؟ یہ تو مقام شکر ہے فرمایا: میں اس لئے رو رہا ہوں کہ جس کو یہ دنیا اس طرح ملتی ہے ان کے درمیان بغض و عداوت سرایت کر جاتی ہے۔ پھر اس کو تقسیم کرنے لگے تقسیم میں اصحاب بدر کو اولیت دی۔ پھر ازواج مطہرات پھر دوسرے حضرات صحابہ کو دیا۔ جب سب کے درمیان تقسیم کر دی۔ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسروں سے کچھ کم دیا۔ تو عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ امیر المومنین! میرے برابر کے احباب کو مجھ زیادہ عطا کیا اور مجھے کم دیا۔ تو فرمایا: عبداللہ! میں نے ایسا اس لئے کیا تا کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ یہ سوال نہ فرمادے کہ میں اپنی اولاد کی طرف جھک گیا۔

ایک مرتبہ حضرت سعید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیغام بھیجا کہ میں آپ کو امیر بنانے والا ہوں۔ جواب دیا: مجھے امتحان میں نہ ڈالئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہیں امیر بنا کر رہوں گا۔ مجھ پر تو ذمہ داری ڈالدی خود کو بچانا چاہتے ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے اللہ سے ڈرنے والا اپنی مرضی اور خواہش کی پیروی نہیں کرے گا۔ اگر قیامت نہ ہوتی تو تم کچھ اور دیکھتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا جب نماز

پڑھاتے تو تھوڑی دیر اپنی جگہ پر بیٹھ جاتے جس کو ان سے کوئی بات چیت کرنی ہوتی اور ضرورت کی بات ہوتی تو ان سے کہہ دیتے۔ اگر کسی کا کوئی کام نہ ہوتا تو تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھ جاتے، ایک دن نمازیں پڑھا کر بیٹھے بغیر چلے گئے تو میں ان کے دروازے پر حاضر ہوا۔ اوران کے غلام یرفا سے کہا: کیا امیر المومنین بیمار ہیں؟ یہ کہہ کر وہیں بیٹھ گیا اتنے میں عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ گئے، وہ بھی میرے ساتھ وہاں بیٹھ گئے، اتنے میں یرفا نے باہر آ کر ہمیں اندر آنے کی اجازت دی تو ہم اندر گئے دیکھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے مال کا ڈھیر پڑا ہوا ہے، اوراس کے اوپر کپڑا ڈالا ہوا ہے۔ فرمایا: میں نے اہل مدینہ پر نظر دوڑائی تو تم لوگ میری نظروں میں آ گئے تم اپنے قبیلے کے بڑے ہو، یہ لو یہ ڈھیر لوگوں میں تقسیم کرو، اگر اس میں کچھ بچ جائے تو واپس کر دیجیو، پھر فرمایا: کیا حضور ﷺ اس طرح خود لیتے تھے؟ میں نے عرض کیا، کیوں نہیں، اگر اس طرح فتح ان کے زمانے میں ہوتی تو وہ ایسا نہ کرتے جو آپ کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہو گئے۔ فرمایا: تو پھر میں کس طرح کروں؟ میں نے عرض کیا، آپ ایسا کیجئے اس میں سے خود بھی کھائیے ہمیں بھی کھلا دیجئے اس بات سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سخت گریہ طاری ہو گیا۔ اتنا روئے کہ ہمیں بھی ان پر رحم آیا۔ پھر فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ مجھ پر کوئی بار ہو نہ مجھے کچھ ملے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بارے میں سخت خوف زدہ رہتے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے میں خلیفہ ہونے کے ناطے تمہیں کہتا ہوں بلکہ حکم دیتا ہوں کہ تم مجھے کس طرح سمجھتے ہو؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے آپ کے اندر بھلائی واچھائی کے سوا کچھ نہیں پاتا ہوں۔

گریہ وزاری کا بیان:

علقمہ بن وقاص اللیثی کا کہنا ہے: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی عشاء کی نماز میں سورۃ یوسف کی تلاوت فرماتے جب حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر آتا تو رونے لگتے رونے کی آواز آخری صف میں بھی سنی جاتی تھی، عبداللہ بن عیسیٰ کہتے ہیں۔ زیادہ رونے کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر دو لکیریں بن گئیں تھیں، بعض دفعہ رات کے وقت ایک آیت کا ورد کرتے کرتے گر جاتے اور بیمار پڑ جاتے۔ ابن عثمان النھدی نے کہا ہے: میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا طواف کرتے ہیں اور مسلسل رو

رہے ہیں۔ اور یہ دعا وردزبان ہے:

اللھم ان کنت کتبتنا عندك فی شقوۃ و ذنب فانك تمحو ماتشاء و تثبت و عندك ام الکتاب فاجعلھا سعداۃ و مغفرۃ"

''اے اللہ! اگر تو نے ہمارے لئے بدبختی و گناہ مقدر کیا ہے تو آپ ہی اس کو مٹانے اور برقرار رکھنے پر قادر ہے آپ ہی کے پاس لوح محفوظ ہے۔ آپ شقاوت کو سعادت، گناہ کو مغفرت میں بدل دیجئے''

ایک ملاقات میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: کیا وہ حدیث تجھے یاد ہے جو حضور ﷺ نے بیان فرمائی؟ فرمایا کونسی حدیث؟ فرمایا: یہ حدیث: (لیکن بلاغ احد کم من الدنیا کزادالراکب) تم میں سے ہر ایک دنیا میں ایسی زندگی گذارے جیسے ایک مسافر گذارتا ہے۔ حضرت عمر ﷺ نے فرمایا: ہاں یاد ہے، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے بعد ہم نے کیا عمل کیا ہے؟ یہ کہہ کر دونوں ساری رات روتے رہے۔

عبادت ومجاہدہ کا تذکرہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہنا ہے: کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صائم الدہر تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عیدین کے دنوں کے علاوہ ہمیشہ روزے میں رہتے، وسط رات میں نماز پڑھنا ان کا محبوب مشغلہ تھا، خلافت ملنے کے سال کے علاوہ باقی تمام سالوں میں مسلسل حج کرتے رہے۔ رات کے وقت نماز کا خوب اہتمام تھا۔ آخری پہر گھر والوں کو بھی نماز کے لئے اٹھاتے ہوئے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرماتے:

وأمر اھلك بالصلوۃ و اصطبر علیھا لا نسئلك رزقانحن نرزقك و لعاقبۃ للتقوی۔ (سورۂ طہٰ:۱۳۲)

ترجمہ: ''اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے خود بھی اس کا پابند رہیے ہم تجھ سے رزق طلب نہیں کرتے بلکہ ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں آخرت کا اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے''

ایک مرتبہ کسی کام کے لئے اپنے باغ میں تشریف لے گئے واپس آئے عصر کی جماعت ہوگئی تھی فرمایا: باغ جانے کی وجہ سے جماعت چھوٹ گئی، اب یہ باغ مساکین کے لئے صدقہ ہے۔ ایک مرتبہ مغرب کی نماز مشغولیت کی وجہ سے مؤخر ہوئی تو اس کے کفارے میں دو غلام آزاد کر دیئے۔

آپ کی دعاء ومناجات کا بیان:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدفین سے فارغ ہو کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسندِ خلافت پر بیٹھنے کے بعد رات کے وقت خطبہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی تحمید وتوصیف کے بعد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ایک راہ اپنے نبی کے ذریعے مقرر فرمائی ہے۔ وہ ہمارے لئے کافی ہے۔ بس ہمارا کام اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہوئے اس کے احکامات کی پیروی کرتے رہنا ہے تمام حمد وستائش اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے آپ کا ذمہ دار اور آپ کو میرا تابع بنایا۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے گمراہ ہونے، حق کی راہ سے پھسل جانے سے بچائے، اور اپنے کسی ولی کے ساتھ دشمنی اور دشمن کے ساتھ دوستی سے محفوظ فرمادے پھر فرمایا: لوگو! میری اور میرے دو پیش رووں کی مثال ان تین افراد کی طرح ہے جو ایک سفر پہ نکلے اور ان میں سے ہر ایک منزل کی طرف جانے کے لئے راستے کی علامات اور نشانات کی پیروی کرتے ہوئے چلا حتی کہ اپنی منزل پر پہنچ گیا اور دوسرے نے بھی پہلے والے کی پیروی کی اس کے نقش قدم پر چلتا رہا وہ بھی اس تک پہنچ گیا۔ اور تیسرا اگر اپنے پیش رووں کے راستے پر چلے گا تو ان سے مل پائے گا۔ اگر ان کے راستے سے ہٹ کر چلا تو کبھی بھی ان تک نہیں پہنچ پائے گا۔ عرب پر حکمرانی کرنا مشکل کام ہے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتا ہوں اور تمہیں دعوت دیتا ہوں تم میری مان کر چلو، پھر دربار الٰہی میں دستِ دعا پھیلا کر عرض کیا: اے اللہ! میں بخیل ہوں مجھے سخاوت کی دولت سے نواز دے میں سخت مزاج ہوں مجھے نرم کر دے اے اللہ! میں کمزور ہوں مجھے قوت عطا فرما دے۔ اے اللہ! مجھے اپنی دوستی اپنے اولیاء کی محبت عطا فرما اپنے دشمنوں کے ساتھ دشمنی نصیب فرما۔ اے اللہ! مجھے نیکوں کے ساتھ لاحق فرما، ابرار کے ساتھ میرا حشر فرما۔ اے اللہ! مجھے دنیا اتنی زیادہ نہ عطا فرما جو میرے لئے باعث گناہ ہو۔ اور اتنا قلیل بھی نہ عطا فرما کہ میں بھلایا

جاؤں۔ کیوں کہ کم مال جو ضروریات کے لئے کافی ہو بہت بہتر ہے اس مال سے جو اللہ سے غافل کر دے۔ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے باران رحمت مانگی لوگ آپ کے ساتھ استقاء کے لئے نکلے تو آپ کثرت کے ساتھ استغفار پڑھتے رہے۔ بلکہ آتے جاتے وقت مسلسل استغفار سے آپ کی زبان تر رہی۔ تو لوگوں نے عرض کیا: امیر المومنین آپ نے بکثرت استغفار پڑھا؟ فرمایا ارشاد خداوندی ہے:

استغفر واربکم انه کان غفارًا۔ یرسل السماء علیکم مدراراً۔ (سورۃ نوح:۱۰۔۱۱)

ترجمہ: ''اپنے رب سے بخشش مانگو بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے وہ آسمان سے تم پر (موسلا دھار) مینہ برسائے گا''

اور اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کرتے رہتے کہ اے اللہ کسی مسلمان کے ہاتھوں مجھے قتل نہ کیجئے جو کل آپ کے دربار میں مجھ سے بحث کرے، اور یہ دعا بھی کرتے رہتے:

''اللّٰھُمّ إنی اعوذ بك ان تاخذنی علی غرة، او تذرنی فی غفلة او تجعلنی من الغافلین''

اور یہ دعا بھی وردزبان رہتی:

اللھم اعصمنا بحفظك و ثبتنا علی امرك۔

''اے اللہ! ہمیں اپنی حفاظت کے اندر رکھ اور دین پر ثابت قدم رکھ''

۵۴۔آپؓ کی کرامات کا بیان:

یعقوب ابن زید اور حضرت اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے: ایک دن جمعہ کے خطبہ کے دوران زوردار آواز میں فرمایا:

''یا ساریة ابن زینم الجبل، الجبل، ظلم من استرعی الذئب الغنم''۔

یہ کہہ کر پھر اپنا خطبہ جاری فرما دیا۔ کچھ دنوں کے بعد ساریہ بن زنیم کا خط موصول ہوا۔ اس نے لکھا تھا۔ جمعہ کے دن فلاں گھڑی (جس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یاساریہ کہہ کر آواز دی تھی) ہمیں اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمادی اور اس وقت میں نے

یہ ایک آواز سنی یا ساریہ بن زنیم الجبل من استرعی الذئب الغنم ،تو میں اپنے ساتھیوں کولیکر پہاڑ پر چڑھا اس سے قبل ہم وادی کے دامن میں تھے اور ہم نے دشمن کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: وہ الفاظ کیسے تھے۔فرمایا: مجھے نہیں معلوم دوران خطبہ خود بخود میری زبان سے جاری ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: دوران خطبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یاساریہ الجبل الجبل فرمایا۔لوگ اس کے معنی نہیں سمجھ پائے اور بعد میں میں نے ان سے پوچھا آپ نے کچھ الفاظ ذکر کئے جو ہم سمجھ نہیں سکے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے پوچھا: آپ نے سنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوران خطبہ کیا الفاظ بولے تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا چھوڑو جو بات دل میں آتی ہے کہہ ڈالتے ہیں اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد ساریہ مدینہ منورہ آئے اور کہنے لگے، فلاں وقت (عین خطبہ کے وقت) میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز میں یاساریہ الجبل کے الفاظ سن کر پہاڑ کی طرف چڑھ گیا۔ (الاصابہ للواقدی:۳۰۳۵)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر امارت جب مصر فتح ہوا تو مصر کے لوگ ان کے پاس آ گئے کہنے لگے: ہمارے ہاں دریائے نیل کی ایک خاص عادت ہے۔اس کے بغیر وہ جاری نہیں ہوتا۔عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہ کیا عادت ہے؟لوگوں نے کہا: سال میں ایک مرتبہ اس مہینے کے بارہ تاریخ کو ایک کنواری لڑکی کو زیورات اور جوڑوں سے مزین کر کے حوالہ دریا کرتے ہیں۔ایسا نہ کرنے کی صورت میں دریا بالکل خشک ہو جاتا ہے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اسلام میں تو اس کی گنجائش نہیں ہے۔اب ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ اسلام تو آیا ہی اس لئے ہے کہ زمانہ جاہلیت کی تمام غلط رسومات کو ختم کر دے، چنانچہ یہ سلسلہ بند کر دیا تو دریائے نیل بالکل خشک ہو گیا۔حتی کہ لوگ نقل مکانی پر مجبور ہو گئے۔اس لئے کہ ان کی زمینوں کی سیرابی کا مدار اس پر تھا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا اور ساری صورت حال سے انہیں آگاہ فرما دیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خط کا جواب لکھا۔ اور اس خط کے اندر ایک چھوٹا سا خط دریائے نیل کے نام بھی لکھا۔ اور عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا۔ آپ نے بالکل درست فیصلہ کیا۔ واقعۃً اسلام

سابقہ تمام غلط رسومات کو مٹانے کے لئے آیا ہے جب یہ خط پہنچ جائے اس کے اندر ایک چھوٹا سا خط دریائے نیل کے نام بھی ہے اس خط کو دریائے نیل کے اندر ڈال دو جب خط پہنچا تو اندر سے دریائے نیل کے نام خط، جس کا مضمون یہ ہے۔ **من عبدالله عمر امیر المومنین الی نیل مصر** ۔مصر کے نیل کے نام اللہ کے ایک بندے عمر امیر المومنین کا ایک خط امابعد! اگر تو اپنی مرضی سے چلتا ہے تو مت چل اگر اللہ واحد وقہار کے حکم سے چلتا ہے تو ہم اللہ واحد وقہار سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ تجھے جاری کر دے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خط دریا میں ڈال دیا۔ جبکہ لوگ پانی کی قلت کی بنا پر مصر کو چھوڑنے کی تیاریوں میں تھے، جب خط دریا کے حوالے کر دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو جاری کر دیا۔ اور ایک ہی رات میں سولہ گز بلند ہو کر چلا تو اللہ تعالیٰ نے دریائے نیل کی اس بری عادت کو ختم کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ بندش باراں کی وجہ سے قحط پڑا تو آپ نے لوگوں کو لیکر دو رکعت استسقاء کی نماز پڑھائی، اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں دست دعا پھیلا کر عرض کیا: **اللهم انا نستغفرك و نستسقيك** ''اے اللہ! ہم تجھ سے مغفرت اور پانی طلب کرتے ہیں۔ دعا کر کے اپنی جگہ سے اٹھے نہ تھے کہ باران رحمت کا نزول شروع ہو گیا اتنے میں دیہات سے کچھ لوگ آ گئے کہنے لگے: اے امیر المومنین! کچھ دن پہلے ہمارے اوپر ایک بادل سایہ فگن ہوا اس کے اندر سے یہ آواز آئی، ''**اتاك الغوث اباحفص**''

''ابو حفص (عمر) کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی مدد آ گئی ہے''

آپ کی روایت کردہ چند احادیث کا تذکرہ:

روایت حدیث میں حد درجہ احتیاط کے باوجود بھی آپ سے کثیر احادیث مروی ہیں بقی بن مخلد نے آپ سے مروی احادیث کی تعداد پانچ سو تہتر بیان کی ہے۔ ابونعیم نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دوسو سے زیادہ احادیث مروی ہیں۔ جن میں سے صحاح ستہ میں اکیاسی احادیث منقول ہیں۔ بخاری و مسلم میں متفق علیہ چھبیس احادیث مذکور ہیں۔ اور بخاری میں ان کے علاوہ ۳۴ اور مسلم میں بخاری شریف والی احادیث کے علاوہ اکیس احادیث مذکورہ ہیں ان احادیث میں سے صرف زہد کے متعلق چند احادیث بطور نمونہ مشتے از خروارے ذکر کرتے ہیں۔

۱۔حضرت علقمہ بن ... اللیثی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''انما الاعمال بالنیات، و لکل امرء مانوی فمن کانت هجرته الی الله و رسوله فهجرته الی الله و رسوله و من کانت هجرته الی دنیا یصیبها او امرأة یتزوجها فهجرته الی ماهاجر الیه''

(ترجمہ)''اعمال کا دارومدار نیت پر ہے ہر انسان کو وہ ملے گا جس کی اس نے نیت کی، جس نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہجرت کی اس کی ہجرت اللہ اور رسول کے لئے اور جس نے ہجرت کی دنیا کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کے لئے تو اس کی ہجرت اس کے لئے ہے جس کے لئے اس نے ہجرت کی'' (مسند احمد:۲۹/۱، بخاری بدأالوحی)

۲۔ حضرت سالم بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: جو عمل ہم کرتے ہیں یہ پہلے ہمارے لئے لکھا جا چکا ہے یا نہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ پہلے سے لکھا جا چکا ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: پھر ہم اس لکھے ہوئے پر بھروسہ کر کے بیٹھ نہ جائیں عمل کا کیا فائدہ؟ فرمایا:

اعمل یا ابن الخطاب فکل متیسر الخ۔

(ترجمہ)''اے ابن الخطاب! عمل کرتے رہو اہل جنت کے لئے جنت کا عمل اور اہل جہنم کے لئے جہنم کے اعمال آسان کر دیئے گئے ہیں چنانچہ جو جنتی ہوگا وہ جنتیوں کا عمل اور جو جہنمی ہوگا وہ جہنمیوں کا عمل کرتا رہے گا'' (مسلم، بحوالہ مذکورہ)

۳۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں خیبر کی فتح کے موقع پر بعض حضرات صحابہ نے خدمت نبوی ﷺ میں آ کر عرض کیا، یارسول اللہ! فلاں شہید ہو گئے، فلاں شہید ہو گئے اور فلاں نے جام شہادت نوش کر لیا۔ اسی طرح نام

لیتے رہے جب ایک شخص کے بارے میں کہنے لگے۔فلاں بھی شہید ہوئے۔تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ میں نے اس کو مال غنیمت کی ایک چادر چرانے کی پاداش میں جہنم کی طرف کھینچ کر لے جاتے ہوئے دیکھا۔ پھر فرمایا: اے عمر جا کر اعلان کر دو۔ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوسکتا ہے۔ (مسند احمد:۵۲)

۴۔حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ آپ سے روایت کرتے ہیں: فرماتے ہیں، میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"وانکم توکلتم علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر، تغدو فما صاد تروح بطانا"

(ترجمہ) "اگر تم اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور توکل کرو گے، تو اللہ تعالیٰ آپ کو (بلا محنت) رزق عطا فرمائے گا۔ جس طرح پرندوں کو عطا فرماتا ہے۔ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں۔ شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں" (مسند احمد:۵۲/۱، ترمذی، باب التوکل: ابن ماجہ باب الزھد)

۵۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ پر جب نزول وحی ہوتی تھی تو آپ کے چہرہ انور کے قریب شہد کی مکھیوں کے بھنبھنانے کی طرح آواز آتی تھی۔ ایک مرتبہ اسی طرح کی کیفیت طاری تھی کہ تھوڑی دیر کے بعد قبلہ رو ہو کر اپنا دست مبارک پھیلا کر یہ دعا فرمائی:

"اللھم زدنا ولا تنقصنا، و اکرمنا ولا تھنا، و اعطنا ولا تحرمنا، و آثرنا ولا تؤثر علینا و ارضنا و ارض عنا"۔

دعا کے بعد فرمایا: مجھ پر ابھی دس آیات نازل ہوئی ہیں۔ جو ان پر عمل کریگا جنت میں داخل ہو جائے گا۔ پھر یہ آیات تلاوت فرمائیں:

"قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ o الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ o وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ o وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ o وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ o اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ o اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ

مَلُوْمِيْنِ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ۝

(سورۃ المومنون: ۱تا۱۰)

ترجمہ: ''بے شک ایمان والے کامیاب ہوگئے جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ دینے والے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں پر اس لئے کہ ان میں کوئی الزام نہیں۔ پس جو شخص اس کے علاوہ طلب گار ہو تو وہی حد سے نکلتے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدہ کا لحاظ رکھنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں وہی وارث ہیں''

۶۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

من استجد ثوبا فلبسه فقال حينت يبلغ ترقوته: الحمد لله الذى كسانى ما اوارى به عورتى، و اتجمل به فى حياتى، ثم عمد الى الثوب الذى اخلق۔ او قال: القى فتصدق به كان فى ذمة الله، وفى جوار الله، وفى كنف الله حيا وميتا۔ (مسند احمد: ۱/۵۳، ترمذی، باب التوکل: ابن ماجہ الزھد)

''جو شخص نیا کپڑا پہن لے اور گلے تک پہنچنے کے بعد کہدے، تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے مجھے ستر کو چھپانے کے لئے پہنایا اور اپنی زندگی میں خوبصورتی اختیار کرتا ہوں الخ''

۷۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

''من قال فى سوق لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمدبيده الخير، يحى و يميت، وهو على

كل شئی قدیر، کتب الله بها الف الف حسنة، و محامنها الف الف سیئة، و بنی له بیتافی الجنة۔

ترجمہ: ''جو بازار میں داخل ہوکر لا الہ الا الله وحده لا شريك له الملك وله الحمد بيده الخير يحی و يميت و هو علی كلی شئی قدير۔ پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں دس لاکھ نیکیاں لکھے گا، اور اس کے دس لاکھ گناہ معاف کرے گا۔ اور جنت میں اس کے لئے ایک گھر بنائے گا''

۸۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''من اظل راس غاز اظله الله يوم القيامة و من جهز غازيا حتی يستقل بجهاز كان له مثل اجره، و من بنی مسجدا يذكر فيه اسم الله بنی الله له بيتافی الجنة۔ (مسند احمد:۱/۵۳)

ترجمہ: ''جس نے کسی غازی کے سر پر سایہ کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت کے سایے میں جگہ دے گا اور جس نے کسی غازی کو جہاد کے لئے تیار کیا اللہ تعالیٰ اس (غازی) کے اجر کے برابر اس کو اجر عطا فرمائے گا۔ اور جس نے مسجد بنائی تا کہ اس میں اللہ کا ذکر ہو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے گھر بنائیں گے''

زہد کے متعلق آپؓ کا پرمغز کلام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: اپنے نفوس کا احتساب کیا کرو، قبل اس کے تمہارا احتساب کیا جائے اپنے نفسوں کے اعمال کو تولتے رہو، قبل اس کے ان کو تولا جائے کل حساب دینے کے مقابلے میں آج حساب دینا آسان ہے۔ اس بڑی پیشی کے لئے خود کو مزین کرو جس دن تمہارا کوئی عمل مخفی نہیں ہوگا۔ (الحلیۃ لابی نعیم:۱/۵۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ

میں گوشت دیکھ کر فرمایا: جابر! یہ کیا چیز ہے؟ میں نے عرض کیا: گوشت ہے آج جی چاہا کہ گوشت کھاؤں اس لئے خرید کر لے جا رہا ہوں۔ فرمایا: جابر! کیا جی کی ہر خواہش کو پورا کیا جاتا ہے؟ کیا تم اس آیت سے نہیں ڈر رہے ہو؟

"وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّار اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْن" (سورۃ الاحقاف:۲۰)

ترجمہ: "اور جس دن کافر آگ کے روبرو لائیں جائے گے (ان سے کہا جائے گا) تم (اپنا حصہ) پاک چیزوں میں سے اپنی دنیا کی زندگی میں لے چکے اور تم ان سے فائدہ اٹھا چکے بس آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا بدلے اس کے جو تم زمین میں ناحق اکڑا کرتے تھے اور بدلے اس کے جو تم نافرمانی کیا کرتے تھے"۔

ایک مرتبہ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، دیکھا وہاں گوشت موجود ہے۔ فرمایا: یہ گوشت کیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج گوشت کھانے کی خواہش ہو رہی تھی، فرمایا: جب بھی دل خواہش کریگا کھاؤ گے؟ انسان کے مسرف (فضول خرچی) ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جو جی میں آئے کھائے۔

ایک مرتبہ گندگی کے ایک ڈھیر کے پاس سے گذر رہے تھے وہاں تھوڑی دیر کھڑے ہو گئے، سخت بو آ رہی تھی۔ ساتھیوں نے بو سے پریشانی کی شکایت کی۔ فرمایا: یہ ہے تمہاری دنیا، جس کے حصول کے لئے تم کوشش کر رہے ہو۔

آپؓ کا ارشاد ہے: زیادہ ہنسنے والے کی ہیبت ختم ہو جاتی ہے۔ مزاح کرنیوالا ہلکا سمجھا جائے گا۔ جو شخص جو کام کثرت سے کرے گا۔ اس کام سے پہچانا جائے گا۔ زیادہ بولنے والے کی ہرزہ سرائیاں بھی زیادہ ہوتی ہے جس کی ہرزہ سرائی زیادہ ہوتی ہیں اس کے اندر شرم و حیا کی کمی ہوتی ہے، جس میں حیا کی کمی ہوگی اس میں ورع و تقویٰ بھی کم ہوگا جس میں

ورع وتقویٰ کم ہو اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔

اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: پیارے بیٹے! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کو قرض دیتے رہنا اللہ تعالیٰ تجھے جزاء دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے رہو تیری نعمتوں میں اضافہ فرماتا رہے گا۔ یہ ذہن نشین رکھو جس میں نرمی نہیں اس کا مال کوئی مال نہیں ہے۔ جس کے لئے پرانا نہیں اس کے لئے جدید نہیں نیت کے بغیر کوئی عمل نہیں۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: جو شخص خود کو تہمت کے مقامات سے نہیں بچاتا تو وہ اپنے متعلق بدگمان ہونے والوں کو ہرگز ملامت نہ کرے، جو اپنے راز کو چھپاتا ہے وہ خیر و بھلائی کو اپنے قابو میں رکھتا ہے اپنے بھائی کے بارے میں نیک گمان رکھا کرو اس کا معاملہ بھی تیرے ساتھ اچھا ہوگا۔ اپنے مسلمان بھائی کی زبان سے نکلی ہوئی بات کو اگر درست ماننے کی گنجائش ہو تو غلط بات پر محمول نہ کرو، بلکہ درست گمان کرو۔ نیک لوگوں کے ساتھ دوستی کرو اور اس میں اضافہ کرتے رہو۔ کیونکہ ایسے دوست خوشحالی میں تیرے لئے باعث افتخار اور مصیبت کے وقت تیرے مددگار ثابت ہوں گے۔ اللہ کے نام کی بار بار قسم کھا کر اہانت مت کرو، ایسا کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ بھی تیرے ساتھ اہانت کا معاملہ کرے گا۔

ایک ارشاد میں فرماتے ہیں: تین چیزیں باعث محبت ہیں۔ (۱) سلام میں پہل کرنا۔ (۲) مجلس میں کسی کو جگہ دینا۔ (۳) اچھے نام سے پکارنا۔ تین چیزیں باعث نفرت ہیں۔ (۱) جو کام تم کرتے ہو اس کو دوسرے کے کرنے پر غصہ ہونا۔ (۲) خود ایک چیز کو چھپاتے ہو دوسروں میں اس کو دیکھنا چاہتے ہو۔ (۳) اپنے ہم نشین کو بے مقصد تنگ کرنا۔

ایک اور ارشاد میں فرماتے ہیں: عقل مند آدمی کی دشمنی سے اللہ کی پناہ طلب کرو، دشمن کو خود سے جدا رکھو، خائن دوست سے خود کو محفوظ رکھو، البتہ امین دوست کا کوئی بدل نہیں۔ کسی بدکار کی ہم نشینی اختیار مت کرو کیونکہ وہ تجھے بھی فجور کی تعلیم دے گا۔ اور اپنا راز بھی اس کو نہ بتاؤ اور اپنے معاملات کے متعلق خدا پرست لوگوں سے مشورہ کرو۔

ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فضول گفتگو مت کرو، اپنے دشمن سے

جدا رہا کرو، خائن دوست سے بچتے رہا کرو، فاجر آدمی کے ساتھ تعلق قائم نہ کرو کیوں کہ وہ تجھے بھی اپنے جیسا ہونے کی ترغیب دے گا۔ اور اس کو اپنے راز سے باخبر نہ کرو، اور غیر دین دار لوگوں سے اپنے امور میں مشورہ نہ کرو۔

ایک ارشاد میں فرماتے ہیں: کہ میں پسند کرتا ہوں اس بات کو کہ انسان اپنے اہل خانہ (بیوی) کے ساتھ بچے کی طرح ہو جائے جب اس کی ضرورت پڑے تو مرد بنے۔

ایک مرتبہ راستے میں جا رہے تھے دیکھا کہ ان کے سامنے ایک شخص جھوم جھوم کر جا رہا ہے اور یہ کہتا جا رہا ہے کہ میں بطحاء مکہ کا بیٹا ہوں، میں کداء (بڑی چوٹی) اور کدی (پہاڑ کا دامن) ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن کر اس سے فرمایا: اگر تیرے اندر دین موجود ہے تو تو محترم ہے، اگر تو عقل والا ہے تو بامروت ہے اگر تیرے پاس مال ہے تو تو صاحب شرف ہے اگر مذکورہ چیزوں میں کوئی چیز تیرے اندر نہیں تو تو اور گدھا برابر ہیں۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! شکم سیری سے خود کو بچاؤ کیوں کہ شکم سیری سے نماز میں سستی ہوتی ہے جسم خراب ہوتا ہے، بیماری کا باعث ہے۔ اور اللہ تعالیٰ موٹے عالم کو ناپسند فرماتا ہے بلکہ کھانے میں اعتدال پیدا کرو، کیونکہ یہ قوت کا باعث ہے۔ اسراف سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ عبادت میں مددگار ہے کیونکہ وہ انسان یقیناً ہلاک ہوگا جو اپنی خواہشات کو دین پر ترجیح دے۔ میانہ روی ہر کام میں بہتر ہے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: جان لو! لالچ فقیری ہے، کسی سے امید نہ رکھنا غنا و امیری ہے۔ اس لئے جب کسی چیز سے امید ختم ہو جائے تو انسان بے پرواہ ہو جاتا ہے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا: توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو، یہ لوگ انتہائی نرم دل ہوتے ہیں۔

ایک ارشاد میں فرماتے ہیں: کسی انسان میں عملی کمزوری ہو تو اللہ تعالیٰ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے اس کو غم میں مبتلا فرماتے ہیں۔

آپؓ کا ایک فرمان یہ بھی ہے کہ جو شخص دولت تقویٰ سے مزین ہے ورع کی دولت سے مالا مال ہے اس کا کسی دنیادار کے لئے پست ہونا مناسب نہیں۔ ایک اور فرمان مبارک

میں ارشاد ہے: اللہ کی یاد کو لازم پکڑو، کیوں کہ یہ دلوں کے لئے شفاء ہے اور لوگوں کی یاد سے بچو، کیونکہ یہ دل کے لئے باعثِ ہلاکت ہے۔

ایک مقام میں ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا کوئی مسلمان بندہ کسی کھلی فضا میں جا کر چاشت کی دو رکعت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اسی وقت اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتے ہیں اگر چہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔ دعا یہ ہے:

"اللهم لك الحمد اصبحت عبدك على عهدك و وعدك خلقتني ولم اك شيئاً استغفرك لذنبي، فاني قد ارهقتني ذنوبي و احاطت بي الا ان تغفرها فاغفرها يا ارحم الراحمين"

ترجمہ: اے "اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ آپ کا بندہ نے آپ کے عہد و وعدہ پر صبح کی۔ آپ نے ہی مجھے پیدا فرمایا میں کچھ بھی نہ تھا۔ اپنے گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں میں اپنے گناہوں میں گھرا ہوا ہوں۔ آپ کے علاوہ ان کو کوئی معاف کرنے والا نہیں۔ میرے گناہ معاف کر دیجئے۔ اے ارحم الراحمین!"

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: کچھ دیر خلوت میں اپنے اللہ کو یاد کیا کرو، اللہ سے ڈرو، لوگوں سے بچے رہو" سفیان ثوریؒ نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: "اگر تیرے اندر آخرت کی طرف رغبت ہے تو دنیا کو اپنا مقصد زندگی مت بنا۔ عبید اللہ الخراسانی کہتا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: اللہ سے ڈرنے والا اپنے ارادے پر نہیں عمل کرتا"۔ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: "کوئی گھونٹ جو انسان پیتا ہے اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند نہیں جتنا کہ غصہ کا گھونٹ ہے"

الاثلج نے کہا ہے: سب سے زیادہ سخی وہ ہے جو اس کو محروم کرتا ہے لیکن وہ اسے بخشش سے نوازتا ہے اور سب سے زیادہ حلیم و بردبار شخص وہ ہے جو اپنے اوپر ظلم کرنے والے کو معاف کر دے۔ اسماعیل بن خالد سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم

کتاب کے لئے برتن بنو، علم کے چشمے بنو، اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو، مال کم سے کم جمع کرو، مال کم ہونا کوئی نقصان دہ نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا کہ یزید بن ابی سفیان مختلف النوع کھانے کھاتا ہے، اپنے غلام یرفا کی ذمہ داری لگا دی کہ جب اس کے سامنے کھانا رکھا جائے تو مجھے اطلاع دینا جب کھانا لگ گیا تو یرفا نے اطلاع دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے، سلام کر کے اندر آنے کی اجازت طلب کی، اندر تشریف لائے دیکھا کہ گوشت کا سالن ہے اس کو کھانے کے بعد بھنا ہوا گوشت پیش کیا گیا یزید نے کھانے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ پھر فرمایا: اے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھانے کے اوپر کھانا؟ قسم ہے اس اللہ کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریق کی خلاف ورزی کرو گے، تو ان کی سنت سے ہٹ جاؤ گے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ہلاکت ہے ان حکمرانوں کے لئے جو عدل و انصاف اور حق کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے اور اقرباء پروری کرتے ہیں۔ اور حکمران جو عدل وانصاف کرتے ہیں۔ کسی دباؤ یا لالچ کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کی روشنی میں فیصلے کرتے ہیں وہ اس وعید کے تحت نہیں ہوں گے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: جو شخص نماز میں کوتاہی کرتا ہے، واللہ! وہ دوسرے احکامات میں یقیناً کوتاہی کرے گا۔

ایک مرتبہ احباب سے دریافت کیا، کونسا مسلمان افضل ہے؟ عرض کیا گیا نمازوں کا اہتمام کرنے والا، فرمایا: نماز پڑھنے والوں میں بعض نیک اور بعض فاجر ہوتے ہیں لوگوں نے کہا: روزے دار افضل ہے، فرمایا: روزہ داروں میں بھی نیک و فاجر ہوتے ہیں لوگوں نے کہا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہدین، فرمایا: ان میں بھی بعض صالح اور بعض غیر صالح ہوتے ہیں، پھر خود فرمایا اصل میں بات یہ ہے ورع وتقویٰ کی تکمیل اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات میں اطاعت سے ہوتی ہے۔

کسی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا: یا امیر المومنین! کیا وہ شخص افضل ہے کہ جس

میں معصیت کی خواہش ہی نہیں ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ معصیت کا ارتکاب ہی نہیں کرتا یا وہ افضل ہے جو معصیت کی طرف قلبی میلان وخواہش کے باوجود اس سے اجتناب کرتا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں لکھا وہ لوگ افضل ہیں، جو چاہت کے باوجود ارتکاب معاصی سے خود کو بچاتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ (سورۃ الحجرات:۳)

ترجمہ: ''یہی لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں کو پرہیزگاری کے لئے جانچ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے''

عدی بن سہیل الانصاری کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا: میں تمہیں اس اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اس کے علاوہ سب فنا ہو جائیں گے، اپنی اطاعت کرنے والے اولیاء کو انعامات سے نوازتا ہے اور نافرمانی کرنے والے دشمنوں کو عذاب سے دوچار کرتا ہے۔ جان بوجھ کر گمراہی کو ہدایت سمجھنے والے کے لئے ہلاکت ہے اور اس کا کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور حق کو گمراہی سمجھنے والے کا عذر بھی ناقابل قبول ہے۔ حق ثابت ہو چکا ہے اور حکمرانوں پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنی رعیت کی دینی معاملات میں نگہبانی کریں ہم پر لازم ہے کہ ہم ان چیزوں کو بجا لانے کا حکم دیں جن کو کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور ان تمام چیزوں سے تمہیں منع کریں گے جن کو نہ کرنے کا حکم خداوندی ہے۔ ہم اللہ کا حکم قریب وبعید سب پر نافذ کریں گے، اس سلسلے میں کسی کی رعایت نہیں کریں گے، نہ کسی مخالف کی پرواہ کریں گے، تاکہ جاہل کو بھی معلوم ہو نافرمان بھی سن لے، اور ماننے والے اس کی پیروی کریں مجھے ایسے لوگوں کے متعلق بھی علم ہے جو میری باتوں کے متعلق تاویلات کرتے ہیں اور کچھ صرف دلی تمنا کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نماز پڑھیں گے، مجاہدین کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے دشمن کا قلع قمع کریں گے، جبکہ کرتے نہیں ہیں، ایمان صرف تمنا کا نام نہیں، ایمان حقائق کا نام ہے۔ جو فرائض پر عمل پیرا ہو اور اپنی نیت درست کرے اور اس پر اجر وثواب ملنے کا خیال ہو،

تو یہی ناجی ہے، اور جو جتنی اطاعت کریگا اتنا اجر وثواب پائے گا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو مزید اجر ملے گا اس لئے کہ تمام اعمال میں بلند تر عمل جہاد ہے البتہ یہ ذہن نشین رہنا چاہئے کامل مجاہدین وہ لوگ ہیں جو منہیات الٰہی سے دور رہیں۔ دشمن سے قتال کر کے کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے جہاد کیا جبکہ جہاد فی سبیل اللہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے منہیات سے اجتناب کا نام ہے کچھ لوگ صرف اجر کے لئے اور کچھ لوگ صرف شہرت کی غرض سے قتال کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ تھوڑے عمل پر بھی خوش ہوتا ہے اور تھوڑے عمل پر اجر جزیل عطا فرماتا ہے فرائض پر سختی سے عمل پیرا ہو جاؤ یہی جنت میں لے جانے کا باعث ہے سنت کو لازم پکڑو بدعت سے نجات نصیب ہوگی، فرائض وسنن کی ادائیگی میں کمزوری مت کرو، جان لو! بدعت بدترین فعل ہے، سنت پر میانہ روی سے عمل کرنا کثیر بدعت سے کئی گنا افضل ہے جو نصیحت کی جاتی ہے اس کو خوب سمجھ لو، اصل مفلس اور نادار وہ شخص ہے جس کے اندر دین نہ ہو، نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے، سنتوں اور فرمانبرداری پر سختی سے عمل کرلے اللہ تعالیٰ نے ان دو کاموں کو انجام دینے والوں کے لئے عزت کا فیصلہ فرمایا ہے، معصیت اور فرقہ بندی سے بچتے رہو اللہ نے ان دو کاموں کے ساتھ ذلت کو منسلک کر دیا ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص کو دعا کرتے ہوئے سنا، وہ کہہ رہا تھا میں اپنے نفس اور مال کو آپ کے راستے میں صرف کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں بلکہ اگر مشکلات میں مبتلا ہو تو صبر سے کام لو، اگر عافیت نصیب ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ ایک ارشاد میں فرمایا: دنیا کے پاس نہ جایا کرو کیونکہ رزق کو کم سمجھنے کا باعث ہے۔ فرمایا: دنیا سے بے رغبتی دل اور بدن دونوں کے لئے راحت ہے۔

ارشاد فرمایا: غنیمت باردہ کو لازم پکڑو، یعنی سردی کے روزے اور قیام اللیل پر عمل پیرا نمازوں میں لوگوں کی نگرانی کرو اگر وہ بیماری کی وجہ سے حاضر نہ ہوں تو ان کی عیادت کرو کسی اور وجہ سے حاضر نہ ہوں تو ان پر عتاب کرو۔

ایک اور ارشاد میں فرمایا: حلم اللہ تعالیٰ کو پسند ہے مگر حکمرانوں کا حلم و بردباری اور رعایا

پر ان کی نرمی تو بہت ہی محبوب ہے جہل اللہ کو ناپسند ہے مگر حکمرانوں کا جہل اور ان کی تندخوئی تو بہت ہی ناپسندیدہ ہے۔ جو معاف کرے گا اوپر سے اس کے لئے معافی کا اعلان ہو گا جو اپنے متعلق لوگوں کے ساتھ انصاف کرے گا تو اپنے معاملات میں کامیابی اس کا مقدر بنے گی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے بے وقعت ہونا معصیت کے ساتھ عزت مند ہونے سے کئی گنا بہتر ہے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: لوگو! ہم حکمرانوں کا آپ لوگوں پر ایک حق ہے وہ یہ کہ نیک امور میں ہماری معاونت کرو اور موجودگی و غیر موجودگی میں ہماری خیر خواہی کروا کرو۔ اور آپ کا حق ہمارے ساتھ یہ کہ ہم تم پر نرمی کریں کیوں کہ حاکم کی نرمی و حلم و بردباری اللہ کو بہت محبوب ہے اور اس کی تندخوئی اور بداخلاقی اللہ تعالیٰ کو مبغوض ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں لکھتے ہیں حکمت (دانائی) بڑھاپے کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جسے چاہے عطا فرما دے۔ اور تم گھٹیا کاموں سے خود کو بچاتے رہو۔

آپ بار بار فرمایا کرتے تھے: لالچ اور طمع سے بچتے رہو کیوں کہ طمع و لالچ غربت و محتاجی ہے اور کسی سے امید نہ رکھنا غنا و امیری ہے۔

علم حاصل کرنے کی بڑی ترغیب دیتے۔ ایک مرتبہ حصول علم کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: علم حاصل کرو، علم حاصل کرنے کے لئے حلم و بردباری اور وقار اختیار کرو، جن سے علم حاصل کرو ان کی حد درجہ تعظیم کرو، یہ بار بار فرمایا: جابر علماء میں سے نہ بنو، تمہارے علم کی بنیاد جہالت پر مبنی نہ ہو۔

ایک مقام میں ارشاد فرمایا: اے اہل علم! اے اہل قرآن! تعلیم دیکر اجرت مت حاصل کرو، تم سے کم تر لوگ جنت میں جانے میں تم سے سبقت لے جائیں گے۔

قیس بن ابی حازمؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے ہم سے پوچھا: تمہارے ہاں موذنین کس قسم کے لوگ ہیں؟ ہم نے کہا: ہمارے غلام۔ بڑے تعجب کے ساتھ ہاتھ ہلاتے ہوئے فرمایا۔ غلام و موالی؟ پھر فرمایا: یہ تمہاری بہت بڑی

کی ہے اگر مجھے وقت ملے تو میں اذان دوں۔ ایک دفعہ فرمایا: موسم سرما عبادت گذاروں کے لئے غنیمت ہے حضرت بریدہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیں ننگے پاؤں چلنے کا حکم دیتے چنانچہ عبداللہ بن بریدہ کا بیان ہے۔ میرے والد محترم ایک بستی سے دوسری بستی تک ننگے پیر چلا کرتے۔ کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے توبۂ نصوح کے متعلق پوچھا: تو فرمایا: توبہ نصوح یہ ہے کہ برائی سے توبہ کرنے کے بعد پھر سے دوبارہ اس کو نہ کرے، ایک مرتبہ ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا: استغفر الله و اتوب اليه ۔فرمایا: ارے اس کے ساتھ کی جوڑی ''فاغفرلي و ارحمني '' بھی ملا دو۔

بطور مثال اشعار کا استعمال:

یحییٰ بن سلمؒ حضرت سفیان ثوریؒ سے نقل فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر یہ شعر بطور مثال پڑھا کرتے تھے:

لا يغرنك عشاء ساكن قد يوافي بالمنيات السحر

''پرسکون عشاء تجھے دھوکے میں نہ ڈالے بسا اوقات صبح موت لیکر بھی آتی ہے''

عبداللہ خبیب کہتے ہیں۔ آپؓ یہ شعر بھی اکثر پڑھا کرتے تھے۔

ان شرخ الشباب و الشعر الاسود مالم يعاص كان جنونا

''جوانی کا جوبن اور کالے بال پاگل پن ہے جب تک ذمہ دار نہ ہو''

ایک مرتبہ روئی کے جبے میں ملبوس ہو کر تشریف لائے لوگوں کی نظریں ان کی طرف مرکوز ہوئیں تو فرمایا:

لا شئي فيما يرى تبقى بشاشته الا الالٰه ويودى المال والولد

''کسی چیز کی بشاشت و خوبصورتی باقی نہیں رہی مگر اللہ کی ذات باقی رہتی ہے، مال اولاد سب ہلاک ہو گئے''

پھر فرمایا: اللہ کی قسم! آخرت میں دنیا کی حیثیت خرگوش کے نفحہ کے برابر بھی نہیں ہے۔

ایک مرتبہ حج کو جاتے ہوئے ضجنان پہاڑ کی گھاٹی سے گذرتے ہوئے فرمایا: اس عظیم اللہ کے سوا کوئی کچھ عطاء کرنے والا نہیں ہے جو واحد و یکتا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے

لائق نہیں۔ میں ان پہاڑی گھاٹیوں میں اپنے والد الخطاب کی بکریاں چرایا کرتا تھا اون کی موٹی قمیص ہوا کرتی تھی میرے والد سخت مزاج آدمی تھے، کام کرتے کرتے تھکتا تو سستی کرنے کی صورت میں مار پڑتی اب میری کیفیت یہ ہے کہ میرے اوپر سوائے اللہ کے اور کوئی حکم کرنے والا نہیں پھر یہ اشعار بطور تمثیل کے پڑھنے لگے:

لاشئی فیما یری تبقی بشاشته الا الالٰه و یودی المال و الولد

لم تغن عن هرمز یوما خزائنه والخلد قد حاولت عاد فما خلدوا

ولا سلیمان اذتجری الریاح له والانس و الجن فیما بینهما تردوا

این الملوك التی كانت نوافلها من كل اوب الیها راكب یفید

حوضا هنالك موروڈا بلا كذب لابدمن ورده یوما كما وردوا

ترجمہ: ”ہرمز کے خزانے ایک دن بھی اس کے کام نہ آئے۔ عاد کی قوت بھی ان کو برقرار نہ رکھ سکی اور نہ سلیمان (علیہ السلام) باقی رہے جبکہ ہوائیں، جن و انس آپ کے حکم سے چلتے تھے۔ کہاں گئے وہ بادشاہ جن کی عطائیں آنے والے سواروں کے لئے دریا کی طرح بہتی تھیں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لازمی بات ہے جہاں وہ اتر گئے ہیں وہاں ہر ایک اتر کر رہے گا“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

من یسع كی یدرك افضاله یجتهد الشد بارض فضاء

واللّٰه لایدرك افعاله ذومئزر ضاف ولا ذورداء

ترجمہ: ”انسان وسیع زمین میں محنت و مشقت کرتا ہے تاکہ مال و دولت حاصل کرے اللہ کی قسم! بڑے بڑے صاحب حیثیت لوگ اپنے مقصود کو نہیں پہنچ پاتے“

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ اشعار بھی کبھی کبھار پڑھا کرتے تھے:

لا تاخذوا عقلا من القوم اننی اری الجرح یبقی و المعاقل تذهب

كـأنك لـم تـوثر من الدهر ليلة اذا انـت ادركت الذى كنت تطلب

ترجمہ: ''قوم سے دیت مت لو، کیوں کہ دیت ختم ہو جاتی ہے اور زخم باقی رہتا ہے۔ اگر تم نے اپنا مقصد حاصل کیا تو گویا کبھی تکلیف میں رہے ہی نہیں''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر کسی کام کے کرنے پر بطور تمثیل کے اشعار پڑھا کرتے تھے، حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی شاعر تھے۔

آپؓ کے بعض اقوال وافعال کا تذکرہ:

یحییٰ بن جعدۃ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے، اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد نہ کروں، اور اپنی جبین نیاز کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاک آلود نہ کروں یا صالح لوگوں کی مجالست اختیار نہ کروں تو ایسی زندگی سے موت اچھی ہے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: میں سمجھ نہیں پار ہا کہ میں خلیفۃ الرسول ہوں یا بادشاہ؟ اگر میرا طرز حکمرانی بادشاہت ہے تو یہ میرے لئے بہت خطرناک ہے تو کسی نے کہا: امیر المومنین! بادشاہوں اور خلیفوں کے درمیان واضح فرق ہے، فرمایا: وہ کیا؟ عرض کیا خلیفہ لوگوں سے حق ہی وصول کرتا ہے اور حق ہی پر صرف کرتا ہے۔ الحمد للہ آپ اسی کے مطابق عمل پیرا ہیں۔ جبکہ بادشاہ لوگوں سے ظلماً مال وصول کرتا ہے اور خرچ بھی صحیح مصرف پر نہیں کرتا۔ اس کی بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہو گئے۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم نشین اکثر اہل قرآن ہوتے چھوٹے ہوں یا بڑے۔

محمد بن المنکدرؒ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ سخت شدید گرمی میں گورکنوں کو قبر کھودتے دیکھا ان کے لئے خیمہ کا انتظام کیا آپ بعض دفعہ کسی بچے کا ہاتھ پکڑ کر فرماتے میرے لئے دعا کرو، تم نے ابھی کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا ہے۔ آپ ہر کام میں مشورہ لیتے حتیٰ کہ عورتوں سے بھی مشورہ لیتے، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا بیان ہے وہ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شراب ساز کے گھر کو جلا ڈالا۔ ابو عمران کہتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ ایک راہب کی عبادت گاہ کے پاس سے

گذرتے ہوئے رو پڑے، راہب نے پوچھا: امیرالمومنین! کس چیز نے آپ کو رلایا؟
فرمایا: اللہ کی کتاب کی ایک آیت نے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
''عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً'' (الغاشیۃ:۳۔۴)
''محنت کرنے والے تھکنے والے دہکتی ہوئی آگ میں گریں گے''

حضرت نافعؒ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ صفوں کو برابر کئے بغیر تکبیر نہیں کہا کرتے تھے صفوں کو سیدھا کرنے کے لئے باقاعدہ افراد مقرر کئے ہوئے تھے، جب اقامت ہو جاتی تو لوگوں کی طرف رخ کر کے باقاعدہ نام لے لے کر فرماتے فلاں تم ذرا آگے بڑھو، فلاں تم ذرا پیچھے کو ہو جاؤ۔ جب صف سیدھی ہو جاتی تب قبلہ رو ہو کر تکبیر کہتے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارہ سال میں سورہ بقرہ کی تعلیم حاصل کی تعلیم کی تکمیل پر اونٹ ذبح کیا۔ سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کبھی اندھیرے میں اور کبھی خوب روشن ہونے کے بعد اور کبھی درمیانے وقت میں پڑھایا کرتے، اور فجر کی نماز میں سورۃ ھود، سورۃ یوسف، کبھی قصار مفصل سے پڑھا کرتے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص نے دوسرے کو یازانی کہہ کر آواز دی اس شخص نے اس کی شکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کر دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گالی دینے والے کو مکمل حد قذف لگوائی۔ حضرت معمر کا کہنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اکثر تین حضرات سے تعلیم حاصل کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ۔

یوسف بن یعقوب الماجشون کہتے ہیں: ایک دفعہ حضرت ابن شہابؒ نے مجھ کو، میرے بھائی کو اور میرے چچازاد بھائی کو خطاب کر کے فرمایا: تم بچہ ہونے کی وجہ سے خود کو حقیر اور کم تر مت سمجھنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی مشکل معاملہ درپیش آتا تو بچوں سے بھی مشورہ لیتے کیوں کہ بچوں کی عقول تیز اور جلدی کام کرتی ہیں۔

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں: ایک شخص اکثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی داڑھی سے کوئی چیز اٹھاتے ایک دن اس کو پکڑ کر فرمایا: دکھاؤ کیا ہے؟ دیکھا کچھ بھی نہیں تھا فرمایا: ایسا کرنا بھی

جھوٹ کے زمرے میں آتا ہے۔ جو کسی داڑھی سے کوئی چیز ہٹائے تو اس کو دکھا بھی دے۔

ایک مرتبہ آپ کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا، انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھ کر کہا: جو چیز تجھے بری لگے وہ مصیبت ہے ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے آپ کے پاس کھڑے ہوکر یہ اشعار ہے۔

یا عمر الخیر جزیت الجنة

اکس بناتی و امھٰته

اقسمت باللہ لتفعلنه

ترجمہ: ''اے عمر! اللہ تعالیٰ تجھے جنت کی صورت میں بہترین بدلہ دے، میری بیٹیوں اوران کی ماں کو کپڑا پہنا دیجئے، میں نے اللہ کی قسم کھائی ہے تم یہ کام ضرور کرو گے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر میں نہ کروں تو کیا ہوگا؟ اعرابی نے کہا: اذا ابا الحفص لا مضینه۔ اے ابوالحفص! تب میں لازما چلا جاؤں گا حضرت نے پوچھا: پھر کیا ہوگا؟ اعرابی نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھ ڈالے۔

یکون عن حالی لتسألن یوم تکون الا عطیات منه

فالوا قف المسؤل ینتھنه اما الی نار و اما جنة

ترجمہ: ''کیا ہوگا، یہ ہوگا۔ کہ جزاء ملنے کے دن میری حالت زار کے متعلق تجھ سے پوچھا جائے گا۔ مسئول (تم کو) جہنم میں پہنچا دیا جائے گا یا جنت میں''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اشعار سن کر رو پڑے، حتی کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی اور اپنے غلام کو حکم دیا اس کو میری قمیص دیدو اس دن کے لئے نہ کہ اس کی شعر گوئی کے لئے پھر فرمایا: واللہ اس کے سوا میرے پاس فی الحال کچھ نہیں ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے عرض کیا: امیرالمومنین! آپ کے نزدیک سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ فرمایا: زہیر، اس کے اس شعر کو تو دیکھو۔

اذا ابتدات قیس بن غیلان غایة من المجد من یسبق الیھا یسود

''قیس بن غیلان بلند مقام تک جانے کے لئے کمر باندھتے تو کوئی بھی ان کا مقابل نہیں ہوسکتا''

صبح تک ان سے شعر کے متعلق پوچھتا رہا۔ پھر انہوں نے فرمایا: ارے تم بھی کچھ پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا: کیا سناؤں؟ فرمایا: سورۃ واقعہ سناؤ۔

ایک مرتبہ ایک گھر سے رونے کی آواز سن کر گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے آگے چلتے گئے حتی کہ نوحہ کرنے والی عورت تک پہنچ گئے، اور اس کو مارنے لگے حتی کہ اس کا دوپٹہ بھی گر گیا۔ پھر فرمایا: میں اس کو اس لئے مار رہا ہوں کیوں کہ یہ نوحہ کر رہی ہے، اس کی حرمت ہے، یہ تمہارے غم سے نہیں رو رہی ہے بلکہ یہ تو صبر سے روک رہی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے صبر کا حکم دیا ہے۔ اور یہ بے صبری کی ترغیب دے رہی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے بے صبری سے منع فرمایا ہے۔

آپؓ کے چند مفید ملفوظات:

محمد بن سیرین کے والد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مغرب کی نماز میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی میرے ہاتھ میں سامان کی ایک پوٹلی تھی مجھ سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا، میری پوٹلی ہے اس کو فروخت کر کے اس سے کاروبار کروں گا تو موجود لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اے قریش کی جماعت! یہ لوگ تجارت کے معاملے میں تم سے غالب نہ ہونے پائیں کیونکہ تجارت حکومت کا تیسرا ستون ہے۔

ایک مرتبہ قراء کی جماعت کو خطاب کر کے فرمایا: اے جماعت علماء تمہارے سامنے ہر چیز واضح ہے نیکی میں سبقت لے جانے کی کوشش کرو، مسلمانوں پر بوجھ نہ بنو۔

ایک مرتبہ ایک انتہائی گر کی بات ارشاد فرمائی فرمایا اگر کوئی شخص کسی چیز کی تجارت میں تین بار ناکام ہو جائے تو اس کو چھوڑ کر کوئی دوسرا کام شروع کر دے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اگر میں تجارت کرتا تو عطر کا کاروبار کرتا کیونکہ اگر اس کا منافع فوت ہو جاتا تو خوشبو سے مستفید ضرور ہو جاتا۔

ایک شخص کے بارے میں فرمایا: فلاں شخص اچھا آدمی ہے اگر اس کا کاروبار نہ ہوتا۔

ایک شخص نے سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: وہ کیا کاروبار کیا کرتا تھا؟ کہنے لگے: طعام کا، اس نے پوچھا: کیا گندم کا کاروبار نا جائز ہے؟ بولے: اس کاروبار کے حامل لوگوں میں بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو اس کے گراں ہونے کو پسند نہ کریں۔

آپؓ یہ بھی فرمایا کرتے تھے: کوئی پیشہ سیکھ لو، کسی وقت بھی اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ دوسروں کے دست نگر ہونے سے دنائت والا پیشہ اختیار کرنا بھی اچھا ہے تم میں سے کوئی اونٹ خریدے تو طویل القامت اور مضبوط اونٹ خریدے اگر اس میں اور کوئی بھلائی نہ ہو طاقت سے چلنا تو کہیں نہیں گیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے سرداری اور افسری پر فائز ہونے سے قبل علم حاصل کرو۔

حضرت زید بن وھب کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی تابعداری کرتے دیکھ کر ان پر درہ اٹھایا تو لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین! خدا سے ڈرو، فرمایا: کیا تم لوگ نہیں جانتے ہو کہ عمل متبوع کے لئے باعث فتنہ اور تابع کے لئے باعث ذلت ہے۔

حضرت سالمؒ کے والد کہتے ہیں: جب غیلان بن سلمہ الثقفی مشرف باسلام ہوئے تو ان اس کے نکاح میں دس عورتیں تھیں حضور ﷺ نے اس کو فرمایا: ان میں سے چار کو اپنے نکاح میں رکھ سکتے ہو جب عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے اپنی بیویوں کو طلاق دی اور اپنی میراث کو بیٹوں میں تقسیم کر دیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا: میرا خیال ہے کہ جہاں شیطان لوگوں کے متعلق آسمانی فیصلوں کو چوری چھپے سنتا ہے وہاں تمہاری موت کے متعلق فیصلے کو بھی سنتا ہوگا اور تیرے جی میں ڈال دیا ہو سکتا ہے تم عنقریب مر جاؤ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم بیویوں سے رجوع کرو مال کی تقسیم کو منسوخ کرو ورنہ میں تمہاری بیویوں کو تمہارے مال میں سے حصہ دیدوں گا اور حکم دوں گا کہ تیری قبر پر پتھراؤ کیا جائے جیسا کہ ابو رغال کی قبر کے ساتھ کیا گیا۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایسا وقت بھی آئے گا کہ علاقے کا صالح شخص امر بالمعروف کرے گا نہ نہی عن المنکر، ان کا غصہ کرنا اور خوش ہونا محض اپنی ذات کے لئے

ہوگا، اللہ کے لئے غصہ کریں گے نہ اللہ کے لئے خوش ہوں گے۔

آیت کریمہ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ۔ (سورۃ التکویر:۷)

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: فاجر فاجر کے ساتھ ہوگا اور صالح صالح کے ساتھ۔

ایک مرتبہ ان کے پاس ایک شخص آیا کہنے لگا میں نے اپنی ایک بیٹی کو زندہ درگور کر دیا تھا مگر مرنے سے پہلے اس کو زندہ نکال لیا تھا۔ وہ ہمارے ساتھ اسلام کی دولت سے سرفراز ہوئی پھر اس سے ایک گناہ سرزد ہوگیا۔ جس کی وجہ سے اس نے خودکشی کرنے کی کوشش کی۔ چھری لیکر اپنا گلا کاٹنے لگی تو ہم نے اس کو پکڑ لیا۔ پھر بھی ایک رگ کٹ گئی تھی۔ مگر علاج سے ٹھیک ہوگئی اور اس گناہ سے سچی توبہ کرلی۔ اب چھ لوگ اس کو خطبۂ نکاح دے رہے ہیں۔ آپ ان لوگوں کو اس کے بارے مطلع کر دیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کے عیب اور غلطی کی پردہ پوشی کی اور تم اس کو اچھالتے پھر رہے ہو اگر تم نے آئندہ کسی کے سامنے اس کا تذکرہ کیا تو میں تجھ کو پورے شہر کے لئے نمونۂ عبرت بنا ڈالوں گا، ایک عفیفہ مسلمہ کی طرح اس کا نکاح کراؤ۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: تمہارے بارے میں مجھے معیشت میں بے اعتدالی کا اندیشہ اور ڈر ہے۔ کیونکہ فساد کے ساتھ کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ اصلاح و درستگی کے ساتھ کوئی شے کم نہیں ہوتی۔ ابو العالیہ کہتے ہے: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بچوں کے نیک اعمال پر نیکیاں لکھی جائیں گی اور سیئیات نہیں لکھے جائیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے گھوڑوں کو سدھائے رکھو، مسواک کثرت سے استعمال کرو، نیزہ بازی کیا کرو، دھوپ میں بیٹھا کرو، خنزیر ہرگز تمہارے قریب نہیں آنا چاہیے تمہاری موجودگی میں صلیب نہ اٹھائی جائے ایسے دسترخوان پر مت بیٹھو جس میں جام شراب نوش کیا جا رہا ہو، عجمیوں کے اخلاق اپنانے سے بچتے رہو کسی مومن کے لئے حمام کے اندر بھی ننگا ہونا مناسب نہیں ہے۔ عورت کے لئے علاج کے بغیر اس میں جانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث سنائی ہے فرماتی ہیں۔ میرے خلیل ﷺ نے میرے بستر پر تشریف فرما ہو کہ فرمایا تھا جو عورت اپنے شوہر کے

گھر کے علاوہ کسی گھر میں اپنا دوپٹہ اتارے اس نے اپنے اور رب کے درمیان پردے کو چاک کیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا: روزانہ سرمہ استعمال کرنا چاہئے۔ اور ڈاڑھی کے بالوں کو صاف آراستہ رکھنا چاہئے۔

المسیب بن دارم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک سائل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ سائل کی حاجت براری کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کی ضرورت پوری کردو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک اور جگہ چلے گئے وہاں بھی یہی سائل یہی آواز دیتے سنا گیا تو فرمایا: میں نے تمہیں اس سائل کو کچھ دینے کو نہیں کہا تھا؟ لوگوں نے کہا ہم نے اس کو دیدیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سائل کو بلایا تو اس کے پاس روٹیوں سے بھرا تھیلا تھا فرمایا: تم سائل نہیں ہو، بلکہ تم تاجر ہو اپنے گھر والوں کے لئے مال جمع کرتے ہو۔ پھر تھیلے کو کونے سے پکڑ کر اس کو اونٹ کے سامنے ڈالدیا۔ فرمایا: ان کو شمار کرو۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: تمہیں معلوم ہے؟ مزاح کو مزاح کیوں کہا جاتا ہے لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا: یہ زاح (ہٹنے) سے مشتق ہے۔ مزاح کرنے والا حق سے ہٹنے والا ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: کفر کے بعد دنیا میں بدترین چیز جو انسان کو ملتی ہے زبان دراز بد خلق عورت ہے۔ اور ایمان کے بعد بڑی نعمت جو انسان کو مل جاتی ہے خوش اخلاق پیار و محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی بیوی ہے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: کیا توریہ میں مسلمان کے لئے جھوٹ سے بچنا نہیں ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا: فصیح گفتگو بعض دفعہ شیطان کی طرف سے بھی ہوتی ہے۔ فرمایا: لوگوں کا تذکرہ کثرت سے نہ کرو۔ اس میں بلاء و مصیبت ہے۔ کثرت سے اللہ کو یاد کرو اس میں رحمت ہے فرمایا: احکامات الٰہی پر عمل کرنے والا، صاف لباس اور اچھی خوشبو والا جوان مجھے پسند ہے ایک مرتبہ ایک جوان کو دیکھا جس کے سر کے بال نیچے لٹک رہے تھے، فرمایا: اے فلاں اپنے بال اوپر کرو، خشوع دل میں ہوتا ہے، جو شخص خشوع کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرے گویا وہ نفاق پر نفاق کو ظاہر کر رہا ہے۔

عدی بن ثابت سے روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تمہیں دیکھنے سے قبل تمہارے اچھے نام مجھے پسند ہیں دیکھنے کے بعد تم میں سے اچھے اخلاق والے مجھے پسند ہیں۔ اگر تمہیں آزماؤں تو تم میں سے سچ بولنے والے اور امانتدار سے میری محبت ہوگی۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: انسان کے روزے اور نماز کو نہ دیکھو، بلکہ اس کی بات کی سچائی کی طرف دیکھو جب دنیا اس کے قریب اور اس کی طرف متوجہ ہو جائے تو اس کے ورع و تقویٰ کی طرف نظر کرو اور اس کی امانت کو دیکھو جب اس کے پاس امانت رکھی جائے۔

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم عورت کو قبیح اور بداخلاق مرد کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور نہ کرو کیونکہ عورتیں بھی اپنے لئے وہ پسند کرتی ہیں جو تم اپنے لئے چاہتے ہو۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: جب عورت کا رنگ اور بال مکمل ہوں تو اس کا حسن مکمل ہے۔

عبداللہ بن عدی بن خیار کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا: جب بندہ اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو رفعت اور دانائی کی نعمت سے نوازتا ہے۔ اور اس سے کہا جائے گا، بلند ہو جا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے بلند کیا، وہ اپنی نظروں میں چھوٹا مگر لوگوں کی نظروں میں عظیم ہوگا اور جو بندہ خود کو بڑا سمجھے اور متکبر بن جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے مرتبے کو گراتا ہے اور اس سے کہتا ہے دور ہو جا اللہ تعالیٰ نے تجھے دور کر دیا۔ وہ اپنے جی میں بڑا ہے مگر لوگوں کی نظروں میں حقیر ترین شمار ہوگا۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: تین چیزوں کے لئے علم حاصل نہ کیا جائے (۱) بحث و مباحثے میں لوگوں پر غالب آنے کے لئے۔ (۲) علم پر فخر کرنے کے لئے۔ (۳) دکھلاوے کے لئے علم حاصل نہ کیا جائے۔ اور تین چیزوں کی وجہ سے علم چھوڑا نہ جائے: (۱) شرم کی وجہ سے (۲) بے رغبتی کی وجہ سے (۳) جہالت پر خوش ہوتے ہوئے حصول علم کو ترک نہ کیا جائے۔ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اپنے انساب کو سیکھو تا کہ اس کے ذریعے صلہ رحمی کر سکو اور یہ بھی ارشاد فرمایا: علم نجوم اتنا حاصل کرو کہ اس سے رہنمائی حاصل کرنے کی حد تک ہو۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: مجھے دو آدمیوں سے کوئی

اندیشہ نہیں ہے ایک وہ مومن جس کا ایمان واضح ہو دوسرا وہ کافر جس کا کفر واضح ہو۔ البتہ میں اس منافق سے ڈرتا ہوں جو ایمان کا ٹائٹل لگا کر کام کافروں کا کرتا ہو۔

ایک مرتبہ فرمایا: اسلام کی عمارت تین چیزوں کی وجہ سے منہدم ہوگی۔ (۱) عالم کی لغزش۔ (۲) منافق کا قرآن کے ذریعے بحث ومباحثہ کرنا (۳) گمراہ کرنے والے حکمران۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف تین آدمیوں سے ہے۔ (۱) ایک اس منافق سے جو قرآن اچھی طرح پڑھتا ہے اور قرآن کے معانی میں تاویل کرتا ہے اور لوگوں کو یہ باور کراتا ہے کہ وہ ان میں سب سے بڑا عالم ہے تاکہ ان کو راہ راست سے ہٹا دے (۲) عالم کی بے عملی۔ (۳) گمراہ کن حکمران۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ کے درمیان فرمایا: میں تمہارے متعلق زیادہ ان چیزوں سے ڈرتا ہوں۔ زمانے کے تغیر، علماء کی کجی، منافق کا قرآن کے ذریعے مباحثہ، وہ سربراہ جو لوگوں پر علم کے بغیر حکومت کر کے گمراہ کرتے ہیں۔

حضرت ابو وائلؒ کہتے ہیں: ایک مرتبہ ہم مقام ''خانقین'' میں تھے دن کے وقت عیدالفطر کا چاند دیکھا۔ ہم میں سے بعض نے چاند دیکھ کر روزے افطار کر لیے اور بعض نے افطار نہیں کیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو بذریعہ خط پیغام بھیجا۔ چاند بعض دفعہ بڑا ہوتا ہے اگر دن کے وقت اسے دیکھو تو افطار مت کرو، الا یہ کہ دو عادل گواہ یہ شہادت دیں کہ انہوں نے اس کو گذشتہ دن دیکھا تھا۔ عتبہ بن فرقد کو خط لکھتے ہوئے فرمایا: اگر اول النہار میں چاند دیکھ لیا تو افطار کرلو، کیونکہ گذشتہ رات کا چاند ہوگا۔ اور اگر آخر النہار میں دیکھا تو روزے کو مکمل کرو، آئندہ رات کا چاند ہوگا۔

ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے زوال شمس کے بعد چاند دیکھ افطار کرلیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اطلاع ہونے پر ان کو ملامت کی اور بذریعہ خط بحکم دیا اگر زوال شمس سے پہلے چاند دیکھو تو افطار کرو اگر سورج کے زوال کے بعد دیکھو تو روزے کو مکمل کرو، افطار مت کرو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا۔ فرمایا: زلزلہ

کثرت زنا کی وجہ سے ہوتا ہے اور بندش باران برے قاضیوں اور فاجر حکمرانوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: عورتوں کے باہر نکلنے پر پابندی کپڑوں کی قلت سے کرو کیونکہ اگر ان کے پاس کپڑے زیادہ ہوں گے اور ان کی زیب وزینت خوبصورت ہوگی تو ان کو باہر نکلنا اچھا لگے گا۔ ان کا دل چاہے گا کہ گھر سے باہر نکلیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے الجبت سے مراد جادو اور الطاغوت سے مراد شیطان ہے۔ بہادری اور بزدلی انسان کے اندر ودیعت کردہ دو صفتیں ہیں۔ شجاع و بہادر اس سے بھی مقابلہ کرتا ہے جس کو نہیں جانتا اور بزدل اپنی ماں سے بھی بھاگ جاتا ہے اور انسان کی شرافت اس کی دینداری ہے اس کا حسب اچھا اخلاق ہے اگرچہ عجمی اور قبطی ہی کیوں نہ ہو۔

ایک ارشاد میں فرماتے ہیں: سنن و فرائض کو باقاعدہ سیکھ لو، جیسے تم قرآن سیکھتے ہو۔

ارشاد فرمایا: دین کا فہم حاصل کرنے، اچھی عبادت کرنے اور عربی کے خوب سمجھنے کو ضروری سمجھو اور اس پر سختی سے عمل کرو۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: عربی سیکھو اس سے عقل پختہ ہو جاتی ہے اور انسان کی مروت بڑھ جاتی ہے۔

زید بن عقبہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورتیں تین قسم کی ہوتی ہیں اور مرد بھی تین قسم کے ہیں۔ (۱) نرم مزاج، عفیفہ، محبت کرنے والی اور بچے جننے والی حوادثات زمانہ میں اپنے گھر والوں کا ساتھ دیتی ہے زمانے کا ساتھ نہیں دیتی مگر ایسی عورتیں کم ہوتی ہیں۔ (۲) صرف بچہ جننے کے لئے ہے۔ صرف بچہ جننے کے اور کوئی صفت اس کے اندر نہیں ہوتی۔ (۳) بونی عورت سیراب نہ ہونے والی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کو کسی کے گلے میں ڈال دیتا ہے۔ اس طرح مرد بھی ہوتے ہیں۔ (۱) مرد عقل مند ہوتا ہے تمام امور میں مشورے سے کام لیتا ہے اور اپنی رائے سے بھی کام لیتا ہے۔ (۲) مرد حیران و سرگرداں ہوتا ہے۔ (۳) نہ کسی سے مشورہ کرتا ہے نہ کسی رہنما کی رہنمائی پر عمل کرتا ہے۔

ایک شخص کے متعلق معلوم ہوا کہ ہمیشہ روزے رکھتا ہے جا کر اس کو مارنے لگے، اور فرمایا: کُلِ یادہ، کل یادہ۔ ''اے ہمیشہ روزہ رکھنے والے، کھاء''

ابو وائل کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی بے وقوف کو لوگوں کی عزتوں کو

چاک کرتے دیکھ کر اس کی تقبیح کرنے سے مت کتراؤ لوگوں نے کہا: ہم اس کی زبان درازی سے خوف کریں گے۔ فرمایا: یہ کم تر ہے کہ تم اس پر گواہ بن جاؤ۔ ایک مرتبہ فرمایا جب تک حکمران صحیح اور درست رہیں گے تو لوگ بھی سیدھے رہیں گے۔ فرمایا: افطار کرنے میں جلدی کرو اہل عراق کی طرح تاخیر مت کرو۔ ایک مرتبہ ان کے پاس شام سے ایک شخص آیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے شام کے لوگوں کے حال احوال پوچھنے لگے پوچھا: کہ کیا افطار میں تعجیل کرتے ہیں؟ اس نے کہا: ہاں کرتے ہیں، فرمایا جب تک اس پر عمل پیرا ہوں گے اور ستاروں کے طلوع ہونے کا انتظار نہ کریں گے تو خیر و بھلائی کے ساتھ ہوں گے۔

سعید ابن مسیبؒ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لینے سے منع فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے تم رسول اللہ ﷺ کی طرح عفیف اور اپنے نفس پر قابو پانے والے نہیں ہو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام عرض کیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام کا جواب دیکر پوچھا: تم کیسے ہو؟ اس نے کہا: **احمد الله اليك**، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں تجھ سے یہی چاہ رہا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک گھر کے اندر سے کچھ شور شرابا سن کر پوچھا: یہ کیا شور ہے؟ لوگوں نے کہا: اس میں شادی ہے، فرمایا: دف بجا کر اعلان کیوں نہیں کیا جاتا۔ ایک مرتبہ فرمایا: حتی الامکان جھگڑے کو عدالت میں مت لے جاؤ، کیوں کہ فیصلہ کے بعد دلوں میں بغض پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کسی مسلمان کے ساتھ محبت کی دولت سے نواز دے تو حتی المقدور اس کو ہاتھ سے جانے نہ دینا، ایک دفعہ فرمایا: اولاد اکثر ماں کے مشابہ ہوتی ہیں۔ ایک مرتبہ فرمایا: کسی انسان کو نعمت ملتی ہے تو اس کے حاسد بھی ہوتے ہیں۔ اگر کوئی کام درست ہو جائے تو اس پر عیب جو بھی ہوں گے۔ ایک مرتبہ بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد وضو سے پہلے قرآن کریم کی آیات پڑھنے لگے تو ابو مریم نے کہا: اے امیر المومنین! بغیر وضو کے قرآن پڑھ رہے ہو؟ فرمایا: کیا یہ مسئلہ

[1] یعنی حضورؐ نے تو نہیں بتایا ہے کیا مسیلمہ کذاب نے تجھے حکم دیا ہے؟

''مسیلمہ''[1] نے تجھے بتایا ہے؟

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: جو مومن ہونے کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے، جو کہے میں عالم ہوں وہ جاہل ہے جو کہے میں جنتی ہوں وہ جہنمی ہے۔

ایک دفعہ فرمایا: اپنا نسب نامہ یاد کرو تا کہ آپس میں صلہ رحمی کرو۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک شخص نے ایک شخص کے منہ پر اس کی تعریف کی تو فرمایا: تم نے تو اس کو ذبح کر دیا۔ بسا اوقات فرمایا کرتے سامنے تعریف کرنا ذبح کرنا ہے۔ فرمایا: جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا، جو دوسروں کو معاف نہیں کرتا اس کو معاف نہیں کیا جاتا جو توبہ نہیں کرتا اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی جو خود کو نہیں بچاتا اس کو نہیں بچایا جائے گا۔ فرمایا: کوئی شخص کسی گھر کے دروازے پر جا کر اجازت ملنے سے قبل اندر مکمل دیکھ لیا تو وہ گناہ کا مرتکب ہوگیا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے گھر تشریف لائے، میرا سر میری باندی کی گود میں تھا وہ میرے سر پر کنگھی کر رہی تھی، میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر سر اٹھانے لگا تو فرمایا، چھوڑو کنگھی کرنے دو پھر میں نے عرض کیا، امیر المومنین! آپ کیوں تشریف لائے مجھے حکم دیتے میں حاضر ہو جاتا۔ فرمایا نہیں ضرورت میری تھی اس لئے مجھے حاضر ہونا چاہیے تھا۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: سردار بننے سے پہلے تفقہ حاصل کرو کیوں کہ دینی سمجھ آنے کے بعد سرداری وحکمرانی طلب نہیں کرو گے۔ قبیصہ بن جابر کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا: تم نوعمر ہو فصیح اللسان اور کشادہ سینہ والے ہو، انسان کے اندر دس اخلاق ہوتے ہیں نو اخلاق اچھے اور ایک برا ہو تو یہ برا اخلاق تمام نو اچھے اخلاق پر غالب آ جائے گا جوانی کی لغزشات سے بچتے رہو۔ فرمایا کرتے: لوگوں کے متعلق بدگمانی کرنے سے بچو۔

براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ ایک لڑائی کے موقع پر میں سلمان بن ربیعہ کے ساتھ تھا ایک مرتبہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اشہر حرم میں کسی کام کے لئے بھیجا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: کیا سلمان روزہ رکھتا ہے؟ فرمایا: ہاں تو فرمایا: روزہ نہ

رکھو جہاد کے لئے قوت حاصل کرنا روزہ رکھنے سے افضل ہے۔

یونس بن عبید نے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے انسان کے گھٹیا حسب والا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ اپنے ہم نشین کو بلاوجہ ایذاء پہنچائے جو کام وہ کرتا ہے دوسرے کریں تو ان پر غصہ کرے، لوگوں کی ایسی باتوں پر مطلع ہونے کی کوشش کرے جو خود اپنی اس قسم کی باتوں کو چھپاتا ہے۔ اور یہ فرمایا: لوگوں پر بدگمانی کرنے سے ازحد بچنے کی کوشش کرو۔ عبید بن ام کلاب کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: تم کسی شخص کی نماز وغیرہ سے متاثر نہ ہو کامل مومن وہ ہوتا ہے جو امانت کی ادائیگی کا بھرپور خیال رکھنے والا ہو اور لوگوں کی عزت شکنی سے بچتا ہو۔

ایک دفعہ ارشاد فرمایا: تم کسی شخص کے تہجد پڑھنے سے دھوکے میں مت آؤ مرد مومن وہ ہے جو امانتدار ہو اور اس کی زبان اور ہاتھ کی تکلیفوں سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے تم کسی کے روزوں اور نمازوں کو مت دیکھو بلکہ اس کے قول کی سچائی اس کی امانتداری اور معاملات کی درستگی کی طرف نظر کرو۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے برے ہم نشینوں کو چھوڑنے میں راحت ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے برے ہم نشینوں سے عزلت نشینی بہتر ہے۔ مسروق کہتے ہیں: ایک دفعہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے حسب نسب کے متعلق گفتگو کر رہے تھے تو فرمایا: انسان کا حسب اس کا دین ہے اس کی اصل عقل اس کی مروت اور اس کا اخلاق ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کوئی نوجوان آپ سے ملاقات کرتا اور اس کا حال آپ کو پسند آتا تو اس سے دریافت کرتے کیا پیشہ اختیار کیا ہے۔ اگر کہتا ہے کوئی پیشہ نہیں ہے۔ تو فرماتے تب تم میری نظروں سے گر گئے۔ فرمایا کرتے ساتھیوں سے قبل دستر خوان سے ہاتھ اٹھانا بھی قابل ملامت ہے۔ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک شخص کی تعریف کرنے لگے: تو اس سے پوچھا: کیا تم نے اس کے ساتھ سفر کیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ پھر فرمایا: اس کے ساتھ معاملہ کیا ہے؟ کہنے لگا نہیں: فرمایا: تب اس کے بارے میں تمہاری معلومات ناقص ہیں۔ (تو اس کی اچھائی کیسے بیان کر رہے ہو)

حضرت حسنؒ سے روایت ہے: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرماتھے، درہ آپ کے ہاتھ میں تھا، احباب آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں الجارود نامی شخص آیا، مجلس میں ایک شخص نے کہا: یہ قبیلہ ربیعہ کا سردار ہے یہ بات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی سن لی اور

مجلس میں بیٹھے ہوئے دوسرے حضرات اورالجارود نے بھی سن لی۔ جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قریب آ گئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے درے کو حرکت میں لائے، الجارود نے کہا: یہ کیوں؟ فرمایا: تم نے سنا نہیں اس نے تیرے بارے میں کیا کہا: بولا کیوں نہیں سن لیا اس کے منہ سے ہی سن لیا، فرمایا: مجھے اندیشہ ہوا کہ اس بات سے تیرے دل میں بڑائی پیدا ہوگی جس کو میں نے بروقت مٹانا چاہا۔

یہ بھی فرمایا کرتے تھے، جو شخص اپنے والد کی مرنے کے بعد بھی خدمت کرنا چاہے۔ تو اس کو چاہئے کہ اس کے بھائیوں کی خدمت کرے۔ ایک ارشاد میں فرمایا: میں تمہاری خود پسندی اور اپنی رائے کو درست قرار دینے اور اسی کو اٹل سمجھنے کا اندیشہ کرتا ہوں۔ سن لو! جو کہے میں عالم ہوں وہ جاہل ہے، جو کہے میں جنتی ہوں وہ جہنمی ہے۔

کعب بن علقمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا نہیں ہوسکتا کہ کسی انسان کو اللہ تعالیٰ اپنی کسی نعمت سے نواز دے اور اس کے حاسد نہ ہوں اگر کوئی کام نیزے سے بھی زیادہ سیدھا ہو۔ اس میں بھی عیب نکالنے والے پائے جائیں گے جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: حضور ﷺ پر درود کے بغیر دعا آسمان کی طرف نہیں چڑھتی جب درود پڑھا جائے گا تو دعا اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچ جائے گی۔

اکثر فرمایا کرتے: تنعم کی زندگی گذارنے سے بچتے رہو۔ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے عیش پسند نہیں ہوتے۔ عکرمہ نے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے ”جس شخص نے اپنے راز کو مخفی رکھا اس نے بھلائی کو اپنے قبضہ میں رکھا، جس شخص نے خود کو تہمت کے مقام سے نہیں بچایا تو وہ ان لوگوں کو ملامت ہرگز نہ کرے جو اس کے بارے بدگمان ہوں۔ ایک مرتبہ عراق سے خراج کی مد میں بہت سا مال آ گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کا ایک غلام اونٹوں کو گننے لگے تو دیکھا کافی زیادہ تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے الحمدللہ کہا، غلام نے کہا: یا امیرالمومنین! واللہ یہ اللہ کا فضل اور رحمت میں سے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، ایسا نہیں ہے۔ وہ جو قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:

”قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا“ (یونس ۵۸)

(ترجمہ) ”کہہ دو (قرآن) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے
سو اسی پر انہیں خوش ہونا چاہیے“

وہ فضل ہدایت، سنت رسول، اور قرآن ہے جس کے بارے فرماتے ہیں: (**فبذلك فليفرحوا هو خير مما يجمعون**) وہ **مما يجمعون** یہی تو ہے۔

ایک مرتبہ ایک گھر سے دف کی آواز سن کر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا: تو لوگوں نے کہا اس میں شادی کی تقریب ہے، خاموش ہو گئے۔ ایک شخص ایک سفر میں گاتا ہوا جا رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتا دیا گیا فلاں شخص گا رہا ہے۔ فرمایا: چھوڑ یئے اس کو، ترنم سے شعر پڑھنا مسافر کی خوراک ہے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے۔ بچے جب بالغ ہوں تو ان کا نکاح کیا کرو، ان کے گناہوں کا بوجھ مت اٹھاؤ۔

فرمایا: بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کے دانت گریں گے چودہ سال میں جا کر بالغ ہو جائے گا اور پچیس سال تک بدن بڑھتا رہے گا پچیس سال کے بعد بڑھنا بند ہو جائے گا۔ اٹھائیس سال میں جا کر عقل پوری ہو گی اور چالیس سال میں پختہ اور مکمل ہو گی۔

آپؓ کے صدقات اور غلام آزاد کرنے کا ذکر:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیبر میں زمین ملی۔ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر مشورہ طلب کیا۔ عرض کیا: یا رسول اللہ مجھے خیبر میں زمین ملی ہے آج تک جتنا مال میں نے حاصل کیا ہے ان میں سب سے زیادہ نفیس اور قیمتی ہے آپ فرما دیجئے میں اس کے ساتھ کیا معاملہ کروں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **ان شئت تصدقت بها و حبست اصلها**“ چاہو تو اصل کو محفوظ رکھو اور اس کو صدقہ کرو چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اس طرح صدقہ کیا کہ اس کو فروخت کیا جائے گا نہ ھبہ اور نہ ہی اس میں وراثت جاری ہو گی اس کی پیداوار فقراء مساکین، اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے غازیوں، غلاموں کی گردن آزاد کرانے، مسافروں اور مہمانوں پر خرچ کی جائے گی۔ ہاں البتہ جو اس کا متولی ہو گا وہ معروف طریقے کے مطابق اس سے کھا سکتا ہے اور اپنے کسی نادار دوست کو کھلا سکتا ہے اور اس میں سے کچھ حصے کی حضرت ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے بھی وصیت کی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار کی وصیت کی مجھے کسی نے بتایا یہ مقدار ان کے پاس موجود مال کا ایک چوتھائی تھا۔

وسق الرومی کا بیان ہے میں عمر رضی اللہ عنہ کا غلام تھا مجھ سے فرمایا: مسلمان ہو جاؤ تا کہ مسلمانوں کے معاملات میں تجھ سے مدد لوں مسلمان ہوئے بغیر تجھ سے مسلمانوں کے کاموں کے متعلق کام نہیں لے سکتا، کیوں کہ مناسب نہیں ہے کہ غیر مسلم سے مسلمانوں کی امانتوں کے معاملے میں کام لیا جائے میں نے مسلمان ہونے سے انکار کیا فرمایا: ''لا اکراہ فی الدین'' دین میں زبردستی نہیں ہے۔ جب ان کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو مجھے آزاد کر کے فرمایا: جاؤ جہاں جانا چاہتے ہو، میں نے تجھے آزاد کر دیا۔

القاسمؒ کا کہنا ہے: غزوہ بدر میں سب سے پہلے شہید ہونے کا اعزاز بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک غلام مسمی مہجع کو حاصل ہوا۔ (الاصابۃ: ۴۴۶/۳)

رعایا کے حقوق کی ادائیگی کے خوف سے موت کی طلب کرنا:

حضرت سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منیٰ سے مکہ کی طرف روانہ ہو کر مقام البطح پر پڑاؤ ڈالا پھر وہاں سے بطحاء کے قریب جا کر چادر اپنے اوپر ڈال کر چت لیٹ کر ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کی، اے اللہ! میں سن رسیدہ ہو چکا ہوں، میری قوت جواب دے چکی ہے، رعایا پھیل چکی ہے، مجھے اپنی طرف بلا لیجئے لوگوں کے حقوق ضائع ہونے سے اور کسی کے حقوق میں کوتاہی کرنے سے قبل اپنی طرف بلا لیجئے۔ پھر مدینہ تشریف لائے خطبہ دیا فرمایا: لوگو! فرائض و سنن کو تمہارے سامنے واضح کر دیا تمہیں ایک واضح راہ پر چلا دیا ہے جب تک کہ تم خود گمراہ نہ ہو۔ پھر فرمایا: خبردار کہیں آیت رجم کا انکار کر کے ہلاک نہ ہو جانا، اور تم میں سے کوئی شخص یہ کہہ نہ دے کہ ہم زناء کے متعلق قرآن میں حدود نہیں پاتے۔ تم دیکھ چکے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے رجم (سنگسار) کیا ہے اور آپ کے بعد ہم نے بھی اس پر عمل کیا ہے۔ اللہ کی قسم! لوگوں کے یہ کہنے کا ڈر نہ ہوتا کہ عمر نے کتاب اللہ میں اضافہ کیا ہے تو میں اس کو مصحف میں لکھوا دیتا ہم نے آپ ﷺ سے پڑھا ہے:

و الشیخ و الشیخوخة اذا زنیا فارجموهما۔

''بوڑھا اور بوڑھی زنا کے مرتکب ہو جائیں تو ان کو سنگسار کرو''

سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں: آپؓ اسی مہینے ذوالحجہ ختم ہونے سے قبل ہی شہید کر دیئے گئے۔

حضرت کعبؒ فرماتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ تھا (جب ہم اس کا تذکرہ کرتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ضرور آ جاتا اور اگر ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق گفتگو کرتے تو اس کا بھی ذکر خیر آ جاتا) ان کے ہاں ایک نبی بھی موجود تھے ان کے ایک جانب بیٹھے ہوتے جن پر وحی نازل ہوتی۔ اس کی روشنی میں وہ حکومت چلاتے، ایک مرتبہ نبی پر وحی نازل ہوئی کہ بادشاہ سے کہہ دیں کہ وہ تین دن کے بعد مرنے والا ہے۔ اپنے امور نمٹا دے اور وصیت نامہ لکھ دے نبی نے وحی سے اس کو مطلع کر دیا تیسرے دن اپنے تخت اور دیوار پہ کھڑے ہو کر دعا کی کہنے لگے: یا اللہ! آپ جانتے ہیں میں نے اگر عدل و انصاف اور آپ کی مرضی و خوشی کے مطابق حکومت چلائی ہے تو میری عمر میں اضافہ فرما، تاکہ میرے بچے بڑے ہو جائیں اور میرے رعایا میں اضافہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے وقت کے نبی کو بذریعہ وحی بتا دیا کہ بادشاہ نے یہ یہ دعا کی ہے میں نے اس کی دعا قبول کر لی ہے کیوں کہ اس نے سچ کہا ہے میں نے اس کی عمر میں پندرہ سال کا اضافہ کیا ہے۔ اس مدت میں اس کے بچے بھی بڑے ہوں گے اور رعایا میں بھی اضافہ ہوگا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا، تو کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر اللہ تعالیٰ سے درازی عمر کے لئے دعا کرینگے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائے گا۔ کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جا کر کعب کا یہ جملہ سنا دیا، تو فرمایا: اے اللہ! عاجز اور قابل ملامت ہونے سے قبل میری جان قبض کیجئے۔

ابوملیکہ نے کہا ہے: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا گیا۔ تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ ان کے دروازے کے باہر روتے ہوئے کہنے لگے: اللہ کی قسم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر اللہ تعالیٰ سے درازیٔ عمر کی دعا کرینگے تو اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اندر جا کر عرض کی امیر المومنین! کعب یہ یہ کہہ رہا ہے۔ فرمایا: تو اللہ کی قسم! اس کی دعا نہیں کروں گا۔

طلب شہادت اور محبتِ شہادت:

حضرت زید بن اسلم اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں ان کی ماں حضرت حفصہ کہتی

ہیں۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا ''اے اللہ تیری راہ میں شہادت اور تیرے نبی کے شہر میں موت کا طلبگار ہوں'' میں نے عرض کیا: یہ کس طرح ہوسکتا ہے: فرمایا: اللہ تعالیٰ چاہے تو ہوسکتا ہے۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: میں توراۃ میں آپ کی یہ صفات پاتا ہوں۔ اس میں یہ ملتا ہے کہ آپ شہید ہو جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا شہادت کس طرح ہوسکتی ہے۔ جبکہ میں جزیرۃ العرب میں ہوں۔ ایک مرتبہ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا: ہم تورات میں آپ کی صفات یوں پاتے ہیں آپ شہادت کی موت مریں گے امام عادل ہوں گے دین کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کو خاطر میں نہیں لائیں گے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جہاں تک آخری بات کا تعلق ہے وہ درست بھی ہوسکتی ہے مگر میری شہادت کی کیا صورت ہوگی؟

حضرت عمرؓ کی وفات کی خبر جنات کی زبانی:

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخری حج حضرات امہات المومنین کے ہمراہ کیا۔ عرفہ سے واپسی میں جب وادی محصر کے پاس سے گذر رہے تھے تو میں نے ایک شخص کو اونٹ پر سوار ہو کر یہ کہتے ہوئے سنا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں تھے؟ دوسرے نے جواب دیا۔ امیر المومنین یہاں تھے چنانچہ اونٹ سوار اسی مقام پر اپنے اونٹ کو بٹھا کر با آواز بلند یہ اشعار پڑھنے لگا:

عليك سلام من امام و باركت يد الله فى ذاك الاديم الممزق

فمن ليسع اوير كب جناحى نعامة ليدرك ما قد مت بالامس يسبق

قضيت امورا ثم غادرت بعدها بوائق فى اكما مها لم تفتق

ترجمہ: ''اے امام وقت: تجھ پر سلام ہو، اس بکھرے ہوئے آسمان میں اللہ تعالیٰ کی مدد تیرے ساتھ شامل حال ہو اور باعث برکت ہے جو شخص تیرے مقام کو پہنچنے کی کوشش کرے گا ہرگز اس کو نہیں پہنچ پائے گا آپ نے تمام معاملات کو نمٹا دیا اس کے بعد آپ ایسی مثال چھوڑ گئے جیسا کہ شگوفوں میں بند خوشبو''

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ہم نہیں جانتے تھے یہ سوار کون تھا ہمارے خیال

میں وہ جن تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی حج سے واپس مدینہ پہنچ کر شہید ہوئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک اور روایت میں فرماتی ہیں: کہ میں مکہ سے مدینہ آ رہی تھی۔ راستے میں ہم چل رہے تھے رات کا آخری پہر تھا چاندنی رات تھی اچانک ایک غیبی آواز ہم نے سنی جس کے یہ الفاظ تھے:

لیبکعلی الاسلام من کان باکیا قد احد ثوا ھلکا و ما قام العھد

وقد و لت الدنیا و ادبر خیر ھا وقد ملھا من کان یو من بالعھد

میں نے کہا: دیکھو یہ آواز دینے والا کون ہے؟ لوگوں نے دیکھا۔ لیکن کہیں بھی نظر نہیں آیا۔ اس کے تھوڑے دنوں بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

آپ کے قتل کا واقعہ:

معدان بن ابی طلحہ الیعمر ی کہتے ہیں: جمعہ کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے خطبے کے لئے کھڑے ہو گئے اللہ تعالیٰ کی تحمید و توصیف کے بعد حضور ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا: میں نے ایک خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ میرا وقت مقرر قریب ہے۔ میں نے دیکھا: کہ ایک مرغا ہے جس نے دو مرتبہ چونچ ماری اس کی تعبیر میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے پوچھی۔ انہوں نے تعبیر دیتے ہوئے فرمایا: کوئی عجمی شخص تجھے قتل کرے گا۔ لوگوں کی رائے ہے کہ میں خلیفہ مقرر کرلوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ضائع نہیں ہونے دے گا۔ اگر خلیفہ مقرر کرنے سے قبل میری موت آ جائے تو سن لو، ان چھ آدمیوں میں سے ایک کو منتخب کر لینا جن سے حضور ﷺ وفات کے وقت خوش تھے، بہر حال جس کی بھی بیعت کرلو اس کا حکم مانو اور اس پر عمل کرو، مجھے یقین ہے جو خلافت کے معاملے میں طعن و تشنیع سے کام لیں گے وہ لوگ اعداء اسلام ہوں گے میں تمام شہروں کے امراء کے متعلق اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو ان شہروں کی طرف امیر بنا کر اس لئے مبعوث کیا ہے کہ وہ لوگوں کو دین سکھائیں گے ان کے نبی کی سنت سے انہیں آگاہ کریں گے اور جو معاملہ ان پر پیچیدہ ہو جائے اس کو مجھ تک پہنچائیں گے۔ یہ خطبہ جمعہ کے دن دیا۔

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی

کیا گیا۔اس وقت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا میرے اور ان کے درمیان صرف عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ صفوں کے پاس سے گذرتے وقت فرماتے صفیں درست کرو اور صفوں کو سیدھا کرنے اور بیچ میں خلا نہ چھوڑنے کا حکم فرماتے جب صفیں سیدھی ہو جاتیں اور درمیان میں کوئی خلا نہ رہتا تو آگے ہو کر نماز پڑھاتے فجر کی نماز میں کبھی سورۃ یوسف کبھی سورۃ نحل وغیرہ پہلی رکعت میں پڑھتے۔اس دن نماز کے لئے تیار ہوتے ہی اللہ اکبر کہہ دیا تھا کہ آواز آئی مجھے کتے نے کاٹا اس وقت علج نامی غلام نے ان کو دو دھاری چھری سے مارا تھا ان کو مار کر بھاگ رہا تھا۔جو بھی اس کے سامنے آتا گیا اسے مارتا گیا حتیٰ کہ تیرہ افراد پر خنجر چلایا جن میں نے سات افراد شہید ہوئے ایک شخص نے اسے پکڑنے کے لئے اس پر ایک بڑا کپڑا ڈال دیا۔جس سے اس نے پکڑے جانے کے خوف سے اپنے گلے پر چھری چلا کر خودکشی کر لی،ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر نماز پڑھانے کے لئے آگے کر دیا۔جو لوگ قریب تھے ان کو صورت حال کا علم ہو گیا جو دور تھے انہیں کچھ پتہ نہیں چلا سوائے اس کے کہ نماز میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز نہیں تھی۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہلکی نماز پڑھائی۔ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر گھر لے جایا گیا۔ان پر غشی طاری تھی جب روشنی پھیل گئی تو ہوش میں آتے ہی پوچھا کہ کس نے یہ حملہ کیا تھا۔اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرمایا: اے ابن عباس! جا کر معلوم کرو کس نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا؟ اور یہ بھی پوچھا کہ کیا نماز پڑھائی گئی؟۔لوگوں نے کہا: ہاں پڑھائی گئی فرمایا: جس نے نماز ترک کر دی اس کا اسلام مکمل نہیں ہے۔پھر پانی منگا کر وضو کر کے بمشکل نماز ادا کی ادھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آ کر خبر دی کہ مغیرۃ بن شعبہ کے غلام ابولولوٴ نے قاتلانہ حملہ کیا ہے۔فرمایا: وہ جو کاریگر ہے؟ عرض کیا: ہاں اسی نے حملہ کیا فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دے۔میں نے تو اس کو صحیح بات کہہ دی تھی۔پھر فرمایا: الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے کسی کلمہ گو مسلمان کے ہاتھوں مجھے قتل نہیں کرایا۔لوگ اس وقت سخت غمگین تھے۔اور پریشان تھے کچھ تو کہہ رہے تھے کوئی ایسی بات نہیں ہے۔جانبر ہو جائیں گے اور کچھ لوگ کہہ رہے تھے بچنے کی امید نہیں ہے۔نبیذ تمر ان کو پیش کیا گیا۔اسے پی لیا۔وہ زخم کی جگہ سے باہر آیا۔پتہ نہیں

چلا کہ یہ خون ہے یا نبیذ۔ پھر دودھ پلایا۔تو وہ بھی زخم کے مقام سے خارج ہوا تو طبیب نے عرض کیا امیر المومنین! وصیت کیجئے۔فرمایا: تم نے سچ کہا۔لوگوں نے جو یہ سنا تو رونے لگے فرمایا: مت رو، رونے والے باہر نکل جائیں کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نہیں سنا ہے''**یعذب المیت ببکاء اھلہ علیہ**''مردے کے اہل وعیال کے اس پر رونے کی وجہ سے اس کو عذاب دیا جاتا ہے''لوگ آپ کی تعریف کرنے لگے اتنے میں ایک انصاری نوجوان نے عرض کیا: امیر المومنین آپ کو بشارت ہو کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہونے کا شرف عظیم نہ صرف حاصل ہے بلکہ آپ کو اولیت حاصل ہے آپ ابتدائی ایمان لانے والوں میں سے ہیں پھر آپ کو آپ ﷺ کی خلافت سونپی گئی اس کو آپ نے عدل و انصاف کے ساتھ نبھایا پھر شہادت نصیب ہو رہی ہے فرمایا: میرے ساتھ برابری کا معاملہ ہو نہ مجھے عذاب دیا جائے نہ زیادہ اجر وثواب بس میں یہ چاہتا ہوں۔ وہ نوجوان جب جانے لگا تو اس کی چادر ٹخنوں سے نیچے لٹک رہی تھی،فرمایا: اس لڑکے کو بلاؤ جب وہ قریب آیا تو فرمایا: اے میرے بھتیجے! اپنا کپڑا اوپر کو اٹھاؤ کیونکہ یہ اللہ کی رضامندی اور کپڑوں کی صفائی کا باعث ہے۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا عبداللہ! ذرا دیکھ لو، میرے اوپر کتنا قرض ہے؟ حساب لگا کر دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ چھیاسی ہزار قرض ہے فرمایا: اگر میرے خاندان میں مال پورا ہو جائے تو اسی مال سے دیدو اگر وہ ناکافی ہو تو بنی عدی سے درخواست کرو اگر اس سے بھی پورا نہ ہو تو قریش سے درخواست کرو قریش کے علاوہ کسی اور کو نہ کہو۔ پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں میرا سلام عرض کرو، وہاں ان سے کہو عمر سلام عرض کر رہا ہے یہ نہ کہو امیر المومنین سلام عرض کر رہا ہے کیونکہ اب میں امیر المومنین نہیں رہا اور عرض کرو عمر آپ سے اجازت چاہتا ہے کہ ان کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ دفن کیا جائے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں جا کر یہ ساری باتیں عرض کیں۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: یہ جگہ تو میں نے اپنے لئے رکھی تھی مگر میں آج عمر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دوں گی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ واپس آئے تو لوگوں نے کہا: عبداللہ آچکے ہیں فرمایا: مجھے اٹھا کر بٹھا دو، اٹھا کر بٹھا دیے گئے۔ تو پوچھا: عبداللہ! کیا خبر لائے ہو، عرض کیا: وہی جو آپ چاہتے ہیں۔

حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اجازت دی ہے فرمایا: الحمدللہ۔ یہی میری دلی تمنا تھی۔ پھر فرمایا: مرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر اجازت طلب کرو۔ کیونکہ ہوسکتا ہے میری زندگی میں ایسا کہہ دیا۔ لہٰذا اگر وہاں دفن کرنے کی اجازت نہ ہو تو عام مسلمانوں کے ساتھ دفن کرو۔ اس کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں ان کے ساتھ کچھ اور عورتیں بھی تھیں۔ انہیں دیکھ کر ہم لوگ وہاں سے اٹھے وہ اندر داخل ہوگئیں آپ کے پاس تھوڑی دیر بیٹھی رہیں اور روتی رہیں۔ پھر وہ چلی گئیں۔ تو مرد حضرات دوبارہ اندر گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ اندر گیا۔ لوگوں نے کچھ نصیحت کی درخواست کی اور خلیفہ مقرر کرنے کی استدعا کی۔ فرمایا: سب سے زیادہ حقدار خلافت کے وہ لوگ ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے وقت خوش تھے۔ ان میں حضرت علی، حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر، حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا نام لیا۔ پھر فرمایا: عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا خلافت کے معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہوگا چنانچہ خلافت اگر سعد کو مل گئی تو وہ اس کا اہل ہے اگر اس کو نہ ملی تو جس کو بھی خلافت کی ذمہ داری سونپی جائے وہ ان سے مدد لے سکتا ہے میں نے ان کو کسی کمزوری یا بددیانتی وخیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا پھر فرمایا: میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کا بطور خاص خیال رکھے ان کے حقوق کو پہچانے ان کی عزت واحترام پر آنچ نہ آنے دے اور انصار کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کی وصیت کرتا ہوں جنہوں نے اسلام اور ایمان کو جگہ مہیا کی۔ ان کی بھلائیوں کو قبول اور برائیوں سے درگذر کرے، باقی تمام شہریوں کے ساتھ خیر و بھلائی کرنے کی بھی وصیت کرتا ہوں کہ وہ اسلام کے مددگار ومعاون، مالی سہولیات فراہم کرنے والے اور دشمن کو مغلوب کرنے والے ہیں۔ ان پر بے جا مالی بوجھ نہ ڈالا جائے۔ ان کی خوشی کے بغیر ان سے کچھ وصول نہ کیا جائے اور اہل دیہات سے بھی حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ عرب کی اصل اور اسلام کے پھیلنے کے ذرائع ہیں۔ امیروں سے زکوٰۃ وصول کر کے غرباء پر تقسیم کریں میں اس کو اللہ تعالیٰ کے حقوق اور اس کے رسول ﷺ کے حقوق کی ادائیگی کی وصیت کرتا ہوں لوگوں کی وسعت وطاقت سے زیادہ ان سے کام نہ لیں۔ اور یہ بھی فرمایا: دفن کرنے سے پہلے ایک مرتبہ پھر ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سے اجازت طلب کرو، چنانچہ انتقال کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جا کر دوبارہ اجازت طلب کی انہوں نے اجازت دی تو ان کو حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر گھر لے جانیوالوں میں، میں بھی تھا، گھر جا کر تھوڑے افاقے کے بعد فرمایا: اے عباس کے بیٹے! جا کر دیکھو کس نے مجھ پر حملہ کیا اور میرے ساتھ اور کتنے لوگ زخمی ہوئے میں نے جا کر معلومات کیں جب واپس آیا تو دیکھا کہ گھر لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہے لوگوں کی گردنوں کو پھلانگ کر آگے بڑھنے کو مناسب نہ سمجھ کر وہیں پیچھے ہی بیٹھ گیا کیونکہ میں نوعمر تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سر ڈھانپے ہوئے لیٹے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمانے لگے: اللہ کی قسم! امیر المومنین اگر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو اس امت کے مفاد میں شفاء عطا فرمائیں گے اور فلاں فلاں کام کریں گے اور منافقین کی سرکوبی کریں گے میں نے کعب سے کہا: میں یہ بات امیر المومنین کو بتا دوں؟ فرمایا: میں نے انہیں بتانے کے لئے ہی عرض کیا ہے، چنانچہ مجھے حوصلہ ہوا، اٹھا اور لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سرہانے پہنچ گیا، اور عرض کیا آپ نے مجھے معلومات کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ میں نے کہا کہ مغیرہ بن شعبہ کے فلاں غلام نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا اور آپ کے ساتھ تیرہ افراد او دبھی اس کے حملہ کی زد میں آ گئے۔ پھر میں نے کہا: کعب قسم کھا کر کہتا ہے کہ اگر امیر المومنین دعا فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ امت کے فائدے کے لئے ان کو بچائے گا۔ فرمایا: کعب کو بلا لاؤ۔ وہ تشریف لائے فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: میں یہ کہہ رہا ہوں، فرمایا: نہیں اللہ کی قسم! میں دعا نہیں کروں گا۔ اگر عمر رضی اللہ عنہ کی بخشش نہیں ہوئی تو عمر رضی اللہ عنہ نامراد ہوگا۔

عمرو بن میمون کہتے ہیں: حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں عرض کر رہا ہوں آپ شہید ہیں۔

مسور بن مخرمہ کہتے ہیں: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ درد محسوس کرنے لگے، تو تسلی کے لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ان سے فرمانے لگے، یا امیر المومنین! کیا یہ

ساری باتیں نہیں ہیں کہ آپ حضور ﷺ کیصحابیت کا نہ صرف عظیم شرف حاصل کر چکے ہیں بلکہ آپ نے اس کا حق بھی خوب ادا فرمایا ہے اور حضور ﷺ وفات کے وقت آپ سے خوش تھے، پھر آپ نے حضور ﷺ کے صحابہ کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ فرمایا تمام صحابہ کرام آپ سے خوش ہیں، تو فرمایا: جہاں تک رسول اللہ ﷺ کی صحبت کے شرف کا ذکر کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا احسان وکرم ہے، اور باقی میری یہ کیفیت جو آپ دیکھ رہے ہیں تیرے اور تیرے ساتھیوں کے لئے ہے، اگر میرے پاس زمین بھر سونا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دیکھنے سے قبل ان کو فدیہ کرتا۔ بخاری کی ایک اور روایت میں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے امیر المومنین! آپ کو بشارت ہے آپ رسول اللہ ﷺ پر اس وقت ایمان لائے جب دوسرے لوگ کفر پر تھے آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر اللہ کے راستے میں جہاد کیا جب کہ دوسرے لوگ آپ ﷺ کے ساتھ لڑ رہے تھے، اور حضور ﷺ وفات کے وقت آپ سے خوش تھے، اور آپ کی خلافت کے بارے میں کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن عباس! اپنے الفاظ دہرا دیجئے، میری کیفیت یہ ہے کہ اگر میرے پاس سونے چاندی کا ڈھیر ہوتا تو عذاب دیکھنے سے پہلے اس کو فدیہ کرتا۔ (ابن حبان، مناقب عمر: ۲۱۹۱)

قیس بن ابی حازم نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا گیا تو حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آپؓ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپؓ کا سر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا آپ نے نبیذ طلب کیا اور نوش فرمایا وہ زخم کے مقام سے خارج ہو گیا پاس بیٹھنے والوں نے کہا یہ خون ہے بعض نے کہا نہیں نبیذ ہے تو مشورہ ہوا کہ دودھ پلایا جائے تاکہ معلوم ہو، تو بالکل صاف دودھ زخم کے مقام سے خارج ہو گیا۔ وہ خود سمجھ گئے وہ جانبر نہ ہو سکیں گے۔ ابن عمر سے فرمایا: میرا سر نیچے رکھ دو انہوں نے تعمیل کی تو فرمایا: اگر میرے پاس مشرق تا مغرب مال ہوتا تو عذاب کے ڈر سے اس کو فدیہ کرتا۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیر المومنین! اللہ کی قسم آپ کا اسلام لانا اسلام کے لئے باعث عزت اور آپ کی امارت باعث فتح تھی۔ آپ نے زمین کو عدل وانصاف سے مالا مال

کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ابن عباس! تم اس کی گواہی دو گے؟ تو وہ خاموش سے ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہہ دو گواہی دوں گا میں بھی تیرے ساتھ ہوں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس واقعہ کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں کہ جس رات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا اس رات میری عقل پر غموں کا انبار سوار ہوا۔ فرماتے ہیں اس دن فجر کی نماز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی اور نے پڑھائی بعد میں معلوم ہوا وہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو پتہ چلا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہو چکے ہیں۔ اور خون سے لت پت ہیں بس اس کے بعد فجر کی نماز نہ پڑھا سکے۔ فرمایا: جس نے نماز چھوڑی اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اس کے بعد نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ تو حالت نے اجازت نہ دی زخموں سے خون جاری تھا۔ فرمایا: عمامہ پکڑا دو۔ چنانچہ زخم کی جگہ پر عمامہ رکھا گیا۔ اسی حالت میں نماز فجر ادا کی۔ سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: یہ حملہ تمہارے سامنے ہوا؟ تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: نہیں ابھی تک معلوم بھی نہیں ہوا ہے کہ حملہ آور کون ہے ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں ہمارے خون آپ پر فدا ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف التفات کر کے فرمایا: جاؤ معلوم کر آؤ حملہ کس نے کیا؟ اور دوسرے لوگوں کا کیا حال ہے؟ اور مجھے سچ سچ بتاؤ۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپس آ کر عرض کیا۔ امیر المومنین بشارت ہو کسی مسلمان نے آپ پر حملہ نہیں کیا۔ بلکہ تمام مسلمان آپ پر جان نچھاور کرنے کے لئے تیار ہیں۔ سب کی آنکھیں غم سے اشک بار ہیں آپ پر حملہ ایک مجوسی شخص (جو مغیرہ بن شعبہ کا غلام ہے) نے کیا۔ آپ کے علاوہ بارہ اور افراد پر بھی اس نے خنجر چلایا ہے۔ جو زخمی حالت میں ہیں۔ اے امیر المومنین آپ کو جنت مبارک ہو فرمایا: اے ابن عباس! ان الفاظ سے کوئی اور مجھے دھوکہ دینا۔ ابن عباس نے فرمایا امیر المومنین! میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں اور کیوں نہ کہوں کہ آپ کا اسلام لانا اسلام کے لئے عزت، آپ کا ہجرت کرنا اسلام کے لئے فتح مبین، آپ کی حکمرانی عدل و انصاف سے بھرپور، آپ کی موت مظلومانہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گفتگو سن کر فرمایا: کیا تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی گواہی دو گے؟ وہ ابھی خاموش ہی تھے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاس تھے فرمایا: جی ہاں امیر المومنین! ہم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کی گواہی دیں گے، پھر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا میرا سر زمین پر رکھ

۔انہوں نے یہ خیال کیا کہ شاید غشی کی حالت میں یہ فرمار ہے ہیں خاموش رہے۔ پھر فرمایا: میرا رخسار زمین پر رکھواس وقت بھی دھیان نہ دیا تو تیسری بار ڈانٹتے ہوئے فرمایا میرا رخسار زمین پر رکھ دو، پھر ان کو رخسار کے بل زمین پر لٹا دیا۔ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے اس وقت میں نے دیکھا آپ کی داڑھی کے بال مٹی پر لگے ہوئے ہیں اور آپ رو رہے ہیں۔اور آپ کی آنکھوں پر مٹی لگ گئی ہے اور زبان سے کچھ کہہ رہے ہیں میں نے سمجھنے کے لئے کان لگا کر سنا تو فرمار ہے تھے: ”یا ویل عمر وویل امه ان لم یتجاوز الله عنه “اگر اللہ تعالیٰ عمر سے درگذر کا معاملہ نہ فرمادے تو عمر اور اس کی ماں کے لئے ہلاکت ہے۔

اس طرح اس واقعے کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی تقریباً مذکورہ بیان کی طرح روایت کیا ہے محمد بن سیرین فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس موجود کسی صاحب سے فرمایا ذرا زخم کی نوعیت دیکھو، اس نے ہاتھ ڈال کر عرض کیا آپ کے دل کی رگ کٹ گئی ہے آپ نصیحت ووصیت کیجئے! فرمایا: تم نے سچ کہا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: ہوسکتا ہے میں بے ہوش ہو جاؤں اور کچھ بول نہ سکوں۔تو خوب سن لو اور تین باتیں بطور خاص محفوظ کرلو۔(۱) میں نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا ہے۔(۲) کلالۃ کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر پایا ہوں۔(۳) میرے تمام غلام آزاد ہیں۔

آپؓ کی وصیت اور نوحہ وگریہ سے ممانعت:

آپ کی کچھ وصیتوں کا تذکرہ شہادت کے باب میں ہو چکا ہے اور کچھ کا تذکرہ اس باب کے تحت ہوگا چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مکتوب میرے حوالہ کر کے فرمایا: جب تمام لوگ ایک شخص کو امیر بنانے پر متفق ہو کر اس کو امیر بنائیں تو ان کو میرا یہ خط دیدینا اور ان کو میری طرف سے سلام پیش کر دینا اس مکتوب میں یہ لکھا ہوا تھا، میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور ان مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک وبھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔جس کے متعلق یہ ارشاد باری ہے:

”الَّذِينَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً

مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ" (الحشر:۸)

"جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتے ہیں یہی سچے (مسلمان) ہیں"

اور ان مہاجرین کے حقوق کو پہچاننے، ان کی عزت واحترام کی حفاظت کرنے اور انصار کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں (جن کے متعلق ارشاد ہے)

"وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" (الحشر: ۹)

ترجمہ: "اور وہ (مال) ان کے لئے بھی ہے کہ جنہوں نے ان سے پہلے (مدینہ میں) گھر اور امان حاصل کر رکھا ہے جو ان کے پاس وطن چھوڑ کر آتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں اور اپنے سینوں میں اس کی نسبت کوئی خلش نہیں پاتے جو مہاجرین کو دیا جائے اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا جائے پس وہی لوگ کامیاب ہیں"

ان کے اچھے کاموں کو قبول کریں اور غلطیوں سے صرف نظر کریں۔ امور مملکت کے معاملات میں ان سے مشورے کریں۔ اور اللہ کے حقوق اور اس کے رسول کے حقوق اور عام لوگوں کے حقوق کی پاسداری کی وصیت کرتا ہوں لوگوں کی طاقت سے بڑھ کر ان پر بوجھ نہ ڈالیں، ان کے دشمنوں سے لڑیں۔

جویریہ بن قدامہ کہتے ہیں: جس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اس سال میں حج کو گیا تھا۔ اور مدینہ منورہ میں موجود تھا ایک دن دوران خطبہ ارشاد فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا ہے ایک مرغ نے مجھے دو مرتبہ چونچ سے مارا (اور اس کی تعبیر یہ بتائی گئی

ہے کہ ایک عجمی آدمی کے ہاتھوں قتل ہونگا) چنانچہ وہ زخمی ہوئے، تو پہلے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ کے پاس عیادت کے لئے گئے پھر عام اہل مدینہ گئے پھر اہل شام گئے، پھر عراق والوں کو اجازت مل گئی مجھے بھی ان کے ساتھ ان کے پاس جانے کا شرف نصیب ہوا۔ جو لوگ بھی ان کے پاس جاتے ان کی تعریف کرتے اور روتے جب ہم اندر داخل ہوئے تو دیکھا آپ کا پیٹ کالے رنگ کے عمامہ سے بندھا ہوا ہے اور خون جاری ہے ہم نے عرض کیا: کچھ نصیحت کیجئے فرمایا: کتاب اللہ پر مضبوطی سے عمل کرتے رہو جب تک تم اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرتے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے ہم نے کچھ اور وصیت کرنے کی استدعاء کی تو فرمانے لگے: میں مہاجرین کے ساتھ حسن برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں لوگ گھٹتے اور بڑھتے رہیں گے اور انصار کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں یہ لوگ اسلام کو تقویت اور جگہ فراہم کرنے والے ہیں، اور دیہات والوں کے ساتھ بھی بھلائی کرنے کو کہتا ہوں کہ یہ تمہاری اصل اور بنیاد ہیں اور تمہارے ملک کے غیر مسلم باشندوں کے حقوق کی پاسداری کی وصیت کرتا ہوں یہی کلمات ارشاد فرما کر ہمیں اٹھنے کا حکم دیا۔

عمرو بن میمون کا کہنا ہے: زخمی ہونے کے بعد فرمایا: علی، عثمان، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو بلالاؤ، وہ سب حضرات تشریف لائے۔ ان میں سے صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو کی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ اے علی! ہوسکتا ہے یہ لوگ آپ کے حق کا ادراک کریں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کے رشتے اور آپ ﷺ کے داماد ہونے کے شرف کو پیش نظر رکھتے ہوئے۔ آپ کو خلافت کی ذمہ داری سونپیں لہٰذا اگر آپ نے مسند خلافت کو رونق بخشی تو اس کی انجام دہی میں خوف الٰہی کو مدنظر رکھنا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا: اے عثمان! ہوسکتا ہے یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی دامادی اور آپ کی بزرگی کو مدنظر رکھ کر مسند خلافت پر آپ کو بٹھائیں، لہٰذا اگر ایسا ہوا تو اس معاملے میں خوف الٰہی کو لازم پکڑو۔ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلانے کا حکم دیا۔ وہ تشریف لائے، ان سے فرمایا: نماز تم پڑھاؤ یہ ارشاد تین مرتبہ فرمایا: اور یہ لوگ ایک علیحدہ کمرے میں بیٹھ کر خلافت کا معاملہ طے کریں۔ جب ایک پر اتفاق ہو جائے۔ تو مخالفت کرنے والے کی سرکوبی کی جائے۔ یہ لوگ وہاں سے اٹھ کر آپس میں

گفتگو کرنے لگے کہ اجلح (حضرت علی) کو خلیفہ بناتے تو اچھا ہوتا۔ اور وہ صحیح نہج پر امور خلافت کو چلاتے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خلیفہ مقرر کرنے میں کیا رکاوٹ ہے؟ فرمایا: میں حیًا اور میتاً اس بوجھ کو اٹھانا نہیں چاہتا۔

ابن سعد کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کے مقرر کردہ عمال کو ایک سال کام کرنے دیا جائے تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سال تک ان میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وصیت نامے میں لکھا تھا میرے مقرر کردہ عمال کو ایک سال تک معزول نہ کیا جائے۔

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ باقیوں کو چار سال تک برقرار رکھا گیا۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے وصیت فرمائی کہ جب مجھے لحد میں اتار دو تو میرے رخسار کو زمین پر رکھو رخسار اور زمین کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔ مقداد بن معد یکرب کہتے ہیں وفات کے وقت حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں فرمانے لگیں، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم سر اور امیر المومنین! تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے عبداللہ! مجھے اٹھا کر بٹھا دو میری ان الفاظ کو سننے کی سکت نہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سینے کے سہارے آپ کو بٹھا دیا تو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: میرا جو حق تیرے اوپر ہے اس کا خیال کر کے یہاں سے اٹھنے کے بعد گریہ نہ کرنا، جہاں تک آنکھوں سے آنسو بہنے کا تعلق ہے اس کو روکا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ جس مردے پر نوحہ کیا جاتا ہے اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر رونے سے منع فرمایا۔

ابن سیرین سے روایت ہے: حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا واعمراہ، واخاہ، اے عمر اے میرے بھائی! آپ کے بعد کون ہمارا خیال کرے گا؟ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ٹھہرو میرے بھائی! تم نہیں جانتے جس پر گریہ کیا جائے اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔

وفات کے وقت اظہار درماندگی:

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں: وفات کے وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر میری گود میں تھا مجھ سے فرمایا: میرا سر زمین پر رکھ جا میں نے ان کا سر زمین پر رکھا تو فرمایا:

میرے لئے اور میری ماں کے لئے ہلاکت ہے اگر میرے رب نے مجھے معاف نہ کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں سب سے آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ ان کا سران کے بیٹے عبداللہ کی گود میں تھا۔ فرمانے لگے میرے رخسار کو زمین پر رکھ دو، میری ران اور سر دونوں ایک جیسے ہیں تین مرتبہ اصرار پر عبداللہ نے ان کو رخسار کے بل لٹا دیا۔ تو یہ فرماتے فرماتے جان دیدی ''ویلی وویل امی ان لم یغفرلی''

تاریخِ شہادت اور مدت عمرؓ:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدھ کے دن زخمی ہوئے جمعرات کے دن وفات پا گئے۔

ابن سعد کہتے ہیں: حضرت عمر ۲۳ھ ذوالحجہ (کے ختم ہونے میں چار دن باقی تھے) بروز بدھ زخمی ہوئے ۲۴ھ یکم محرم بروز بدھ مدفون ہوئے، آپ کی خلافت کی مدت دس سال چھ مہینے چار دن تھی، آپ کی کل عمر کے متعلق آٹھ اقوال ہیں۔

پہلا قول: تریسٹھ سال، یہ شعبی کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ دوسرا قول: ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے وہ چھیاسٹھ سال۔ تیسرا قول: پینسٹھ سال کا ہے۔ یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور الزھری کی روایت ہے۔

چوتھا قول: پچپن سال، یہ زید بن اسلم بن عمر کا قول ہے۔ پانچواں قول: چھپن سال کا ہے۔ چھٹا قول: ستاون سال۔ ساتواں قول: انسٹھ سال۔ مذکورہ تینوں اقوال نافع سے مروی ہیں۔ آٹھواں قول: ابن قتادہ کا ہے۔ اس کے مطابق اکسٹھ سال ہے۔

غسل، نماز جنازہ اور تدفین:

حضرت نافعؒ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غسل دیا گیا۔ اور کفن دیا گیا اور نماز پڑھی گئی، ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسجد نبوی میں جنازہ پڑھا گیا۔

ابن سعد کہتے ہیں: حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن المسیب سے پوچھا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟ فرمایا: صہیب رضی اللہ عنہ نے،

پوچھا کتنی تکبیریں کہیں؟ فرمایا: چار پوچھا: نماز جنازہ کہاں پڑھائی گئی؟ فرمایا: حضور ﷺ کے منبر اور قبر شریف کے درمیان جگہ میں۔

ابن مسیب کہتے ہیں: مسلمانوں نے دیکھا اور غور کیا کہ نماز جنازہ کون پڑھائے گا پھر غور کیا حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرض نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا وہ فرض نماز پڑھاتے رہے تھے کہنے لگے، ان کی نماز جنازہ بھی وہی پڑھائیں، چنانچہ صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: قبر میں اتارنے کے لئے عثمان، سعید بن زید بن عمرو، صہیب اور عبداللہ رضی اللہ عنہم قبر میں اترے۔

ہشام بن عروہ کہتے ہیں: ولید بن عبدالملک کے زمانے میں حضور ﷺ کی قبر مبارک کے اوپر کی دیوار گرگئی، جب اس کو درست کرنے کے لئے کھدائی کی گئی تو ایک پیر باہر ظاہر ہوا لوگ گھبرا گئے کہ یہ حضور ﷺ کا قدم مبارک نہ ہو، کوئی بھی پہچاننے والا نہیں تھا۔ عروہ نے کہا: اللہ کی قسم: یہ حضور ﷺ کا قدم نہیں ہے۔ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم ہے۔

(بخاری: الجنائز: ۳/۵۰۰)

حضرت عمرؓ کی موت پر اہلِ اسلام کی گریہ وزاری:

ابی بن کعب سے روایت ہے فرماتے ہیں: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جبریل نے مجھ سے کہا: عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت پر فرشتے لبیک کہیں گے۔

وفات کے وقت لوگوں کی پریشانی کا عالم:

سابق میں حضرت صہیب کا قول ہم نقل کر چکے وہ فرماتے ہیں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے موقع پر ایسا لگ رہا تھا گو اس جیسی مصیبت اس سے قبل کبھی پیش نہیں آئی۔

احنف بن قیس کہتے ہیں: انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا قریش لوگوں کے سردار و سرکردہ ہیں نہیں داخل ہوگا ان میں کوئی ایک کسی دروازے سے مگر ہر ایک کے ساتھ ایک جماعت ہوگی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی کر دیا گیا تو انہوں نے حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ تین دن تک نمازیں پڑھائیں اور لوگوں کو کھانا

کھلائیں تاکہ لوگ کسی ایک کی خلافت پر متفق ہو جائیں۔ جب دستر خوان لگ گئے لوگوں کو کھانے کے لئے بلایا گیا تو لوگ کھانے کے ہوش میں نہ تھے، کھانے سے رک گئے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: لوگو! حضور ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے، ان کے بعد ہم نے کھانا پینا نہیں چھوڑا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تب بھی ہم کھاتے پیتے رہے لوگوں کا کھانا بند نہیں ہوگا۔

یہ کہہ کر کھانے کے لئے آگے بڑھے تو دوسرے لوگوں نے بھی کھانا شروع کر دیا۔

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کا اعلان ہوا تو لوگ کہنے لگے قیامت قائم ہوگئی۔

جنات کا نوحہ کناں ہونا:

ثمامہ بن عبداللہ بن انس کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخری حج کے دوران مدینہ و مکہ کے درمیان چل رہے تھے کہ اچانک ایک غیبی آواز آئی جن میں مندرجہ ذیل اشعار پڑھنے کی آواز آرہی تھی، بسیار تلاش کے بعد بھی اشعار پڑھنے والے کا پتہ نہیں چلا تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جنات عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نوحہ کناں ہیں۔

جز اللـه خيرا من اميرو بار كت — يـد الـلـه في ذاك الاب الـممزق
وليـت امورًا ثـم غادرت مامثلها — بـوائق فـي اكـمـا مهـالـم تفق
فـمن يسع اوير كب جناحي نعامة — ليـدرك مـا قـد مت بـالامـس يسبق
ومـا كـنـت اختـي ان تكون وفاته — لـكـفـي سبـنتـي ازرق الـعين مطرق
فيـا لـقتيـل بـالـمـديـنه ظلمت له — الارض و اهتـز لـعـضـاه بـاسـوق
فـلـقـاك ربـي فـي الـجنـان تـحية — ومـن كـسـوة الفردوس لاتتحرق

ترجمہ: ''بہت سے امور آپ کے سپرد کئے گئے پھر آپ ایسی مثال چھوڑ گئے جیسا کہ شگوفوں میں بند خوشبو۔ جو شخص آپ کے کل کے کئے ہوئے کام تک پہنچنے کی کوشش کرے اس کو ہن کو موت کے وقت سخت اور پیلی آنکھوں والے فرشتوں کے ہاتھوں ان کی موت سے مامون ہوں۔ ہائے وہ شہید جو مدینہ میں مقتول ہوئے۔ جسکے جانے کی وجہ سے زمین پر اندھیرا چھا گیا اور درختوں کے تنے ہلنے لگے پس اللہ تعالیٰ جنت میں تجھ سے ملاقات کرے

اور جنت الفردوس کے عظیم لباس تجھے پہنا دے''

معروف بن ابی معروف کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے وقت یہ آواز آئی:

لبیك علی الاسلام من كان باكيا　　فقد اوشكو هلكا وما بعد العهد

وادبرت الدنيا و ادبر خيرها　　وقد ملها من كان يومنه الوعد

تدفین کے بعد بھی حضرت عائشہؓ کا تعظیم کرنے کا ذکر:

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتی تھیں: جب میں اپنے اس گھر میں داخل ہوتی جس میں حضور ﷺ اور میرے والد مدفون ہیں تو دوپٹہ وغیرہ یہ کہہ کر اتارتی کہ اس میں میرے والد اور میرا شوہر مدفون ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں مدفون ہوئے تو جب بھی میں اس میں داخل ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حیا کرتی ہوئی اپنے کپڑے سمیٹ کر دوپٹے کو باندھ کر داخل ہوتی۔ حضرت عروہ روایت کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جب تک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں مدفون نہیں ہوئے تھے اس وقت تک تو میں اندر داخل ہو کر دوپٹہ وغیرہ اتار دیتی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدفون ہونے کے بعد مکمل پردے کے ساتھ اندر جاتی پھر اپنے گھر اور قبور کے درمیان دیوار حائل کر دی۔　　(ابن سعد: ۳/ ۳۶۴)

آپؓ کے خوابوں کا تذکرہ:

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے دیکھا آپؐ میری طرف التفات نہیں فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے کیا ہوا ہے؟ فرمایا: کیا تم روزے کی حالت میں تقبیل کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا: میں آئندہ بحالت روزہ ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔

محمد بن سعد کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن فرمایا: میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ ایک سرخ رنگ کے مرغے نے مجھے دو مرتبہ چونچ ماری، میں نے یہ خواب اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے بیان کیا انہوں نے تعبیر دی کہ ایک عجمی (غیر عربی) شخص آپ کو قتل کرے گا۔

آپؓ کے بارے میں دیکھے گئے خواب:

عوف ابن مالک اشجعیؒ کہتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں میں نے ایک خواب دیکھا گویا آسمان سے ایک رسی لٹکائی گئی ہے لوگ اس کو پکڑنے کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ تین گرہ سب سے آگے ہاتھ بڑھائے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا: یہ ایسا کیوں ہے؟ کہنے لگے: کیوں کہ وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں سے ایک خلیفہ ہیں اور دین کے معاملے میں کسی کی ملامت کو خاطر میں نہیں لاتے اور وہ شہید کی موت مریں گے۔ جب صبح ہوئی تو میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جاکر خواب بیان کیا فرمایا: بیٹے جاؤ ابوحفص (عمر) کو بلالاؤ، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: عوف اپنا خواب سناؤ خواب بیان کرکے جب میں خلیفہ کے لفظ پر پہنچا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا یہ سب کچھ خواب دیکھنے والے نے دیکھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ سارا خواب سنادو تو میں نے سارا خواب آخر تک سنادیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے۔ اس وقت میں جابیہ کے مقام پر تھا؟ مجھے بلایا۔ میں جب آیا تو وہ خطاب فرمارہے تھے مجھے اپنے پاس بٹھایا بیان سے فارغ ہوکر مجھ سے فرمایا: اپنا خواب سناؤ میں نے عرض کیا آپ نے تو اس پر مجھے ڈانٹے نہیں تھے؟ فرمایا: ارے کوئی بات نہیں سناؤ جب خواب سنادیا تو فرمایا: جہاں تک خلافت کی تعبیر ہے وہ پوری ہوگئی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی کی ملامت کو خاطر میں نہیں لاتا باقی رہا قتل کیا جانا اور شہید ہونا وہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ میں یہاں جزیرہ عرب میں ہوں؟ مگر اس کے باوجود میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مرغا میری سرین پر چونچ ماررہا ہے میں اس کو روک نہیں سکتا۔

اعمشؒ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے انہوں نے بھی ان کو اس عہدے پر برقرار رکھا۔ ایک سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج کو گئے ہوئے تھے۔ مکہ میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ دیکھا ان کے ساتھ بہت سارے غلام اور خدام ہیں۔ فرمایا اے ابوعبدالرحمٰن یہ غلام کن کے ہیں؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرمایا میرے ہیں۔ فرمایا: کس طرح اور کہاں سے آئے؟ معاذ نے کہا: یہ

مجھے بطور ہدیہ ملے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری بات مانو ان سب کو خلیفہ (ابوبکر) کے پاس بھیج دو اگر انہوں نے تمہیں واپس کر دیے تو یہ تمہارے لئے حلال ہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس معاملے میں میں تیری بات نہیں مانوں گا۔ لوگ مجھے ہدیہ دیں اور میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دے دوں؟ رات گذار کر صبح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے: اے ابن الخطاب! تیری بات مانے بغیر کام نہیں چلتا۔ کیونکہ میں نے رات خواب میں دیکھا گویا مجھے جہنم کی طرف کھینچا یا ہانکا جا رہا ہے اور آپ میرا ازار بند پیچھے سے پکڑ کر بچا رہے ہیں۔ ان کو لیکر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جا رہا ہوں۔ فرمایا آپ ان کے حقدار ہیں۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر پیش کیا۔ انہوں نے کہا یہ سب تیرے ہیں میں نے یہ تجھے دیدیے میں ان کو اپنے گھر لے آیا۔ جب نماز پڑھنے لگے تو یہ غلام بھی سارے میرے پیچھے صف بندی کر کے نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر ان سے فرمایا: کس کے لئے نماز پڑھ رہے ہو؟ کہنے لگے: اللہ کے لئے فرمایا: چلو تم آزاد ہو اسی کے لئے جس کی عبادت کرتے ہو۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں عمر رضی اللہ عنہ کا پڑوسی رہا ہوں ان سے بہتر کسی کو نہیں پایا۔ ان کی راتیں نمازوں اور دن روزوں اور لوگوں کی ضروریات وحوائج کی تکمیل میں گذرتے جب ان کا انتقال ہوا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھ لوں۔ چنانچہ میری دعا قبول ہوئی خواب میں ان کی زیارت ہوئی میں نے دیکھا مدینہ کے بازار کی طرف سے سر پر چادر رکھے ہوئے آ رہے ہیں میں نے سلام کیا، انہوں نے بھی سلام کیا میں نے کہا: کس طرح ہو؟ فرمایا: اچھا ہوں، میں نے کہا: کیسا پایا؟ فرمایا: ابھی ابھی احتساب سے فارغ ہو گیا ہوں میرا تخت قریب تھا کہ مجھے لیکر گر جاتا اگر رؤف ورحیم ذات کی مدد شامل حال نہ ہوتی۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دوست تھے، جب عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے عباس رضی اللہ عنہ نے خواب میں انہیں دیکھنے کی دعا کی۔ ایک سال بعد خواب میں زیارت ہوئی۔ دیکھا اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کرتے ہوئے آ رہے ہیں۔ ان سے پوچھا کیا ہوا؟ فرمایا: ابھی فارغ ہو کر آ رہا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ رؤف ورحیم کی مدد نہ ہوتی تو میں گرنے والا تھا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میری بڑی خواہش تھی کہ میں خواب میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت کروں چنانچہ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا ایک بہت بڑا محل ہے میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟ مجھے بتایا گیا۔ یہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ اس سے باہر آ گئے گویا تازہ غسل کر کے سر کو ڈھانپا ہوا ہے، میں نے عرض کیا۔ آپ کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا گیا؟ فرمایا: اچھا برتاؤ ہوا اگر رب غفور کی مدد نہ ہوتی تو میرا تخت گرنے والا تھا مجھ سے پوچھا: کہ تمہیں لوگوں سے جدا ہوئے کتنی مدت ہوئی ہے میں نے عرض کیا بارہ سال ہو گئے ہیں فرمایا: میں ابھی حساب سے فارغ ہوا ہوں۔

آپؓ کی اولاد اور ازواج کا تذکرہ:

محمد بن سعد نے کہا ہے: آپ کی اولاد میں۔ (۱) عبداللہ (۲) عبدالرحمٰن۔ (۳) حفصہ جو زینب بنت مظعون بن حبیب بن وھب بن حذافہ بن جمع کے بطن سے تھے۔ (۴) زید الاکبر (یہ لاولد تھے) (۵) رقیہ ان کی والدہ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھی۔ (۶) زید الاصغر۔ (۷) عبیداللہ جو صفین میں مقتول ہوئے ان کی والدہ کا نام ام کلثوم بنت جرول بن مالک بن المسیب بن ربیعہ بن حرام۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے بنت جرول سے جدائی ہوئی۔ (۸) عاصم جو جمیلہ بنت ثابت بنت ابی الاقلح کے بطن سے تھے۔ (۹) عبدالرحمٰن الاوسط جو ابوالمجبر بھی کہلاتے ہیں ان کی والدہ کا نام لھیہ تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ام ولد تھی۔ (۱۰) عبدالرحمٰن الاصغر ان کی والدہ بھی ام ولد تھیں۔ (۱۱) فاطمہ ان کی والدہ کا نام ام حکیم بنت الحارث بن ھشام تھا۔ (۱۲) زینب۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سب سے چھوٹی ان کی والدہ ام ولدہ تھی ان کا نام فکیھۃ تھا۔ (۱۳) عیاض بن عمر ان کی والدہ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل ہیں۔ ان کے بیٹے عبدالرحمٰن الاوسط کی کنیت ابوشحمہ تھی۔ (طبقات ابن سعد: ۲۶۵/۳)

زبیر بن بکار کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ام کلثوم کا خطبہ بھیجا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ چھوٹی ہے فرمایا: اے ابوالحسن اس کا نکاح میرے ساتھ کرا دو۔ اس کی شرافت و کرامت کا مجھ سے بڑھ کر کوئی خیال نہیں کر سکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کو تیرے پاس بھیج دوں گا اگر پسند ہو تو تیرے ساتھ اس کا نکاح کرا دوں گا چنانچہ ایک چادر اسے دیکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا فرمایا: ان سے

کہد و یہ چادر ہے جس کا تذکرہ میں نے کیا تھا۔ وہ چادر لیکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہد یا یہ چادر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان سے کہد و میں راضی ہوں۔ اللہ ان سے راضی ہو جائے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرات مہاجرین کے مجمع میں آ گئے۔ فرمانے لگے۔ مجھے مبارکباد دو مجھے مبارک باد پیش کرو۔ انہوں نے کہا: یا امیر المومنین! کس خوشی میں؟ فرمایا: میں نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب کے ساتھ نکاح کیا ہے۔ یہ میں نے اس لئے کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا تھا:

"کل نسب و سبب و صهر منقطع یوم القیامة الانسبی و سببی وصهری"

قیامت کے دن تمام رشتے ٹوٹ جائیں گے سوائے میرے رشتے اور تعلق کے، میرا حضور ﷺ کے ساتھ نسب بھی سبب بھی اور سسرالی رشتہ بھی سب جمع ہو گئے۔ سب حضرات نے مبارک دی۔ حضرت ام کلثوم کے بطن سے حضرت زید اور رقیہ پیدا ہوئے۔

(طبقات ابن سعد: ۸/۴۶۳)

عطاء خراسانی نے کہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا مہر چالیس ہزار مقرر فرمایا بشر بن عبید اللہ سے روایت ہے کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی کا نام عاصیہ تھا۔ حضور ﷺ نے نام بدل کر جمیلہ رکھا تھا۔ اور ویسے بھی وہ خوبصورت تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان سے بڑی محبت تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب نماز کے لئے چلنے لگتے تو دروازے تک ان کے ساتھ چلتیں اور تقبیل کر کے رخصت کر کے واپس اپنی جگہ پر چلی جاتیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا آپ لوگوں کو جس چیز سے منع فرماتے تو اپنے اہل وعیال کو بھی جمع کر کے ان سے فرماتے۔ میں نے لوگوں کو ان ان امور سے روکا ہے اور لوگ تمہاری طرف اس طرح دیکھیں گے جیسا کہ پرندہ گوشت کی طرف دیکھتا ہے اگر تم اس کام سے نہیں رکو گے اور اس کو کر گذرو گے وہ بھی اس کو کریں گے اور تم اس سے اجتناب کرو گے وہ بھی اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائیں گے۔ واللہ آپ میں سے جو شخص بھی اس کام کو کرے جس سے میں نے منع کیا ہے۔ تو اس کو زیادہ سزا دوں گا۔ اب تمہارا اختیار ہے۔

شراب نوشی پر بیٹے کو مارنا:

حضرت عمرو بن العاصؓ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کر کے آبدیدہ ہو گئے اور فرمانے لگے: حضور ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد اللہ کا خوف سب سے زیادہ رکھنے والا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔ وہ حق کے معاملے میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے چاہے بیٹا ہو یا باپ۔ کہنے لگے ایک مرتبہ میں مصر میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔ چاشت کا وقت تھا۔ ایک شخص میرے پاس آیا۔ کہنے لگا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو بیٹے، عبداللہ اور عبدالرحمٰن جہاد کے لئے مصر آئے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا: کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں کہنے لگا، مصر کے فلاں مقام پر میرے لئے مسئلہ یہ تھا کہ کچھ دن قبل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط آیا تھا۔ اس میں لکھا تھا۔ میرے خاندان والوں میں سے کوئی تیرے ہاں آ جائے تو ان کے ساتھ عام رعایا سے بڑھ کر کوئی رعایت نہ کرنا عام رعایا کی طرح ان کے ساتھ برتاؤ کرنا اگر اس کے خلاف کرو گے تو اس کا انجام بھی بھگتو گے۔ چنانچہ میں ان کی خدمت کرنا چاہتا تھا مگر اس خط کی وجہ سے ڈر بھی رہا تھا۔ اسی اثناء میں کسی نے دروازے پہ دستک دی۔ اور ایک شخص نے آ کر کہا: عبدالرحمٰن بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوسروعہ دروازے پر کھڑے ہیں آپ کے پاس آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں میں نے اندر آنے کی اجازت دی اندر داخل ہوئے مگر اجنبی سے لگ رہے تھے اور کہنے لگے: ہم پر اللہ کی حد نافذ کیجئے، ہم رات شراب پی کر نشہ میں ہو گئے تھے۔ میں نے ان کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی اور ٹال دینے کی کوشش کی، تو عبدالرحمٰن بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اگر حد نافذ نہیں کرو گے، تو جب میں مدینہ جاؤں گا، تو ابو کو بتادوں گا۔ فوراً میرے خیال میں آیا۔ اگر اس حد کو نافذ نہ کروں تو امیر المومنین ناراض ہوں گے، اور مجھے معزول کریں گے میں اس گومگوں کی کیفیت میں تھا۔ کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے، میں نے اٹھ کر خوش آمدید کہا میں نے ان کو اپنی جگہ پر بٹھانے کی کوشش کی مگر انہوں نے یہ کہہ کر بیٹھنے سے انکار کیا کہ والد محترم نے انتہائی ضرورت کے بغیر آپ کے پاس آنے سے منع فرمایا ہے اب ایک انتہائی کام کے سلسلے میں آیا ہوں، وہ یہ کہ میرا بھائی لوگوں کے سامنے سر منڈوانا نہیں چاہتا، باقی رہی حد وہ جہاں چاہے لگا دیں (طریقہ یہ تھا حد کے ساتھ سر بھی منڈوا دیا جاتا) چنانچہ میں نے ان کو اپنے گھر کے صحن میں حد لگوائی اور عبداللہ نے ان کو لیکر گھر کے ایک کمرے میں جا کر سر

مونڈ دیا اور ابوسروعہ کا بھی، میں نے اس کے متعلق امیر المومنین کو کوئی خط نہیں لکھا تھا۔ مگر تھوڑی مدت کے بعد میرے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک خط موصول ہوا جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے عاصی بن العاص کے نام خط۔ اے ابن العاص! مجھے تیری جرأت اور میری حکم عدولی پر تعجب ہوا ہے میں نے بہت سے بدری صحابیوں پر تجھ کو ترجیح دیکر عہدہ تیرے حوالہ کیا اور تم نے میرے حکم کی پاسداری نہیں کی اور تم نے درست کام نہیں کیا، میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ تجھے تیرے عہدے سے سبکدوش کردوں کہ تم نے عبدالرحمٰن بن عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر کے اندر حد لگوائی اور تجھے معلوم تھا یہ میرے حکم کی خلاف ورزی ہے، کیونکہ عبدالرحمٰن کی حیثیت ایک عام رعایا کی سی ہے مگر آپ نے اس کے ساتھ عام لوگوں سے ہٹ کر خصوصی رعایت کی محض اس لئے کہ یہ امیر المومنین کا بیٹا ہے، باوجود یہ کہ تم یہ جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے واجب شدہ حق میں میں کسی کی رعایت نہیں کرتا، جب یہ خط پہنچے تو تم اس کو ہار پہنا کر اونٹ پر بٹھا کر ادھر روانہ کر دو تا کہ وہ اپنے کیے کی سزا کو پہچان لے۔

میں نے اس کو اس کے والد کے حکم کے مطابق بھیج دیا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے والد کا خط بھی پڑھا دیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معذرت کا خط لکھا، اور عرض کیا: میں نے اس کو اپنے گھر کے صحن میں حد لگوائی، اللہ کی قسم! میں ذمیوں کو اور مسلمانوں کو بھی اپنے گھر کے صحن میں حد لگوایا کرتا ہوں اور اس کو میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بھیج دیا جب وہ اس کو لیکر امیر المومنین کے پاس پہنچے تو اس کو دیکھ کر فرمایا عبدالرحمٰن! تو نے یہ کیا کرتوت کیا یہ کہہ کر اس کو کوڑے سے مارنے لگے۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امیر المومنین! اس کو حد لگ چکی ہے، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف کوئی التفات نہیں کیا۔ اس کو ڈانتے رہے اور عبدالرحمٰن بن عمر رضی اللہ عنہ مسلسل چیختے رہے کہ میں بیمار ہوں آپ مجھے ہلاک کر رہے ہیں۔ اس کو مارنے کے بعد قید کر دیا۔ پھر وہ بیمار ہو گئے اور انتقال کر گئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح اس کو بیان کیا ہے اس میں یہ بھی فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کوڑے لگانے کے ایک ماہ بعد انتقال کر گئے۔ لوگوں کی رائے ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کوڑے لگانے پر انتقال کر گئے۔

صاحب کتاب کہتے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ کوئی حضرت عبدالرحمٰن بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ گمان نہ کرے کہ انہوں نے شراب پی لی تھی بلکہ انہوں نے نبیذ پیا تھا۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ شاید نشہ آور نہ ہوگا۔ اسی طرح ابوسروعہ رضی اللہ عنہ نے بھی نبیذ ہی نوش کیا تھا۔ اور حضرت ابوسروعہ رضی اللہ عنہ اہل بدر میں سے ہیں۔ نبیذ نوش کرنے کے بعد جب نشے کی حد کو پہنچے تو اپنی تطہیر کی طرف توجہ دیکر خود حد لگوانے کی خواہش کی اگرچہ صرف ندامت اور پشیمانی ہی کافی تھی۔ مگر انہوں نے اس پر اکتفاء نہیں کیا۔ حد کے ذریعے سے تطہیر کی خواہش ظاہر کی۔ جہاں تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو کوڑے لگائے یہ بطور حد کے نہیں تھا۔ کیونکہ حد میں تکرار نہیں ہوتا۔ البتہ صرف تادیب کے لئے تھا ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی کہ ان کے ایک بیٹے نے اپنے گھر کی دیواروں کو پردے سے ڈھانپ دیا ہے۔ تو فرمانے لگے۔ اگر واقعۃً ایسا کیا ہے تو میں اس کے گھر کو جلا ڈالوں گا۔

لوگوں کی زبانوں سے آپؓ کی تعریف:

ہر خاص وعام کی زبان پر آپ کی تعریف تھی ان میں سے بعض خاص الخاص لوگوں کی تعریفات کا مختصر ذکر ذیل میں کیا جائے گا۔ حضرات صحابہ میں مندرجہ ذیل افراد ہیں۔

ا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ:

آپ کا تذکرہ سابق میں ہو چکا جب انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کا اعلان کیا تو کچھ لوگوں نے ان سے کہا: تم عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا کر خدا کو کیا جواب دو گے؟ فرمایا: میں عرض کروں گا۔ آپ کے بندوں میں سب سے بہترین شخص کو خلیفہ بنا کر آیا ہوں۔ اس طرح ایک موقع پر کسی نے کہا: ہم نہیں جانتے آپ خلیفہ ہیں یا عمر؟ فرمایا: اگر وہ اس کو قبول کریں تو وہ خلیفہ ہیں۔ اس جیسے بہت سے کلماتِ تعریف ہیں۔

۲۔ حضرت عثمان بن عفانؓ:

حضرت امام ابن سیرینؒ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جب میرا خط موصول ہو جائے تو لوگوں کے عطیات (تنخواہیں) دیکر زائد مال زیاد کے ہاتھوں میرے پاس بھیج دو۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حکم

کی تعمیل کی جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امارت کی ذمہ داری سونپی گئی تو انہوں نے بھی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی طرح کا خط لکھا اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زیاد ہی کے ہاتھوں سارا مال ان کی خدمت میں ارسال کیا۔ جب زیاد نے مال ان کے سامنے لاکر رکھ دیا، تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹوں میں سے کسی ایک نے آ کر سونے کی بنی ایک چیز اٹھائی تو زیاد رونے لگے فرمایا: تم کیوں رو رہے ہو؟ عرض کیا: میں نے جس طرح مال لاکر آپ کے سامنے رکھ دیا۔ بالکل اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بھی رکھ دیا تھا۔ ان کے ایک بیٹے نے ایک درہم اٹھایا۔ تو اس سے چھین کر واپس کر دینے کا حکم دیا۔ درہم اس سے واپس لیا گیا تو بچہ رونے لگا۔ اب یہاں میں دیکھ رہا ہوں۔ تمہارا بیٹا اس چیز کو لے گیا مگر کسی نے اس کو نہیں ٹوکا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اپنے اہل وعیال کو اس سے روکتے تھے محض اللہ کے لئے اور میں جو اپنے اہل وعیال کو دیتا ہوں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح نہیں ہو سکتے ہم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح نہیں ہو سکتے، یہ الفاظ بار بار دہراتے رہے۔

اسماعیل بن ابی خالد کا کہنا ہے: کسی نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: آپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح کیوں نہیں ہو سکتے فرمایا: میں لقمان حکیم کی طرح ہونے کی استطاعت نہیں رکھ سکتا۔

حضرت علیؓ کے تعریفی کلمات:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تختے پر رکھ کر تکفین کرنے کے بعد لوگ آتے، ان کے لئے دعا کرتے اور نماز پڑھتے، میں وہیں کھڑا تھا۔ اچانک ایک شخص نے میرے شانے کو پکڑا جس سے میں گھبرا گیا، مڑ کر دیکھا وہ علی بن ابی طالب تھے، آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے رحمت کی دعا کی اور فرمایا میں تمہارے اعمال کی طرح عمل کر کے دربار الٰہی میں جانے کو پسند کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! میرا یقین ہے اللہ تعالیٰ آپ کا حشر آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ہی کرے گا۔ کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے بارہا سنا ہے کہ فرمایا کرتے تھے میں اور ابوبکر اور عمر فلاں مقام سے

واپس آئے، میرا یقین ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ان کے ساتھ ملائے گا۔ اس روایت کو امام بخاری نے تخریج کیا ہے صحیح حدیث ہے۔ امام مسلم نے بھی اپنی صحیح میں اس کو ذکر فرمایا ہے۔

ابو جعفر جعفر بن محمد، عون بن ابی جحیفہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے علیحدہ علیحدہ روایتوں میں بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وفات کے بعد تکفین کے بعد جنازہ کے لئے رکھا گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سرہانے کے پاس کھڑے ہو کر چہرہ سے کپڑا اہٹا کر فرمایا: اے ابو حفص، رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے محبوب چیز جس کو لیکر میں اللہ تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہوں آپ ہی کا چہرہ ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر تکفین کے بعد روضہ اطہر اور منبر رسول ﷺ کے درمیان نماز جنازہ کے لئے جب رکھا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے، صفوں کے سامنے کھڑے ہوگئے فرمایا: ھو ھذا (یہ وہی ہے) اس کلمہ کو تین بار دہرایا پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت فرمادے رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کے علاوہ کوئی ایسی شخصیت باقی نہیں رہی جس کے صحیفے (اعمالنامے) کو لیکر میں اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند کروں۔

ابو مجلزؒ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو بکر کا مرتبہ ہم نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد سمجھا کہ وہ ہم سب سے افضل ترین شخصیت ہیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ہم نے عمر رضی اللہ عنہ کا درجہ سمجھا کہ وہ ہم میں افضل ہیں۔

امام شعبیؒ نے فرمایا ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ہم آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قلب و زبان پر سکینہ و اطمینان بول رہا ہے۔ طارق ابن شہاب کہتے ہیں ہم کہا کرتے تھے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر فرشتہ بول رہا ہے۔

امام شعبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے: وہ فرمایا کرتے تھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نرم دل، حلیم و بردبار شخصیت کے مالک تھے اور عمر رضی اللہ عنہ مخلص اور اللہ تعالیٰ کے دین کے خیر خواہ تھے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ فرمایا: جب حضرات صحابہ کثیر تعداد میں جمع ہوتے تو بخدا ہم دیکھتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر

سکینہ واطمینان جاری ہوتا اور سمجھتے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقرر شیطان ان کو برائی پر اکسانے سے ڈرتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر کو خلافت سونپی گئی تو انہوں نے استقامت کے ساتھ نظام خلافت کو درست طریقے سے سرانجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمادے ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: حضور ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔ وہ رسول ﷺ کے طریقے پر چلے آپؐ کی سیرت کو اپنایا۔ اسی حالت پر وفات پا گئے، پھر ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کو مسند خلافت سونپی گئی وہ بھی آپ ﷺ کے کئے ہوئے کاموں کی طرح کام کرتے رہے۔ اور آپ کی سیرتِ طیبہ پر عمل پیرا رہ کر اپنے اللہ سے جا ملے۔

ابواسحاق اشعیؒ کہتے ہیں: ایک مرتبہ نجران کا ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کہنے لگا: اے امیر المومنین! آپ کی سفارش آپ کی زبان پر اور آپ کی کتاب آپ کے ہاتھ میں، عمر نے ہم کو ہماری زمینوں سے بے دخل کر دیا تھا، آپ انہیں ہمیں واپس کر دیجئے فرمایا: تمہیں ہلاکت ہو، عمر صائب اور درست فیصلہ کرنے والے ہیں۔ میں ان کے فیصلے میں ہرگز تبدیلی نہیں کرسکتا۔

حضرت سعید بن زیدؓ کے تعریفی کلمات:

روایت میں آتا ہے جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر آئے لوگوں نے کہا! کونسی چیز تمہیں رلا رہی ہے؟ فرمانے لگے: اسلام پر رو رہا ہوں عمر کی موت سے اسلام میں ایسی دراڑ پڑ گئی جو قیامت تک نہیں بھر سکتی۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تعریفی الفاظ:

زید بن وہب کہتے ہیں: ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ چلا تو بہت زیادہ روئے حتی کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی، اور فرمایا: عمر اسلام کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ اس میں لوگ داخل تو ہوتے مگر نکلتے نہیں تھے۔ جب عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو اس قلعے میں رخنہ پڑ گیا۔ لوگ اسلام سے نکلنے لگے۔

ابووائل کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کی خبر سنائی وہ اس روز شدید غمگین تھے میں نے ان کو اس دن جیسا غمزدہ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو سیل رواں کی طرح بہہ رہے تھے۔ پھر فرمایا: اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کتے کو پسند کرتے تھے تو وہ کتا مجھے محبوب ہے اللہ کی قسم! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر آج درخت بھی غمگین ہیں ایک اور روایت میں فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر ہر شے غمزدہ ہے حتی کہ اشجار پر بھی غم و فراق عمر طاری ہے پھر فرمایا: اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کوئی کتا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتا ہے واللہ اس کتے سے میری محبت ہوگی۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! ہم نے جب بھی دیکھا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں کے سامنے فرشتے ان کی رہنمائی کرتے ہوتے تھے۔

حضرت ابو وائل کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم اگر ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور پوری روئے زمین کا علم دوسرے پلڑے میں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پلڑا پھر بھی بھاری ہوگا ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: میرا خیال ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم کا ۹/۱۰ حصہ اپنے ساتھ لے گئے۔

حضرت ابن وھب کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے ایسا قرآن سناؤ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تجھے سکھایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سب سے زیادہ کتاب کا علم رکھنے والے اور اللہ کے دین کا فہم رکھنے والے تھے۔

حضرت زر فرمایا کرتے تھے: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے ہم خیال کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رہنمائی فرشتہ کرتا ہے۔ اور ہم یہ بھی گمان کرتے تھے کہ شیطان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ڈرتا ہے کہ اس کو کسی غلطی کرنے پر نہیں اکسا سکتا۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام قبول کرنا فتح، ان کی ہجرت کرنا دین کی نصرت اور ان کی امارت رحمت ہے۔

۶۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ کے تعریفی الفاظ:

آپؓ فرمایا کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلام مسلسل ترقی کی شاہراہ پر گامزن تھا، جب ان کا انتقال ہو گیا تو تنزلی شروع ہو گئی جو تا حال جاری ہے۔

۷۔حضرت ابو طلحہ الانصاریؓ کے کلماتِ خیر:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت ابو طلحہ الانصاری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، واللہ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت سے ہر گھر میں دینی اور دنیاوی نقص واقع ہوا۔

۸۔حضرت عمرو بن العاصؓ کے الفاظ:

سعد فرماتے ہیں: ایک مرتبہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ دوران سفر اپنے آپ سے گفتگو کرتے ہوئے جارہے تھے اللہ اکبر ابن حنتمہ (عمر) کتنے عظیم آدمی ہیں۔

۹۔حضرت خالد بن ولیدؓ کے توصیفی کلمات:

عروہ بن قیس الجبلی کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ فرمایا: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے شام بھیج رہے تھے وہاں سے ہند کو رخ کرنے کا حکم تھا اتنے میں ان کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص گویا ہوئے امیر المومنین ذرا صبر کیجئے، بہت سارے فتنوں کا ظہور ہوا ہے۔تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابن الخطاب کی موجودگی میں فتنوں کا ظہور؟ نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔یہ ان کے بعد ہوسکتا ہے۔

۱۰۔حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے تعریفی الفاظ:

عبداللہ بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نماز جنازہ کے بعد پہنچے، کہنے لگے: اگرچہ تم لوگ نماز جنازہ میں مجھ سے سبقت لے گئے مگر ان کے متعلق تعریفی کلمات میں سبقت نہیں لے جاسکتے۔پھر جنازے کے سامنے کھڑے ہوکر کہنے لگے، اے عمر! تم اسلام کے بہترین بھائی تھے۔حق کے معاملے میں سخی اور باطل کے بارے میں بخیل اللہ کی رضامندی کے موقع پر راضی اور ناراضگی کے وقت ناراض بے جا کسی کی تعریف کرتے نہ عیب جوئی، پاکیزہ نگاہ والے تھے۔

حضرات صحابیاتؓ کے توصیفی کلمات

۱۔حضرت عائشہؓ کے تعریفی الفاظ:

حضرت قاسم بن محمدؒ کہتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتی تھیں جس نے بھی ابن الخطاب کو دیکھا وہ سمجھ گیا کہ عمر اسلام کو مستغنی و بے نیاز کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے۔وہ ہر کام کے ماہر تھے،تمام امور کی انجام دہی کے لئے اپنے ہم عصروں کو تیار کرتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ بھی فرمایا کرتی تھیں اپنی مجالس کو حضور ﷺ پر درود بھیج کر اور عمر بن الخطاب کے تذکرے سے مزین کرو۔

اور یہ بھی ارشاد فرمایا کرتی تھیں۔جب تم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کرتے ہو تو مجلس پاکیزہ ہو جاتی ہے۔

۲۔ام ایمنؓ کی تعریف:

طارق ابن شہاب کہتے ہیں: ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہا کرتی تھیں جس روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افتاد آ گئی،اس روز اسلام پر بھی افتاد آ پڑی۔

۳۔شفا بنت عبداللہؓ کے الفاظ:

ابو حتمہ کہتے ہیں: شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ کچھ لوگوں کو آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اور بالکل آہستہ آہستہ بات چیت کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: یہ کیا ہے؟ کہنے لگے: یہ حج کو جا رہے ہیں۔فرمایا واللہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بولتے تو سنائی دیتا جب چلتے تو تیز تیز چلتے،جب مارتے تو زور سے مارتے حقیقی حج کرنے والے تو وہ تھے۔

حضرات تابعین کی ثناء وتعریف

۱۔حضرت عمرؓ کے متعلق حضرت علی بن الحسینؒ کے تعریفی الفاظ:

جب ان سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ کے ہاں ابوبکر وعمر کا کیا مرتبہ تھا؟ فرمایا: آج ان کا جو مرتبہ ہے۔ وہی تھا۔ آج وہ حضور ﷺ کے ساتھ آرام فرما ہیں۔

۲۔امام شعبیؒ:

امام شعبیؒ فرمایا کرتے تھے جب لوگ کسی مسئلہ میں مختلف ہو جائیں تو دیکھو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس کے متعلق کیا معمول تھا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔اشعثؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ابن سیرینؒ سے پوچھا تو فرمایا: جو شخص یہ کہے کہ وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ جاننے والا ہے تو اس سے بچتے رہو، امام شعبیؒ یہ بھی فرمایا کرتے تھے جس شخص کو قضاء کے متعلق معتمد فیصلے پسند ہوں وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلوں کو اخذ کرے۔

۳۔حضرت حسن البصریؒ:

وہ فرمایا کرتے تھے اگر تم اپنی مجالس کو منور و معطر کرنا چاہو تو اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ کیا کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے موقع پر فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر جو گھر والے غمگین نہیں وہ برے لوگ ہیں۔

۴۔مجاہدین خیبر کے تأثرات:

فرماتے ہیں: ہم آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں شیاطین زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ جب ان کو قتل کر دیا گیا تو وہ زمین میں پھیل گئے۔

۵۔حضرت عمرؓ کے بارے میں ابن سیرینؒ کے خیالات:

حضور ﷺ کے بعد سب سے زیادہ بارعب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت تھی۔

۶۔طارق بن شہابؒ:

فرمایا کرتے تھے: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا کرتے تھے عمر رضی اللہ عنہ فرشتوں کی زبان بول رہے ہیں۔

۷۔ابوایوب السختیانیؒ:

حضور ﷺ کے کسی عمل یا قول کے بارے میں مختلف روایات ملیں تو اس قول کو اختیار کرو جس کے ساتھ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہوں۔وہی حق ہوگا اور وہی سنت کے عین مطابق ہوگا۔

۸۔عبدالملک بن مروان:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت علیؒ فرماتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے ایک دن دنیا کے متعلق تذکرہ کرتے ہوئے کہا: دنیا کیا چیز ہے دیکھئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ چالیس سال حکمران رہے بیس سال کسی نہ کسی علاقے کے امیر کے طور پر اور بیس سال پوری مملکت اسلامیہ کے خلیفہ کے طور پر مگر دیکھئے اب ان کی قبر پر پودے اگے ہوئے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں تھا۔

آپ کے ساتھ محبت کرنے کا ثواب:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کی محبت ایمان (کی علامت) میں سے ہے اور ان کے ساتھ بغض رکھنا کفر کی علامت میں سے ہے، جو میرے صحابہ کی دشنام طرازی کرے گا اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

(حلیۃ الاولیاء، فیض القدیر)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے حضور اقدس ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ! قیامت کب قائم ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا: ''فما اعددت لها'' اس کے لئے تم نے کیا تیاری کی ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! واللہ کوئی تیاری نہیں ہے کوئی بڑا عمل بھی نہیں۔الا یہ کہ میں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کرتا ہوں۔تو رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: ''انك مع من احببت '' تیرا حشر ان کے ساتھ ہوگا جن سے تیری محبت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ کے فرمان ''انك مع من أحببت '' سے مجھے بہت خوشی ہوئی جو اسلام لانے کے بعد ہمارے لئے بہت بڑی خوشی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ میں رسول اللہ ﷺ، ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے محبت کرتا ہوں، میری امید ہے کہ میرا حشر ان کے ساتھ ہوگا اگر چہ عمل ان کی طرح نہیں کر سکتا۔

(بخاری: باب مناقب عمر، مسند احمد: ۳/۲۲۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قیامت کے دن کچھ اقوام کو لایا جائے گا۔ دربار الٰہی میں ان کو پیش کیا جائے گا، جہنم کی طرف انہیں لے جانے کا حکم ہوگا۔ جب جہنم پر مامور فرشتے ان کو لینے لگیں گے اور جہنم کے قریب کر دیں گے اور مالک (داروغہ جہنم) اس کو پکڑنے لگے گا تو اللہ تعالیٰ رحمت کے فرشتوں کو حکم دے گا۔ ان کو واپس لے آؤ، فرشتے ان کو دوبارہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کریں گے وہ دربار الٰہی میں طویل مدت تک کھڑے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ اے میرے بندو! میں نے تمہارے گناہوں کی پاداش میں تمہیں جہنم میں پھینکنے کا حکم دیا تھا۔ تم اپنے کرتوتوں کی وجہ سے جہنم کے مستحق ہو گئے تھے۔ مگر میں نے تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا۔ کیونکہ تم ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت کرتے تھے۔

یحییٰ بن اسماعیل بن سلمۃ بن سہیل کہتے ہیں: میری ایک بہن تھی، عمر میں مجھ سے بڑی تھی۔ اس کی عقل ماؤف ہوگئی۔ اس کو لوگوں سے وحشت ہونے لگی، تقریباً دس سال تک ایک ہی کمرے میں مقیم رہی، مگر اس کے باوجود پاکی اور نماز کا بڑا اہتمام تھا۔ جس وقت عقل کام نہ کرتی۔ ہوش آنے کے بعد ان اوقات کی نمازوں کا حساب لگا کر بالترتیب ادا کرتی۔ ایک رات میں سو رہا تھا نصف شب کے قریب اچانک دروازے پر کسی نے دستک دی۔ میں نے کہا کون ہے جو اس وقت آیا ہے۔ آواز آئی میں ہوں بختہ میں نے کہا: میری بہن؟ کہنے لگی ہاں تیری بہن، میں نے کہا تشریف لایئے، میں نے دروازہ کھولا وہ اندر داخل ہوگئی قریباً دس سال کا عرصہ گذر گیا تھا وہ اس گھر میں داخل نہیں ہوئی تھی، میں نے کہا باجی! بے وقت تشریف لائی ہیں خیر تو ہے؟ کہا خیر ہے، کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ اصل میں اسی

رات میں نے خواب دیکھا خواب میں کسی نے مجھے سلام کیا۔ کہنے لگا۔ السلام علیکم یا بختہ! میں نے سلام کا جواب دیا۔ کہنے لگا: اللہ تعالیٰ نے تیرے والد اسماعیل کی تیرے دادا اسلمہ کی وجہ سے حفاظت فرمائی اور تیری حفاظت کی تیرے والد اسماعیل کے لئے اگر چاہو تو میں تیرے لئے دعا کروں کہ اللہ تعالیٰ تیری بیماری کو دور کردے، چاہو صبر کرو جس کے بدلے اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حضور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیری سفارش کی ہے۔ اس لئے کہ تیرے والد اور دادا ان کے ساتھ محبت کرتے تھے۔ میں نے کہا: اگر دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار کرنا ضروری ہے تو میں صبر کرتی ہوں جس کے بدلے مجھے جنت ملے گی، مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے صحت کی نعمت سے بھی نواز سکتا ہے اور جنت بھی عطا فرما سکتا ہے۔ کہنے لگی اس کے بعد آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں نعمتوں کو تیرے لئے جمع فرما دیا۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ محبت کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تیرے والد اور دادا سے خوش ہے اور تجھے دونوں نعمتوں سے سرفراز فرما دیا اٹھو نیچے چلی جاؤ، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بیماری کو دور فرما دیا۔

ھبۃ بن سلامہ المفسرؒ فرماتے ہیں: میں ایک شیخ کے پاس حضرت حمزہ کی قرأت پڑھ رہا تھا، جو بغداد میں محول نامی محلے میں رہتے تھے، ان کے ایک شاگرد کا انتقال ہوا خواب میں شیخ کو نظر آیا۔ شیخ نے اس سے پوچھا: کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے معاف فرمایا۔ شیخ نے پوچھا: منکر نکیر کے سوالات کا کس طرح جواب دیا؟ کہنے لگا: استاذ جی! جب انہوں نے مجھے بٹھا دیا تو کہنے لگے، من ربك؟ من نبيك؟ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بات ڈالدی میں نے کہا: بحق ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ تو انہوں نے سوال و جواب کرنا ہی چھوڑ دیا کہنے لگے اس نے تو بہت بڑے ناموں کو لیکر قسم کھائی۔ اس سے تعرض مت کرو، یہ کہہ کر چلے گئے۔

محمد بن القطان کہتے ہیں: میں نے بشر بن الحارث کو دیکھا کہ اس نے ایک درہم میں مشک خریدا اور اسے لیکر پھرنے لگا کہ کہیں زمین پر کاغذ کا ایسا ٹکڑا پڑا ہو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا ہو وہ اس کو اٹھاتا، اس پر مشک لگاتا اور ایک محفوظ جگہ پر رکھ کر کہتا: اس طرح کرنا چاہیے۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھ سے فرمایا: ایک مرتبہ مجھے ایک کاغذ کا ٹکڑا ملا اٹھایا اس پر

اللہ تعالیٰ کا نام تو نہیں تھا، اس لیے میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ خواب دیکھا کہ کوئی کہنے والا مجھ سے کہہ رہا ہے۔ اے بشر! تم نے کاغذ کے ایسے ٹکڑے کو چھوڑ دیا، جس میں دو ایسے اشخاص کے نام لکھے ہوئے تھے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے۔ یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما۔

حضرت عمرؓ سے بغض وعداوت کرنے کا انجام:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مؤذن کا بیان ہے ایک مرتبہ میں اور میرا چچا مکران کی طرف نکل گئے سفر میں ہمارے ساتھ ایک شخص تھا، جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔ ہم اس کو منع کرتے تھے، مگر وہ باز نہیں آتا تھا ہم نے اس سے کہا: تم ہمارے ساتھ نہ چلو ہم سے جدا ہو جاؤ، چنانچہ وہ ہم سے علیحدہ ہو گیا۔ جب ہماری واپسی کا وقت ہوا تو ہم نے کہا اس شخص کو اپنے ساتھ واپس لے جانا چاہئے۔ ہم نے اس کے غلام سے کہا: تم اپنے آقا سے کہدو کہ ہم سے ملے، اس نے کہا: میرا آقا تو بہت بڑے حادثہ کا شکار ہو گیا ہے اس کے دونوں ہاتھ مسخ ہو کر خنزیر کے ہاتھوں کی طرح ہو گئے ہیں۔ تو ہم اس کو دیکھنے کے لئے گئے۔ اس کو کہا: ہماری طرف لوٹ آؤ کہنے لگا، مجھے تو سخت پریشانی لاحق ہو گئی ہے۔ پھر اس نے اپنے ہاتھ دکھائے تو بالکل وہ خنزیر کے ہاتھوں کی طرح ہو گئے تھے۔ پھر اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھ کر ایک زوردار چیخ ماری پھر مکمل شکل وصورت اس کی مسخ ہو گئی اور وہ ہم سے چھپ گیا ہم اس کے غلام اور اس کے سامان کو لیکر کوفہ لوٹ آئے۔

ابوالحیا کہتے ہیں: ایک شخص نے واقعہ سنایا: ایک مرتبہ سفر کے دوران ایک شخص ہمارے ساتھ چل پڑا وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ ہم نے اس کو روکا مگر اس نے اپنی بکواس جاری رکھی۔ وہ اپنی کسی ضرورت کی غرض سے ہم سے جدا ہوا۔ تو شہد کی مکھیوں اور بھڑوں کے جھنڈ کے جھنڈ اس پر حملہ آور ہوئے اس نے چیخ لگا کر ہم سے مدد طلب کی ہم کوشش بسیار کے باوجود اس کو چھڑا نہ سکے۔

خلف بن تمیم کہتے ہیں: ابوالخصیب بشر نے مجھے واقعہ سنایا کہنے لگے میں تجارت کرتا تھا اور میری مالی حالت بہتر تھی، ابن ھبیرۃ کے دورِ حکومت میں مدائن میں رہائش پذیر تھا ایک دن میرا نوکر میرے پاس آیا کہنے لگا، مدائن کے مسافر خانے میں ایک میت پڑی ہے۔ کفن کے لئے کوئی کپڑا نہیں مل رہا ہے چنانچہ میں جلدی سے وہاں گیا دیکھا ایک شخص پڑا ہوا ہے

چہرے پر کپڑا پڑا ہوا ہے اور پیٹ کے اوپر کچی اینٹ ہے، اس کے ساتھی اس کے آس پاس کھڑے ہیں اس کے ذکر وعبادت اور فضیلت کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔ میں نے کفن منگوانے کے لئے آدمی بھیج دیا۔ اور قبر کھودنے کے لئے گورکن کو بلایا اور غسل دینے کے لئے پانی گرم کرنے لگے ہی تھے کہ میت نے چیخ کر چھلانگ لگائی اور شور مچانے لگی وائے ہلاکت وائے جہنم کی آگ، اس کے ساتھی خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے، کسی نے بھی اس کے قریب جانے کی جرأت نہیں کی، میں اس کے قریب گیا۔ اس کا ہاتھ پکڑا اس کو حرکت دیکر پوچھا کیا ہوا تجھے کیا پیش آیا؟ کہنے لگا: میں کوفہ کے اندر چند بوڑھوں کے ساتھ ہمنشین ہوا۔ انہوں نے مجھے ورغلا کر اپنا ہم مذہب بنایا، ان کا مذہب تھا، ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ پر تبرا اور ان کو گالی دینا۔ بشر کہتے ہیں۔ میں نے اس سے کہا: استغفار کرو اور توبہ کرو، اس نے کہا: اب استغفار وتوبہ سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ مجھے میری جگہ کی طرف لے جاؤ جو آگ ہے۔ اور مجھے دکھائی گئی ہے، اور مجھے کہا گیا ہے۔ جاؤ تم نے جو دیکھا ہے اس کو اپنے احباب کو بتا آؤ۔ یہ کہہ کر وہ اپنی حالت پر آ گیا۔ تھوڑے انتظار کے بعد کفن کا کپڑا آ گیا۔ میں نے اس کو لیکر کہا میں اس کو ضرور نہلاؤں گا اور کفن دیکر اس کی نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔ پھر ان کے ساتھیوں کو بلا لایا انہوں نے اس کو نہلا کر نماز پڑھا کر دفن کر دیا۔ خلف (راوی) کہتے ہیں میں نے بشر سے کہا: بشر! تم نے واقعۃً ایسا دیکھا؟ اس نے کہا: میں نے اپنی ان آنکھوں سے دیکھا اور ان کانوں سے سنا۔

عمار بن سیف الضبی کے چچا ابوالحباب کا بیان ہے، کہتا ہے ایک مرتبہ ہم سفر جہاد میں تھے۔ سمندر کا سفر تھا، موسیٰ بن کعب ہمارے سربراہ تھے۔ ہمارے ساتھ قافلے میں کوفہ کا ایک شخص تھا۔ ابوالحجاج اس کا نام تھا۔ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کو گالی دینے لگا، ہم نے اس کو ڈانٹا مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس کو روکا مگر وہ باز نہیں آیا۔ اتنے میں ہم ایک جزیرے میں پہنچ گئے اور ظہر کی نماز کی تیاری کے لئے وہاں ٹھہر گئے اور ساتھی ادھر ادھر چلے گئے اتنے میں کسی نے آ کر کہا: ابوالحجاج کو شہد کی مکھیوں نے مار ڈالا، ابن المبارک نے کہا: ابوالحباب نے مجھے بتایا ہم نے اس کو دفن کرنے کے لئے قبر کھودنے کی کوشش کی مگر زمین سخت ہوگئی، کسی جگہ پر بھی ہمیں کامیابی نہیں ہوئی۔ تو ہم زمین کے اوپر ہی اس کو رکھ کر

اس کے اوپر درخت کے پتے اور پتھر ڈال کر اسی جگہ پر چھوڑ گئے خلف (راوی) کہتے ہیں ہمارے ایک ساتھی کے اوپر اسی دوران پیشاب کرتے وقت شہد کی مکھیاں بیٹھ گئیں مگر اس کو ایک نے بھی نہیں ڈسا۔ تو ہم نے کہا: وہ مکھیاں جنہوں نے ابوالحجاج کو مار ڈالا وہ اس پر مامور تھیں ابوالحسن احمد بن عبداللہ السوسنجردی کہتے ہیں: ہمارے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا۔ ابوالحسن بن غزیہ کے نام سے معروف تھا۔ وہ ہمارے شیخ ابوالحسن بن ابی عمر المقری کے ساتھ اختلاف رکھتا تھا، ایک رات سو کر اٹھا تو دیکھا اس کی بینائی ختم ہوگئی ہے اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی، تو کہنے لگا، میں کوفہ کے قریب ایک شاہراہ پر ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اس میں ایک شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا تھا۔ میں نے اس پر اسکی نکیر و سرزنش نہیں کی حالانکہ میں ایسا کرنے پر قادر تھا۔ رات خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا مجھ سے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کی تمہارے سامنے برائی بیان کی جارہی تھی تم نے اس پر نکیر کیوں نہیں کی؟ ایک ہتھوڑے سے میرے سر پر ضرب رسید کی جس سے میری بینائی ختم ہوگئی۔

رضوان بن سمان کہتے ہیں: ایک شخص میرے گھر اور بازار میں پڑوسی تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ میرے اس کے درمیان بہت زیادہ بحث وتکرار ہوتی رہتی تھی ایک دن اس طرح وہ گالیاں دے رہا تھا، میں حاضر ہوگیا میں نے اس کو منع کیا۔ بات بڑھتی بڑھتی ہاتھا پائی تک پہنچ گئی، میں غمگین حالت میں اپنے گھر کو لوٹا اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا اور غم کی وجہ سے رات کا کھانا بھی کھائے بغیر سو گیا۔ خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف نصیب ہوا میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا فلاں پڑوسی آپ کے ساتھیوں کو گالیاں دے رہا ہے۔ فرمایا: میرے کس صحابی کو گالی دے رہا ہے؟ میں نے عرض کیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کو۔ فرمایا: لو یہ چھری لے لو اس سے اس کو ذبح کردو، چنانچہ میں چھری لیکر اس کے پاس گیا۔ اس کو نیچے لٹا کر ذبح کردیا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس کے خون سے میرا ہاتھ رنگین ہوگیا اور میں نے چھری نیچے ڈال دی اور ہاتھوں کو زمین پر ملنے لگا تھا کہ بیدار ہوگیا۔ اور اپنے پڑوس سے چیخ مارنے کی آواز سنی میں نے کہا، یہ کیا چیخ و پکار ہے گھر والوں نے کہا: فلاں شخص کا اچانک انتقال ہوگیا۔ جب صبح ہوئی تو ہم

اس کے پاس گئے تو دیکھا اس کے گلے میں جہاں سے ذبح ہوا تھا ایک لکیر سی ہے۔

ابو بکر الصیر فی کہتے ہیں: ایک ایسے شخص کا انتقال ہو گیا جو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتا تھا اور فرقہ جہمیہ سے تعلق رکھتا تھا کسی نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہاں ننگا ہے اس کے سر پر کالی پٹی بندھی ہوئی ہے اور شرمگاہ پر کالا کپڑا پڑا ہوا ہے۔ اس سے پوچھا: تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا؟ کہنے لگا: میرا حشر بکر القس اور عون بن الاعصر نصرانیوں کے ساتھ ہو گیا۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: میں صبح سویرے اندھیرے میں نماز کے لئے مسجد جایا کرتا تھا۔ میرے ایک پڑوسی کا کتا تھا جو لوگوں کو کاٹنے کا عادی تھا ایک دن صبح سویرے میں جا رہا تھا کتا راستے میں تھا میں کتے کے ہٹنے کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ راستے سے ہٹے گا تو آگے جاؤں گا، تو کتا بول پڑا کہنے لگا: اے ابو عبداللہ! گذر جایئے، میں ان لوگوں کو کاٹنے پر مامور ہوں جو ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے ہیں۔

ابو روح نے کہا: ایک شیعہ شخص نے مجھ سے بیان کیا کہنے لگا: ایک مرتبہ ہم مکہ مکرمہ میں مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک شخص آیا، جس کے چہرے کا آدھا حصہ کالا اور آدھا سفید تھا، کہنے لگا: لوگو! مجھے دیکھ کر عبرت حاصل کرلو، میں حضرات شیخین یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا، ایک رات میں نے خواب دیکھا ایک شخص نے میرے چہرے پر تھپڑ رسید کیا اور کہا: اے اللہ کے دشمن اے فاسق! تم ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہو؟ جب صبح ہوئی تو دیکھا میری یہ حالت تھی۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے پوتے اسماعیل کا بیان ہے، ہمارے پڑوس میں ایک شخص تھا جو رافضی تھا، اس کے دو خچر تھے، ایک کا نام ابو بکر دوسرے کا عمر رکھا تھا۔ ایک دن ان میں سے ایک نے اس کو ٹانگ سے مار کر قتل کر دیا۔ ہم نے ابو حنیفہؒ کو اس کی اطلاع دی تو فرمایا: اس خچر نے مارا ہوگا جس کا نام اس نے عمر رضی اللہ عنہ رکھا تھا۔ معلومات کرنے پر پتہ چلا واقعی اسی نے مارا تھا۔

ھبۃ اللہ بن الحسن الحلبی کا بیان ہے کہ ہمارے پڑوس میں ایک نہایت صالح شخص رہا کرتا تھا، جو یوسف بن الحسن ابراھیم الخیاط کے نام سے معروف تھا، بغداد کے وقف ابو الحسن بن بویہ کے مشرقی جانب ایک فوجی کمانڈر جو دیلم کے رہنے والے تھے رہا کرتے تھے جبنہ

کے نام سے معروف تھے، حج کے موسم میں وہ بغداد میں ایک جگہ پر موجود تھا لوگ حج کے لئے روانہ ہور ہے تھے۔ تو یوسف بن الحسن نے اس شخص کا عجیب واقعہ جو اس کا آنکھوں دیکھا تھا مجھے سنایا۔ اگر چہ یہ واقعہ میں نے اورلوگوں کی زبانی بھی سنا تھا۔ مگر یوسف اس کا چشم دید گواہ ہے اس نے خود صاحب واقعہ سے سنا ہے، آپ بھی سن لیجئے: جبنہ دیلمی کے پاس سے علی الدقاق کا گذر ہوا جبنہ نے کہا: علی! تم اس سال حج پر جارہے ہو، میں نے کہا: ابھی تک مجھے توفیق نہیں ہوئی کوشش میں ہوں اگر وسائل میسر ہوں تو چلا جاؤں گا، جبنہ نے میری بات کے جواب میں کہا: حج کے اخراجات میں تجھے دیتا ہوں چلے جاؤ۔ میں نے کہا لائیے اس نے اپنے غلام کو بلا کر کہا، جاؤ سنار سے کہدو کہ وہ بیس دینار تول کر اس کو دیدے میں اس کے غلام کے ساتھ گیا اس نے بیس دینار تول کر مجھے دیدیے۔ دینار لیکر میں دوبارہ اس کے پاس آ گیا، اس نے کہا: جاؤ سفر کی تیاری کرلو، جب جانے لگو تو مجھ سے مل کر جانا میں تجھے وصیت کروں گا۔ میں سفری ضروریات تیار کر کے جانے سے پہلے اس کے پاس آ گیا۔ اس نے کہا: رقم حج کے لئے تجھے دیدی۔ مجھے حج کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں البتہ تیری زبانی ''محمد'' (ﷺ) کو ایک پیغام پہنچانا چاہتا ہوں، وہ پہنچا دیجئے، میں نے کہا: وہ کیا پیغام ہے؟ کہنے لگا: ان سے کہدو: میں تمہارے دوساتھی جو اس وقت تمہارے ساتھ ہیں، ان سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر مجھ سے طلاق کی قسم لی یعنی نہ پہنچانے کی صورت میں بیوی کو طلاق ہوگی۔ مجھ پر بڑا غم طاری ہوگیا۔ میں انتہائی افسردہ حالت میں اس کے پاس سے نکلا اور حج کے لئے چلا، سارا سفر اور حج انتہائی غم کی حالت میں ادا کیا۔ مدینہ منورہ حاضری ہوئی قبر مبارک کی زیارت کی مگر میں متردد تھا کہ جبنہ کا پیغام پہنچا دوں یا نہ؟ اگر پیغام نہیں پہنچا تا تو بیوی کو طلاق ہوتی ہے اور اگر پہنچا تا ہوں تو میرے اندر آپ ؐ کی مواجہت کی ہمت نہیں۔ تو میں نے ایک طرف ہو کر دو رکعت استخارے کی نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دریافت کرنے کی کوشش کی اور میں نے عرض کیا فلاں بن فلاں اس اس طرح کی باتیں کرتا ہے جو اس نے کہا تھا اس کا تذکرہ کیا اور انتہائی غم و افسردگی کی کیفیت میں مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں نیند کا غلبہ ہوا اور سو گیا۔ خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف نصیب ہوا آپ ؐ نے ارشاد فرمایا: جو پیغام تم لیکر آئے ہو میں نے اس کو سن

لیا، جب واپس جاؤ تو اس کو کہد و، رسول اللہ ﷺ نے تیرے بارے فرمایا ہے۔ اے اللہ کے دشمن! انتیس تاریخ کے دن بغداد آنے کے موقع پر تجھے جہنم کی خوشخبری ہو۔ میں بیدار ہو کر وہاں سے چل پڑا، اور بغداد چلا آیا، جب میں اس کے محلے کے پاس سے گذر رہا تھا تو مجھے سخت فکر لاحق ہوگئی، اور میں نے کہا: یہ بداخلاق شخص ہے۔ اس کے پیغام کو تو میں نے رسول اللہ ﷺ تک پہنچایا۔ تو کیا رسول اللہ ﷺ کے پیغام کو نہ پہنچاؤں۔ جو بھی ہو آپؐ کا پیغام ضرور پہنچاؤں گا چاہے مجھے قتل کر دے، یا قید کر دے، چنانچہ میں بتانے کا عزم مصمم کر کے اس کی طرف چل پڑا اپنے گھر کی طرف نہیں گیا۔ اس کی نظر مجھ پر پڑتے ہی فوراً اس نے کہا: دقاق! میرے پیغام کا کیا بنا۔ میں نے کہا: تیرا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کا جواب دیا ہے۔ کہنے لگا: وہ کیا ہے؟ تو میں نے اپنا خواب اس کے سامنے بیان کیا۔ تو اس نے کہا: تجھے قتل کرنا میرے لئے کوئی مشکل نہیں ہے اور بہت ساری گالیاں دیں اس کے ہاتھ میں اسلحہ تھا، اس کو ہلا کر بولنے لگا میں اس دن تک تیرے قتل کو موخر کرتا ہوں جس دن کے بارے میں تم نے تذکرہ کیا۔ اس دن کے بعد اس اسلحے سے تجھے قتل کر ڈالوں گا۔ وہاں موجود لوگوں نے مجھے سخت ملامت کی اس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس کو اصطبل میں قید کرلو، اور باندھ لو، چنانچہ میں محبوس ہو گیا میرے گھر والوں کو پتہ چلا وہ آئے، اور مجھ کو ملامت کرنے لگے۔ اور رونے لگے، میں نے کہا: جو ہونا تھا ہو گیا میں وقت سے پہلے ہرگز نہیں مروں گا۔ موت کو اپنے وقت مقررہ پر ہی آنا ہے۔ اس طرح ایام گذرتے گئے، لوگ میرے بارے میں پوچھتے رہے اور فکرمند رہے، میری حالت زار پر رحم کرنے لگے حتی کہ ستائیس دن گذر گئے، اٹھائیسویں دن جبنہ نے دعوت کا انتظام کیا۔ جس میں فوج کے بڑے بڑے کمانڈروں کو مدعو کیا اور شراب کا دور چلا، جب رات کا نصف حصہ گذر گیا۔ تو ایک خفیہ خبر رساں نے آ کر مجھے بتا دیا، کمانڈر دیلمی سخت بخار کی لپیٹ میں آ گیا ہے، سارا پروگرام درہم برہم ہو گیا اور سارا گھر بکھرا پڑا ہے، اسی طرح ہماری کیفیت میں ایک دن گذرا۔ انتیسویں شب کے آدھا حصہ گذرنے کے بعد خفیہ خبر لانے والے نے آ کر کہا: اے دقاق! دیلمی مر گیا۔ اس نے میری رسی کی گرہیں کھول دیں۔ جب صبح ہوئی ہر طرف سے لوگ جمع ہو گئے، فوج کے سرکردہ لوگ اس کی تعزیت کے لئے آئے اور مجھے وہاں سے نکال

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]